بے بسی

BE BASI

RABINDER NATH TEGORE

رابندر ناتھ ٹیگور

PRICE Rs.-4/-

بار اوّل فروری ۱۹۶۹ء

قیمت چار روپے

آہلووالیہ بک ڈپو 4/3C نیو روہتک روڈ

قرولباغ۔ نزد لبرٹی سینما۔ نئی دہلی 5

بے بسی

رابندر ناتھ ٹیگور

مطبع لیتھو پریس دہلی

۱

آج اوناش گھوش بتیس برس کے ہو گئے ہیں۔ آج اُن کا جنم دن منایا جا رہا ہے۔

یہیں سے کہانی شروع ہوتی ہے لیکن اس سے پہلے کی بھی ایک کہانی ہے۔ شام کے وقت چراغ جلانے سے پہلے ہی تیل بتی ٹھیک کر کے رکھ دی جاتی ہے۔

تاریخ کے اوراق اُلٹنے سے پتہ چلتا ہے کہ گھوشال لوگ کسی وقت سُندر بن میں رہتے تھے۔ اس کے بعد ہگلی ضلع کے نورنگر میں رہنے لگے۔ وہ پرتگیزوں کے بیرونی حملہ کی وجہ سے یا سماج کے جھگڑے کی وجہ سے چلے آئے تھے اس کا ٹھیک طور سے پتہ نہیں چلتا۔ جو لوگ اپنا سب کچھ گنوا کر اپنا پُرانا گھر چھوڑ سکتے ہیں۔ ان میں اپنے نئے گھر بنانے کی بھی ہمت ہوتی ہے۔ اسی لئے گھوشال طبقے کی ابتدائی تاریخ اس بات کی شاہد ہے کہ اُن کی زمین، جائیداد، گائے، بیل، نوکر چاکر، رسم رسوم اور رشتے ناطے بڑے وسیع تھے۔ آج بھی اُن

گے سنیا گل نام کے قدیم گاؤں میں قریباً دس بیگھے پر پھیلا ہوا کائی اور پتول سے لبریز گھوشال نام کا تالاب عظیم خاندان کی گواہی دے رہا ہے۔ آج اس تالاب کا نام ہی فقط اُن کا ہے اس کا پانی چیٹرجی خاندان کے زمینداروں کے کام آتا ہے۔ ایک دن کسی طرح اپنا حق چھوڑنا پڑا تھا یہ جان لینا ضروری ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ چیٹرجی خاندان کے ساتھ ان کا جھگڑا ہوا تھا یہ جھگڑا جائیداد کے لئے نہیں بلکہ دیوتا کی پوجا پر ہوا تھا۔ گھوشال لوگوں نے چیٹرجی خاندان کو نیچا دکھلانے کے لئے اُن سے دو ہاتھ اونچی مورتی بنوائی تھی۔ جواب میں چیٹرجی خاندان نے رات ہی رات میں راستے میں اس طرح کے دروازے بنوا دیئے کہ جن میں گھوشال خاندان کی مورتی کا سر اٹک جائے۔ اونچی مورتی والوں کے گروہ دروازے توڑتے پھرتے اور نیچی مورتی والوں کے گروہ اُن کا سر توڑنے کے لئے گھومتے رہتے۔ انجام یہ ہوا کہ دیوی نے پہلے برسوں کے مقابلے میں بہت زیادہ خون وصول کیا۔ خون کی ندیاں بہہ گئیں اور یہ جھگڑا گھوشال لوگوں کو ملیامیٹ کر کے ہی ختم ہوا۔

آگ بجھ گئی لکڑی بھی نہیں بچی سب راکھ ہو گئی۔ چیٹرجی خاندان کی پُروقار لکشمی کا رنگ پھیکا پڑ گیا۔ چیٹرجی خاندان نے گھوشال خاندان پر آخری غصہ نکالا۔

سماجک حملے کی صورت میں ان لوگوں نے سماج میں یہ خبر اڑا دی۔ کہ گھوشال لوگ کسی وقت نیچ براہمن تھے، درمیان آنے پردہ بات چھپا دی گئی ہے۔ جن لوگوں نے یہ بات اُڑائی تھی اُن کے پاس دولت کی طاقت تھی۔ اس لئے براہمنوں کے محلے میں بھی اس بدنامی کا چرچا بڑی تیزی سے ہونے لگا اس کلنک کو مٹانے کے لئے مناسب قدم اٹھانے یا روپیہ خرچ کرنے کی طاقت

اس وقت گھوشال لوگوں میں نہیں تھی اس لیے ان لوگوں نے پریشان ہو کر
دوسری بار گاؤں چھوڑ دیا اور جب پور میں نہایت معمولی طور پر رہنے لگے۔

ظالم بھول جاتے ہیں لیکن مظلوم آسانی سے نہیں بھولتے۔ اگرچہ لاٹھی
ہاتھ سے گر جاتی ہے مگر ان کے دل میں نفرت کی آگ برابر بھڑکتی رہتی ہے بیچ
بیچ میں چیٹر جی خاندان کو کس طرح ان لوگوں نے تنگ کیا اس کے بارے میں کئی
چھوٹی بڑی کہانیاں ان کے گھروں میں کہی جاتی ہیں۔ چیٹر جی خاندان کے
داسو سردار کو رات کے وقت سوتے ہوئے بھیس چھپ لٹھ مار پکڑ کر گھوشالوں
کی کچہری میں لے آئے اور اسے لاپتہ کر دیا۔ جب پولیس تلاشی لینے آئی۔ تو
بھون وشواس نے کہا کہ وہ اپنے کسی کام سے کچہری میں آیا تھا۔ ہمارے ہاں آنے
پر اس کی تیورسے جھک ہوئی۔ سنا ہے کہ وہ اسے برداشت نہ کر سکا اور کہیں بھاگ
گیا۔ پولیس کا شک دور نہ ہو سکا۔ تب بھون نے کہا کہ سرکار اگر اسی سال کے
اندر میں نے کھوج نہ نکالی تو میرا نام بھون وشواس نہیں۔ نہ جانے بھون وشواس
نے داسو کے قد و قامت کے ایک آدمی کو چوری کے الزام میں ڈھاکہ جیل بھیج کر
سرکار کو خبر دی کہ داسو جیل میں ہے۔ داسو جیل میں نظر بند تھا وہ جیل سے نکل کر
کہیں چلا گیا تھا۔ اس کے بعد وہ کہاں گیا اس کی خبر نہیں۔

وقار کے دن گزر چکے تھے جس طرح تیل ختم ہونے پر چراغ بجھ جاتا ہے
اسی طرح کسی نہ کسی صورت رات بھی کٹ ہی جاتی ہے۔ گھوشال خاندان میں ادناتھ
کے والد مدھوسودن کے نصیب میں آفتاب طلوع ہوا۔

۲

مدھوسودن کا والد آنند گھوش رجب پور کے ایک آڑھتی کے پاس ملازم تھا۔ موٹا کھانا، موٹا پہننا اسی طرح زندگی گذر رہی تھی۔ مفلسی کے اس دور میں بھی دھرم کرم سے یہ خاندان بے اعتنا نہ تھا۔

مدھوسودن نے ابتدائی تعلیم گاؤں کے اسکول میں لی تھی۔ ندی کے کنارے چوک میں پٹ سن کی گانٹھوں پر بیٹھ کر وہ کسانوں، بیوپاریوں، گاہکوں اور گاڑی بانوں کی بھیڑ میں چھٹی مناتا تھا۔ والد نے سوچا کہ لڑکا بڑا ہو کر کچھ بنے گا ضرور۔ باقی تین لڑکوں کا نصیب ملازمت ہی میں اٹک کر رہ گیا تھا۔ ان میں سے ایک تو آڑھتیوں کی گدی پر جا بیٹھا، اور دوسرا تعلقے دار کے دفتر میں کانوں پر قلم رکھ کر امیدوار کی شکل میں جا کھڑا ہوا لیکن آنند گھوش کی مفلسی کے باوجود مدھوسودن نے کلکتے کی ایک گلی میں رہائش کے لئے ایک کمرہ کرایہ پر لے لیا۔

ماسٹروں کا خیال تھا کہ امتحان میں کامیاب ہو کر یہ لڑکا کالج کا رخ کریگا

مگر اسی دوران میں مدھوسودن کے والد کا انتقال ہو گیا۔ اپنی سب کتابیں بیچ کر مدھوسودن نے فیصلہ کیا کہ وہ بیوپار کرے گا۔ اور اس نے بیوپار شروع بھی کیا۔ یہ حالت دیکھ کر ماں روتی تھی۔ اُسے پورا یقین تھا کہ امتحان میں کامیاب ہو کر لڑکا کسی اچھے عہدے پہ پہنچ کے خاندان کا نام روشن کرے گا۔

بچپن ہی سے مدھوسودن اُڑتی چڑیا کے پر پہچانتا تھا۔ اس لئے دوست بنانے میں اس نے دھوکا نہیں کھایا۔ اس کا سب سے بڑا دوست تھا کنہیا لال گپت۔ اس کے بزرگ بڑے بیوپاریوں کے پاس ملازمت کرتے آئے تھے۔ اور والد مٹی کے تیل کی ایک مشہور کمپنی میں ایک اونچے عہدے پہ کام کرتے تھے۔ خوش قسمتی سے ان کی لڑکی کا بیاہ ہوا۔ مدھوسودن کمر کس کر کام میں جُٹ گیا۔ اس طرح پھر اس نے اس خوش اسلوبی سے سب کام سرانجام دیئے کہ رتبی بابو بہت خوش ہو گئے۔ وہ کام کرنے والے آدمی کو پہچانتے تھے۔ سمجھ گئے کہ لڑکا ہونہار ہے۔ اس لئے اپنی جیب سے روپیہ جمع کروا کر مدھوسودن کو مٹی کے تیل کی ایجنسی دلوا دی۔ قسمت کی دوڑ شروع ہو گئی۔ اس میں کمپنی کو کافی فائدہ ہوا۔ سبھی نے کہا۔ "اسی کا نام قسمت ہے"۔ ملا مدھوسودن کو غرور ہے۔ مادہ اپنی اس حالت کے بارے میں کسی سے بات چیت کرنا فضول سمجھتا ہے۔ لیکن ایسا لگتا ہے کہ سوکھی ندی میں پانی آ گیا ہے۔ بنگال میں اس حالت میں لوگ فوراً شادی کرنے کی فکر کرتے ہیں۔ لڑکیوں والے مدھوسودن کو بڑھاوا دینے میں کسر نہیں رکھتے تھے۔ لیکن مدھوسودن کہتا — "پہلے ایک پیٹ بھر جانے دو پھر دوسرے پیٹ کی آگ بجھانے کی ذمہ داری اپنے سر لوں گا۔" اسی سے پتہ چلتا ہے کہ اس میں اتاؤلے پن کا مادہ نہیں تھا۔

مدھوسودن کی خوش اسلوبی سے رجب پور میں پٹ سن کے بیوپار میں بڑی

ترقی ہوئی۔ اس نے ندی کنارے کافی زمین خرید لی۔ اینٹوں کے بھٹے لگوائے گئے۔ نیپال سے لکڑی منگوائی گئی، سلہٹ سے چونا آیا اور کلکتے سے ٹین کی چادریں۔ بازار والے دنگ رہ گئے، کہنے لگے ”دیکھو تو بھی اب تو اس جگہ ہر چیز کی بہتات ہوگئی ہے۔ بیوپاری کہاں، اب کاروبار کا خاتمہ سمجھو۔“

مدھوسودن کے حساب میں بھول نہ ہوئی۔ دیکھتے دیکھتے یہ جگہ بیوپار کی منڈی بن گیا۔ دلال لپیٹے کے چکر میں آ گئے اور مارواڑیوں کے گردن بھی آ پہنچے۔ مزدور اور قلی برابر آ رہے تھے۔ کارخانہ تیار ہوگیا اور اس کی چمنی سے نکلتے ہوئے کالے دھوئیں نے نیلے آسمان پر کالکھ بکھیر دی۔ چار دیواری کے اندر دو منزلہ عمارت ہے۔ گیٹ پر پتھر لگا ہوا ہے جس میں لکھا ہے ”مدھو چکر“۔ یہ نام اس کے کالج کے سنسکرت کے پروفیسر نے رکھا تھا۔ مدھوسودن سے اب وہ پہلے سے بھی زیادہ پیار کرنے لگے ہیں۔

ایک دن بیوہ ماں نے آ کر ڈرتے ڈرتے کہا ”بیٹیا! بھگوان نہ جانے کب اٹھ جاؤں، بہو کا منہ دیکھ لیتی تو دل کو سکون ملتا۔“

مدھوسودن نے سنجیدگی سے کہا ”بیاہ کرنے میں بھی وقت برباد ہوتا ہے اور بیاہ کے بعد بھی مجھے اتنی فرصت نہیں کہ بیاہ کر سکوں۔“

ماں کو اصرار کرنے کی ہمت نہ ہوئی۔ سب جانتے ہیں کہ وہ بات کا دھنی ہے۔ کچھ وقت اور گذر گیا۔ مدھوسودن کا ستارہ عروج پر تھا۔ دفتر کھاڑی سے کلکتے چلا گیا۔ بہو کی حسرت لئے ماں دنیا سے رخصت ہوگئی۔ گھوش کمپنی کا نام صرف دیش میں ہی نہیں ساری دنیا میں مشہور ہے۔ ہر ایک شعبے میں انگریز مینیجر ہیں۔ مدھوسودن نے اس دفعہ خود ہی کہا ”اب بیاہ کی فرصت ملی ہے“ لڑکیوں کے بازار میں اس کا گرتبہ بہت اونچا ہے۔ بڑے بڑے گھرانوں سے پیغام آنے

لگے۔ مدھوسودن نے آنکھیں کھول کر کہا: "مجھے چٹرجی خاندان کی لڑکی چاہیئے۔ چوٹ کھایا ہوا گھرانہ بھی چوٹ کھائے ہوئے شیر کی طرح خطرناک ہوتا ہے۔"

۳

نورنگر کے چھڑ جی خاندان کی حالت اس وقت ٹھیک نہیں ہے۔ پچھر آنے کے حصے دار بھی جائیداد کا بٹوارہ کرواکر علیحدہ ہوگئے ہیں آپس کی مقدمہ بازی میں بہت نقصان ہوا۔ آمدنی کم ہوگئی، خرچ بڑھتا ہی گیا۔ نو روپے فیصدی سود والی نوٹ ناگوں کی مکڑی نے زمینداری کے چاروں طرف جال پھیلا دیا۔

چھڑ جی خاندان میں دو بھائی اور پانچ بہنیں ہیں۔ لڑکیوں کی بہتات کا جرمانہ ابھی تک ادا نہیں ہو سکا۔ چار بہنوں کی شادی تو پتا کے سامنے ہی ہو گئی تھی۔ ان کی دولت کی حالت اس زمانے کی ہے لیکن ٹھاٹھ پہلے وقتوں جیسے۔ دامادوں کو بھاری جہیز دینا پڑا۔ سود نو فیصدی سے بڑھ کر بارہ فیصدی تک پہنچ گیا۔ بھائی کمر کس کر بول اٹھا "ولایت جاکر بیرسٹر ہو جاؤں، روزگار کئے بنا کام نہیں چلے گا۔" اس طرح وہ ولایت چلا گیا اور گرہستی کی ساری ذمہ داری چھوٹے بھائی دیپ داس پر آپڑی۔

بڑے بازار کا حلوائی تن سکھ داس ان کا سب سے بڑا قرض خواہ تھا۔ انہی

دلی پوجا کی چھٹیوں میں ویرداس کا ایک طالب علمی کے زمانے کا دوست امولیہ دھن آ پہنچا۔ وہ بڑے اٹارنی آفس میں ہیڈ کلرک تھا۔ اس نے نورنگر کی حالت بڑے غور سے دیکھی۔ وہ کلکتے لوٹا تو تن سکھ داس نے روپے کا تقاضہ شروع کر دیا۔ چینی کا نیا کاروبار شروع کیا ہے اس لئے روپے کی سخت ضرورت ہے۔

ویرداس سر پکڑ کے بیٹھ گیا

اسی مصیبت کے وقت میں چیٹرجی اور گھوشال خاندانوں میں عداوت ختم ہو گئی۔ اس سے پہلے ہی سرکار نے مدھوسودن کو راجہ صاحب کا خطاب عطا کر دیا۔ امولیہ دھن نے آکر کہا کہ نئے راجہ اس وقت خوش ہیں۔ اس وقت ان سے قرض مل سکتا ہے چیٹرجی خاندان کو سارا قرض گیارہ لاکھ ایک جگہ اکٹھا ہو کر سات فیصدی سود پر مل گیا۔ ویرداس کی جان میں جان آئی۔

کمودنی ان کی سب سے چھوٹی کنواری بہن تھی۔ وہ ان کی بڑی چہیتی ہے وہ بڑی خوبصورت ہے۔ انگ انگ سانچے میں ڈھلا ہے۔ بڑی حوصلے والی لڑکی ہے۔ لیکن اس کا وشواس ہے کہ وہ بدنصیب ہے۔ وہ سمجھتی ہے کہ آدمی اپنی طاقت سے گھر گرہستی چلاتے ہیں اور عورتیں اپنے نصیب سے گھر میں لکشمی کو لاتی ہیں۔ وہ ایسا نہیں کر سکی۔ جب سے اس نے ہوش سنبھالا ہے۔ چاروں طرف مصیبتوں سے پالا پڑا ہے۔ بھگوان نے سوچنے کی طاقت عورتوں کو نہیں دی انہیں صرف برداشت کرنے کی طاقت دی ہے۔

کمودنی کبھی کبھی رات کو اٹھ کر باغ میں جاکر درختوں کی چوٹیوں پر نظر جما کر کہنے لگتی ہے۔ "وہ کہاں ہو میرے شہزادے، کہاں ہے تمہاری سات بادشاہوں کی دولت، بچا لو میرے بھائیوں کو، سدا کے لئے تمہاری داسی بنوں گی"

کمودنی کو اگر اپنے بھائیوں سے بہت پریم تھا تو بھائیوں کو بھی کمودنی سے کچھ کم لگاؤ نہ تھا جب کمودنی اپنے آپ کو بد نصیب کہہ کر کوستی تو اس کے بھائی دیپرداس ہنس کر کہتے ۔ "کمودنی تم تو خود ہی ہماری تقدیر کی خوش نصیبی ہے۔ اگر تم نہ ہوتی تو ہمارے گھر میں لکشمی کہاں رہتی!"

کمودنی نے گھر پر ہی تعلیم پائی تھی ۔ یہ کہا جا سکتا ہے کہ وہ باہر کی دنیا سے متعارف نہیں ۔ تہذیب کہنہ اور عہد نو کے درمیان وہ پروان چڑھی ۔

پرانے رئیسوں کے گھروں میں پرانے دن جس قلعے میں قیام کرتے ہیں اس کی بنیاد بڑی مضبوط ہوتی ہے بہت سے دالان پار کرنے کے بعد کہیں نئے دن وہاں پہنچ پاتے ہیں ۔ ان قلعوں کے رہنے والے نئی دنیا تک پہنچنے میں بہت دیر لگا دیتے ہیں ۔ دیپرداس کے والد مکند لال بھی اگرچہ سرپٹ دوڑے مگر پھر بھی عہد نو کو نہ پکڑ سکے ۔ ان کا لمبا گورا بدن ، گھنگھرالے بال ، بڑی بڑی سکڑی ہوئی آنکھوں میں ماضی کے وقار کی جھلک ہے ۔ جب وہ اپنی بھاری آواز میں کسی کو پکارتے ہیں تو نوکر چاکر کانپ اٹھتے ہیں ، باریک جالی کا کرتہ ، ڈھاکے کی ململ کی دھوتی ان کی پوشاک ہے ۔ استنبول عطر کی خوشبو دور ہی سے ان کی آمد کا پتہ دیتی ہے پیچھے پیچھے خانسامہ چل رہا ہے ۔ دروازے پر اردلی اور دربان موجود ہیں بیٹھک میں مکند لال مسند لگائے بیٹھے ہیں ۔ مصاحب سامنے فرش پر بیٹھے ہیں حقے کا دور چل رہا ہے ۔ مکان کے دوسرے حصے میں ولایتی بیٹھک ہے یہاں اٹھارویں صدی کے بدیشی سامان ہیں ۔ خاص موقعوں پر بڑے بڑے حاکموں کی دعوت کے وقت اس حصے کا نقاب اٹھایا جاتا ہے ۔ سارے مکان میں بس ایک نئے ڈھنگ کا کمرہ ہے ۔ لیکن معلوم ہوتا ہے کہ یہ سب قدیم بھوتوں والا

کمرہ ہے۔ استعمال میں نہ آنے کے کارن اس کمرے میں دم گھٹنے لگتا ہے زندگی کا
یہاں گذر نہیں۔
مکند لال بڑا وضع دار رئیس ہے۔ اُن کے دربار میں روپیہ پاؤں کی دھول
کی طرح ملا جاتا ہے۔ ان کے دربار میں دان دکشنا، اور رنگ رلیاں سب
ایک جیسا مقام رکھتی ہیں۔ پڑوس کے ساہوکار نے کسی بڑے قصور پہ مالی کے
کان کھینچ ڈالے۔ ایسے سزا دلوانے میں جتنا روپیہ خرچ ہوا اتنا روپیہ آج کل
لڑکوں کی کالج کی تعلیم میں نہیں خرچ ہوتا۔ مالی کے لڑکے کو بھی مار مار کر کھاٹ
پر ڈال دیا، پھر اس پر بہت رحم آیا۔ مالک کی عنائیت سے ہی پڑھ لکھ کر اب وہ
مختاری کرتا ہے۔
مکند لال کی زندگی بھی پرانے رئیسوں کی طرح دو حصوں میں بٹی ہوئی تھی
ایک حصّے میں پوجا پاٹھ اور گھر کی مالکن تھی۔ دوسرے حصّے میں جہاں عیش و عشرت
کی محفل جمتی تھی وہاں نوابی ماحول تھا۔
مکند لال کی بیوی نند رانی بڑی معزز ہے۔ اس میں برداشت کا مادہ نہ تھا
اس کی وجہ وہ پوری طرح جانتی ہے۔ باہر اس کے پتی کی جتنی بھی حکومت ہو گھر
کے اندر اسی کا سکہ چلتا ہے۔ اس لئے جب پتی دیو پریم کے خلاف ظلم کرتے ہیں،
تو وہ برداشت نہیں کر پاتی۔ اس بار بھی ایسا ہی ہوا وہ برداشت نہ کر سکی۔
رام لیلا کے دنوں میں خوب دھوم دھام مچی۔ زیادہ تر محفلیں بیٹھک میں
ہوتیں۔ گھر کی عورتیں بے چین ہو جاتیں۔ دروازے کے چھیدوں سے تھوڑی بہت
جھلک دکھائی دے جاتی۔ اس بار طے ہوا کہ مجرا اندر کے بجرے میں ہوگا۔" یہ
سب نہ دیکھ پانے کی وجہ سے نند رانی غمگین ہو گئی۔ گھر کا کام کاج لوگوں
کی دیکھ بھال خوشی کرنی پڑتی۔ اٹھتے بیٹھتے چھاتی میں کانٹا چبھتا رہتا لیکن

کسی کو حقیقت نہ معلوم ہو سکی۔ آخر تہوار ختم ہوا۔ گھر خالی ہو گیا۔ مکند لال نہ لوٹے
نند رانی نے دیوان جی کو بلا کر کہا — "مالک سے کہہ دیجئے گا مجھے برندابن میں
ماں کے پاس اسی وقت جانا ہے۔ ان کی صحت ٹھیک نہیں۔"

دیوان جی نے سنبھلتے ہوئے حلیمی سے کہا۔ "مالکن! مالک سے کہہ کر جائیں تو بہتر ہوتا۔ مجھے خبر ملی ہے کہ آج یا کل آنے والے ہیں۔"

نند رانی نے کہا۔ "نہیں، اب میں اور دیر نہ کر سکوں گی۔" وہ جیسے مکند لال کو سخت سزا دینا چاہتی تھی۔ اسی لئے وہ یہاں سے بھاگ رہی ہے۔ رخصت ہونے کے وقت قدم نہیں اٹھتے تھے۔ کھاٹ پر اوندھی پڑی سسک سسک کر روتی رہتی۔

کاتک کا مہینہ ہے۔ دن کے دو بجے کا وقت ہے۔ جس سڑک پر پالکی جا رہی تھی، وہاں پکے دھان کے کھیتوں کے اس پار ایک ندی دکھائی دیتی تھی — نند رانی سے نہ رہا گیا۔ وہ پالکی کی چلمن سرکا کر ادھر ادھر دیکھنے لگی۔ ایک نظر اس پار بندھے ہوئے بجرے پر پڑی۔ چھت پر گوپی ہرکارہ بیٹھا ہوا ہے۔ یہ دیکھ کر اس کے کلیجے پر چوٹ لگی اور اس نے زور سے چلمن گرا دی۔

۴

مکند لال طوفان میں بھی پُرسکون اور نہ ہلنے والی چٹان تھے۔ شرمائے سے ہوتے ہوئے اپنے مکان پر آ کر رُکے۔ پورا کھانا کھا لینے کے بعد جس طرح پکے پکھے کھانے سے طبیعت اُچاٹ ہوتی ہے اسی طرح عیش و عشرت کی یاد نے انہیں پشیمان سا کر دیا ہے۔ اس وقت اگر اُسے عیش کے لئے اُکسانے والے نظر آ جاتے تو بُری طرح پیٹتے۔ دل ہی دل میں انہوں نے قسم کھائی کہ آئندہ ایسا نہ ہوگا۔ اُن کی حالت دیکھ کر کسی کی ہمت نہ ہوئی کہ مالکن کے چلے جانے کی اطلاع دیتا۔ مکند لال ڈرتے ڈرتے اندر پہنچے "بڑی بہو معاف کر دو، آئندہ ایسا نہ ہوگا" دل ہی دل میں ایسا کہتے ہوئے وہ سونے کے کمرے کے دروازے پر جا کر رُک گئے۔ دھیرے دھیرے اندر گئے۔ انہیں یقین تھا کہ مغرور عورت بستر پر پڑی ہوگی۔ قدموں میں جا بیٹھیں گے۔ کمرے میں داخل ہو کر دیکھا۔ وہاں کوئی نہیں۔ دل دہل اُٹھا۔ اگر نندرانی کو بستر پر دیکھتے تو سمجھ لیتے کہ مغرور عورت قصور معاف کرنے کے لئے آدھا [illegible]

آگے بڑھ آئی ہے لیکن اُسے سونے کے کمرے میں نہ دیکھ کر مکند لال سمجھ گئے کہ
اس دفعہ پر اشیوت لمبا اور کٹھن ہو گا۔ کافی دیر ہو گئی ہے ابھی اشنان بھوجن
بھی نہیں ہوا ہے۔ ایسی حالت میں ستی سادھوی سے کیسے رہا جائے گا! کمرے سے
باہر نکل کر دیکھا۔ جہری برآمدے کے ایک کونے میں گھونگھٹ کھینچے کھڑی ہے۔
پوچھا۔

"بڑی بہو جی کہاں ہیں۔؟"

جواب ملا۔ "وہ پرسوں ہی اپنی ماں کو دیکھنے برندابن گئی ہیں۔"
ٹھیک طرح جیسے سمجھ نہ سکے۔ پھر رندھی آواز میں پوچھا۔ "کہاں گئی
ہیں؟"

"برندابن! ماں جی بیمار ہیں۔"

مکند لال برآمدے کی ریلنگ تھام کر کھڑے ہو گئے۔ اُن کے منہ سے
ایک بھی لفظ نہ نکلا۔ کسی کو پاس آنے کی ہمت نہ ہوئی۔ آخر دیوان جی نے ڈرتے
ڈرتے کہا۔ "تو ماں جی کو بلوانے کے لئے آدمی بھیج دوں۔؟"

انہوں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ صرف انگلی کے اشارے پر منع کر دیا۔ دیوان
جی کے چلے جانے پر دادھا سوئے کو بلا کر کہا۔ "برانڈی لے آؤ۔"

سب دنگ رہ گئے۔ برانڈی اڑنے لگی۔ کھانا پینا قریباً بند ہو گیا ایک
تو پہلے ہی طبیعت خراب رہتی تھی اس پر چلا یہ اُلٹا دَور۔ خون کی قے ہوئی۔
کلکتے سے ڈاکٹر آیا۔ رات دن سر پر برف کی پٹی رکھی جانے لگی۔ کسی
کو دیکھتے ہی مکند لال پر شک سوار ہو جاتی۔ شک ہو گیا کہ سارا خاندان کوئی
شرارت کر رہا ہے۔ ان لوگوں نے اُسے جانے ہی کیوں دیا؟ اگر کوئی اس وقت
اُن کے پاس جا سکتا تھا تو وہ کمودنی ہی تھی۔ مکند لال کو اس کی آنکھوں میں

مندرانی کی جھلک نظر آتی۔ کبھی کبھی اُس کے ماتھے کو چھاتی سے لگا کر آنکھیں موندے خاموش پڑے رہتے۔ آنکھوں سے پانی بہنے لگتا لیکن بھول کر بھی کبھی اس سے ماں کی بات نہیں پوچھی۔ ادھر برندا بن تار بھیجا گیا۔ ماں کل ہی آ ئی لیکن سُنا ہے کہ راستے میں کہیں ریل پٹڑی سے اُتر گئی ہے۔

اس دن شام کے وقت زور کا طوفان آیا۔ کمودنی کا ہاتھ مسل کر مکند لال نے کہا۔ " بیٹی تو کیوں ڈرتی ہے۔ تو نے کوئی قصور نہیں کیا وہ وانت پیس رہے ہیں۔ وہ مجھے مارنے آ رہے ہیں۔"

پتا کے ماتھے پر برف کی تھیلی پھیرتے ہوئے کمودنی نے کہا " ماریں گے کیوں پتا جی آندھی چل رہی ہے۔ ابھی ختم ہو جائے گی۔"

" رادھا برانڈی لاؤ۔"

کمودنی پتا کی طرف جھک کر بولی۔ " پتا جی کیا کہہ رہے ہو؟"

مکند لال نے آنکھیں کھول کر دیکھا اور دیکھتے ہی زبان دانتوں تلے دبا کر رہ گئے۔ اپنے آپ میں نہ رہتے ہوئے بھی وہ یہ بات نہ بھولے کہ کمودنی کے سامنے شراب کا دور نہیں چل سکتا۔

خون کی قے کچھ دیر سے رک گئی تھی۔ رات کے تین بجے پھر شروع ہو گئی تھی۔ مکند لال بستر پر چاروں طرف ہاتھ پھیر کر رُکی آواز میں بولے۔ " دو بڑی بہو، گھر میں بڑا اندھیرا ہے، اب بھی چراغ نہیں جلاؤ گی؟"

گھر واپس آنے کے بعد مکند لال نے بیوی کے لئے یہی پہلی اور آخری بات کہی۔

برندا بن سے لوٹنے پر مندرانی گھر کے دروازے کے پاس آتے ہی بے ہوش ہو کر گر پڑی اُسے اٹھا کر بستر پر لٹایا گیا۔ گھر گرہستی میں اسے کچھ

اچھا نہ لگا۔ آنکھوں کے آنسو خشک ہو گئے۔ لڑکے لڑکیوں سے سکون نہ ملا گوردھی نے آکر شاستر کی باتیں سنائیں تو منہ پھیر لیا۔ بولی۔" میرا ہاتھ دیکھ کر کہا تھا کہ تیرا سہاگ کبھی نہ مٹے گا۔ کیا جھوٹ ہو سکتا ہے ؟"

کھیما دور کے ناطے سے نند لگتی تھی۔ آنچل سے آنسو پونچھتے ہوئے بولی۔" جو ہونا تھا ہو چکا۔ اب گھر کی طرف دیکھو۔ وہ تو جاتے وقت کہہ گئے ہیں۔ کہ دیوالی ہو گیا گھر میں چراغ نہیں جلاؤ گی۔ ؟

نندرانی بستر سے اٹھ کر بیٹھ گئی۔ دور تک نگاہ دوڑا کر بولی" جاؤں گی چراغ جلانے، جاؤں گی۔ اب کی بار دیر نہ ہو گی۔" یہ کہتے کہتے اس کا زرد رنگ چمک اٹھا۔ معلوم ہوتا تھا ہاتھوں میں چراغ لئے جا رہی ہے۔

سورج مغرب کی طرف جھک گیا تھا۔ نندرانی نے ماتھے پر موٹا موٹا سندور لگایا۔ لال بنارسی ساڑھی پہنی اور گھر کی طرف دیکھے بغیر مسکراتی ہوئی چلی گئی۔

۵

پتا کی موت کے بعد بپرداس نے دیکھا کہ جس درخت پر اُن کا آشیانہ ہے اس کی جڑوں کو کیڑے کھا گئے ہیں ۔ دھن دولت اور زمین جائداد سب قرض کی دلدل میں کھڑے دھیرے دھیرے نیچے کی طرف دھنس رہے ہیں۔ رہن سہن اور دوسرے اخراجات کم کئے بغیر کام نہیں چل سکتا۔ کمودنی کے بیاہ کے بارے میں بھی ہر گھڑی سوال اُٹھا کرتے جس کا جواب دیتے ہوئے خاموش ہی رہ جانا پڑتا ہے۔ آخر نور نگر سے گھر گرہستی اٹھانی پڑی اور کلکتے میں آ کر باغ بازار میں ایک مکان میں رہنا پڑا۔ پرانے گھر میں کمودنی کا ایک دلکش ماحول تھا یہاں وہ بات نہیں تھی۔

بپرداس کمودنی کو بلا کر کہتے۔ "کیوں کمو! جی نہیں لگتا؟"

کمودنی ہنس کر کہتی۔ "جی تو لگتا ہے بھیا۔"

"چلو گی چڑیا گھر دیکھنے؟"

"ہاں چلوں گی۔"

جس جذبے سے کمودنی نے یہ بات کہی ہے، اگر دیپر داس آدمی نہ ہوتے تو سمجھ جاتے۔ بچپن یا گھر نہ جانا پڑے تو اُس کی جان میں جان آئے بھیڑ بھاڑ سے اُسے بڑی نفرت تھی۔ وہ آنکھ اٹھا کر اچھی طرح دیکھ بھی نہیں سکتی

دیپر داس نے اُسے شطرنج کھیلنا سکھلایا اور دھیرے دھیرے کمودنی اتنا اچھا کھیلنے لگی کہ دیپر داس کو اب اُس کے ساتھ ہوشیاری سے کھیلنا پڑتا سنسکرت ادب سے دیپر داس کو بڑا لگاؤ ہے۔ کمودنی نے دل لگا کر اُس سے سنسکرت پڑھی۔ جب سے بھائی سے اُس نے "کمار سمبھو" پڑھا وہ پوجا میں شو جی کو دیکھنے لگی۔ دیپر داس کو فوٹو گرافی کا شوق تھا۔ کمودنی نے یہ بھی سیکھ لی۔ یہاں تک کے بند دن چلانا بھی وہ بھائی سے سیکھ گئی اس طرح جس بھائی سے وہ بچپن سے ہی پریم کرتی تھی کلکتے آکر اُسے اور بھی قریب پایا۔

پتا کی موجودگی میں دیپر داس کا بیاہ ٹھیک ہو چکا تھا۔ بدن میں ہلدی لگنے کے دو دن پہلے ہی بہو بخار سے مر گئی۔ اس وقت جیوتشیوں نے دیپر داس کی جنم کنڈلی دیکھ کر بتایا کہ دیپر داس کا بیاہ اگر دیر سے ہوگا تو اچھا رہے گا۔ بیاہ کی بات دب گئی۔ اسی دوران میں پتا کا انتقال ہو گیا۔ بیاہ کرنے والوں نے بہت بڑی رقم دلوانے کی اُمید دلوائی۔ اس کا نتیجہ اُلٹا خراب نکلا۔ لڑکی والوں کو کانپتے ہاتھوں سے حقے کو دیوار کے سہارے کھڑا کر کے چپکے سے وہاں سے کھسک جانا پڑا۔

پہلے تو کچھ دن تک سبودھ کا خط ولایت سے باقاعدہ آتا رہا۔ اب دیر سے آنے لگا۔ کمودنی ڈاکئے کی منتظر رہتی۔ ڈاکئے نے خط اُس کے ہاتھ میں دیا۔ دیپر داس آئینے کے سامنے کھڑے ہو کر داڑھی بنا رہے تھے۔ کمودنی دوڑتی ہوئی آئی۔ بولی "چھوٹے بھیا کا خط آیا ہے۔"

داڑھی بنانا بند کر کے کرسی پر بیٹھ کر دیپرداس نے فندلے ڈرتے ہوئے خط کھولا۔ خط پڑھتے ہوئے ماتھے میں اس طرح مروڑا کہ جیسے بڑی تکلیف ہو رہی ہو۔

کمودنی نے ڈر کر پوچھا۔ "چھوٹے بھیا بیمار تو نہیں ہیں؟"

"نہیں۔ وہ اچھی طرح ہے۔"

"بھیا کہیئے نا، خط میں کیا لکھا ہے؟"

"وہی پڑھنے لکھنے کی بات۔"

دیپرداس کچھ دنوں سے کمودنی کو سبودھ کا خط پڑھنے کے لئے نہیں دے رہے تھے۔ تھوڑا سا پڑھ کر سنا دیتے تھے۔ اس بار وہ بھی نہیں کیا۔ کمودنی کا دل تڑپ اٹھا۔

شروع شروع میں سبودھ قاعدے سے خرچ کرتا تھا۔ لیکن اب اس کی مانگ بڑھتی جاتی ہے۔ کہتا ہے کہ اونچی سوسائیٹی میں میل جول بڑھانے کے لئے خرچ کرنا ہی پڑتا ہے اور ایسا نہ ہونے پر ولائیت میں آنا ہی فضول ہے۔

دیپرداس کو وہ ایک بار مجبور ہو کر ضرورت سے زیادہ روپے بھیجنے پڑے اس بار مانگ آئی ہزار پونڈ کی، ضروری کام ہے۔"

دیپرداس نے ماتھے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ "ملے گا کہاں؟ خون پسینہ ایک کر کے کمودنی کی شادی کے لئے روپیہ جمع کر رہا ہوں۔ آخر کیا اسی روپے کو خرچ کرنا پڑیگا سبودھ کے بیرسٹر ہونے سے کیا ہو گا۔ اگر کمودنی کا مستقبل برباد کر کے اسکی قیمت ادا کرنی پڑے؟

رات کو دیپرداس برآمدے میں ٹہل رہے تھے۔ انہیں خبر نہ تھی کہ کمودنی بھی جاگ رہی ہے۔ جب کمودنی برداشت نہ کر سکی تو اس نے آگے دیپرداس کا ہاتھ پکڑ کر کہا "

"بھیّا! سچ سچ بتا دیجئے چھوٹے بھیّا کو کیا ہوا ہے؟ میں پیر دوں پڑتی ہوں مجھ سے نہ چھپائیے۔"

دیپ داس نے سوچا چھپانے سے کمودنی اور بھی فکرمند ہو جائے گی۔ کچھ دیر خاموش رہ کر بولے۔ "سبودھ نے اتنا زیادہ روپیہ مانگا ہے۔ کہ اتنا دینے کی مجھ میں طاقت نہیں ہے۔"

"بھیّا! ماں کے زیور جو میرے لئے رکھے ہیں اُسے لے کر۔۔۔۔!"

"چُپ رہ، چُپ رہ، تیرے گہنے کو کیا ہم ہاتھ لگا سکتے ہیں؟"

"میں تو لگا سکتی ہوں۔"

"نہیں تو بھی نہیں لگا سکتی۔ یہ سب پہنے رہ۔ جا، سو جا۔"

دیپ داس نے اسی ڈاک سے خط بھیجا کہ روپے بھیجنے کے لئے کمودنی کے گہنے بیچنے پڑیں گے۔ فوراً جواب آیا۔ سبودھ نے لکھا تھا کمودنی کے گہنے بیچ کر روپے نہیں چاہتا۔ جائیداد کا میرا آدھا حصّہ بیچ کر روپے بھیج دیجئے اور خط کے ساتھ جائیداد بیچنے کے لئے مختار نامہ بھی بھیج دیا تھا۔ یہ خط دیپ داس کے سینے میں تیر کی طرح لگا۔ دیپ داس نے اسی وقت بوڑھے دیوان جی کو بُلا بھیجا۔ پُوچھا "بھوشن رائے کریم پور تعلقے داری پٹے پر لینا چاہتا تھا نا، کتنا روپیہ دے گا؟"

دیوان نے کہا "بیس ہزار تک مل سکتا ہے۔"

بھوشن رائے کو بلوا لو۔

دیپ داس اپنے گھرانے کا بڑا لڑکا ہے۔ اس کے جنم پر ہی اس کے دادا نے یہ تعلقے دار آزادانہ طریقے سے اس کے نام کردی تھی۔ بھوشن رائے بیس پچیس لاکھ کا بیوپاری ہے۔ کریم پور اُس کی جنم بھومی ہے۔ اسی لئے بہت دنوں سے وہ اس

گاؤں کو پٹے پر لینا چاہتا ہے۔ دیپ داس کا ارادہ بھی گاؤں دینے کے لئے ہو جاتا مگر رعایا دیپ نتی اسی لئے خیال بدلنا پڑتا۔ اس بار دیپ داس نے دل کڑا کر لیا۔ اس نے سوچا میرے تعلقے کی سلامی کا روپیہ سبودھ کے لئے ہی ہے گا۔ اس کے بعد دیکھا جائے گا۔ دیوان دیپ داس کے منہ پر جواب دینے کی ہمت نہ کر سکا۔ اس نے مغموم ہو کر "کمودنی سے کہا "دہن، بھیا تمہاری بات سنتے ہیں۔ انہیں روکو۔ یہ ظلم ہو رہا ہے۔"

گھر میں سبھی کو دیپ داس سے پریم تھا۔ کسی کے لئے بھی مٹے بابو اپنا حق برباد کر دیں یہ کوئی برداشت نہیں کر سکتا تھا۔

کمودنی نے کہا۔ "بھیا آپ اپنا تعلقہ پٹے پر نہیں دے سکیں گے۔"

"کیا تیرے سر پر نواب سراج الدولہ کا بھوت سوار ہو گیا ہے، تو ہر ایک بات میں زبردستی کر رہی ہے۔"

"نہیں بھیا۔ بات دبایئے نہیں۔"

اس وقت دیپ داس برداشت نہ کر سکے۔ گلا صاف کرتے ہوئے بولے "سبودھ نے کیا لکھا ہے جانتی ہو؟" یہ کہہ کر سبودھ کا خط کمودنی کے ہاتھ دے دیا۔ کمودنی نے خط پڑھ کر دونوں ہاتھوں سے منہ ڈھانپ کر کہا۔ "باپ رے! چھوٹے بھیا ایسا خط بھی لکھ سکتے ہیں۔؟"

دیپ داس نے کہا۔ "آج اس نے تیری میری بات شروع کر دی ہے تو کیا میں اپنا تعلقہ الگ رکھ سکتا ہوں؟ آج اس کے پتا نہیں۔ آج اُسے مشکل کے وقت میں نہیں دوں گا تو دوسرا کون دے گا۔"

اس کے بعد کمودنی کچھ نہ کہہ سکی۔ اس کی آنکھوں سے آنسو گرنے لگے۔ دیپ داس آنکھیں بند کئے لیٹ گئے۔

کچھ دیر تک کمودنی نے بھائی کے پاؤں دبانے کے بعد کہا۔ "وہ بھیا مال کا دھن تو ابھی تک انہیں کا ہے۔ اُن کے گہنے رہتے ہوئے آپ کیوں۔"

دیپوداس چونک کر بول اُٹھے۔ "کمودنی، تمہاری سمجھ میں یہ بات نہیں آرہی ہے۔ گہنوں سے اگر سبودھ آج ولائیت میں تھیٹر اور سینما دیکھے تو کیا میں اُسے معاف کرسکتا ہوں ـــ نہیں، وہ کبھی منہ دکھانے کے قابل نہیں رہے گا۔ تو اُسے ایسی سزا کیوں دے رہے ہو۔"

کمودنی خاموش ہو گئی۔ اُسے کچھ سجھائی نہ دیا۔ وہ پھر اسی طرح سوچنے لگی۔ کیا کوئی ایسی بات نہیں ہو سکتی کہ پل بھر میں سب مصیبتیں دور ہو جائیں۔ لیکن ایک ہی اچھا شگون دکھائی دیا ہے کہ کچھ دن سے اُس کی بائیں آنکھ پھڑک رہی ہے

۶

دیپرداس کی طبیعت ٹھیک نہیں۔ وہ چادر اوڑھے اخبار پڑھ رہے ہیں۔ ایک آدمی آ پہنچا۔ "نمسکار۔"

"تم کون ہو؟"

"جی بڑے مالک مجھے اچھی طرح پہچانتے تھے۔ آپ لوگ اس وقت بچے تھے میرا نام بیل منی گھٹک ہے۔ میں سورگیہ گنگا منی گھٹک کا بیٹا ہوں۔"

"کیا کام ہے؟"

"اچھا لڑکا ملا ہے۔ آپ لوگوں کے گھر کے قابل ہے۔"

دیپرداس ذرا اٹھ کر بیٹھ گئے۔ گھٹک نے راجہ بہادر مدھوسودن گھوشال کا نام لیا۔

دیپرداس نے حیران ہو کر کہا۔ "وہ لڑکا ہے کیا؟"

گھٹک نے جواب دیا۔ "نہیں، انہوں نے بیاہ نہیں کیا ہے۔ بہت زیادہ دولت ہے۔ خود کام کاج دیکھنا چھوڑ دیا ہے۔ اب گرہستی کی طرف

دھیان دیا ہے۔

دیپ داس کچھ دیر بیٹھ کر حقہ پیتے رہے پھر یک دم بول اُٹھے۔ "اس کی عمر کے ساتھ میں کھانے والی لڑکی تو ہمارے گھر میں کوئی نہیں ہے۔"

ٹھگنگ اتنی آسانی سے چھوڑنے والے نہیں ہوتے۔ کس قدر دولت ہے گورنر کے دربار میں کھلے بندوں جا سکتے ہیں۔ اسی قسم کی باتوں کا ذکر کرنے لگا۔ دیپ داس نے کہا۔ "عمر کا میل نہیں ہو سکے گا۔"

ٹھگنگ نے کہا۔ "سوچ کر دیکھئے۔ دو چار دن بعد میں پھر آؤں گا۔"

دیپ داس کے لئے گرم چائے لے کر کوونی آ رہی تھی۔ دروازے کے باہر بھیگا ہوا پرانا چھاتا اور میلے جوتے دیکھ کر رک گئی۔ ان کی بہت سی باتیں اس نے سنیں۔ ٹھگنگ اس وقت کہہ رہا تھا — راجہ بہادر اس بار سالگرہ تک مہاراجہ ہو جائیں گے، یہ لاٹ صاحب نے خود اُن سے کہا ہے۔ اسی لئے اتنے دن بعد ان کا خیال ہوا کہ مہارانی کی جگہ خالی رکھنے سے کام نہیں چلے گا۔ آپ لوگوں کے جیوتشی کنو بھٹاچاریہ دُور کے ناطے سے ہمارے سمبندھی ہیں۔ اُن کے ہاں لڑکی کی کنڈلی دیکھی گئی ہے۔ بخشی ٹھیک مانتے ہیں۔ اس کام کے لئے میں نے شہر بھر کی لڑکیوں کی کنڈلیاں دیکھ ڈالی ہیں، ایسی کوئی بھی کنڈلی دیکھنے میں نہیں آئی۔ یہ دیکھ لیجئے گا میں آپ سے کہے جاتا ہوں۔ یہ رشتہ یقیناً ہو گا۔"

ٹھیک اسی وقت کوونی کی بائیں آنکھ پھڑک اُٹھی۔ کنو بھٹاچاریہ نے اُس کا ہاتھ دیکھ کر کئی بار کہا ہے کہ وہ راج رانی ہو گی۔ اس کے جیوتشی سالانہ دکشنا لیتے آئے تھے۔ وہ کہہ گئے تھے۔ عورت کی من کی آشا پوری ہو گی۔ برشچک راشی کا راج سمّان ہو گا۔ دشمن کا ناش ہو گا۔ دیپ داس کی برشچک راشی ہے۔ بیچ بیچ میں روگ کا کشٹ ہے۔ اس کا نمونہ سامنے ہے۔ کل رات ہی سے

دیپرداس کو سردی لگ گئی ہے۔

کمودنی نے بھائی کے پاس بیٹھ کر کہا ۔" بھیا کیا سر میں درد ہو رہا ہے"

بھیا نے کہا ۔ " نہیں ۔"

" چائے ٹھنڈی تو نہیں ہو گئی ؟ آپ کے کمرے میں آدمی دیکھ کر میں نہ آسکی ۔"

دیپرداس نے کمودنی کے منہ کی طرف دیکھ کر لمبی سانس لی۔ شوئی تقدیر سب سے ناقابل برداشت ہے ۔ بھائی کے چہرے پر پریشانی کے آثار دیکھ کر کمودنی دکھی ہو گئی ۔ نصیب کی دین پر بھائی کیوں اس طرح تنگ کر رہے ہیں ۔

گھٹنک دوسری بار دیپرداس کے پاس آیا ۔ اس بار دیپرداس فوراً بات ختم نہ کر سکا ۔ اتنی بڑی ذمہ داری کیسے لی جائے ۔ یہ کیسے فیصلہ ہو کہ یہ رشتہ کمودنی کے لئے سب سے بہتر ہے یا نہیں ؟ " پرسوں آخری فیصلہ بتا دوں گا ۔" کہہ کر انہوں نے گھٹنک کو رخصت کیا ۔

کمودنی نے کمرے میں دیپک نہیں جلایا ۔ لکڑی کے صندوق پر بیٹھی کھڑکی کے باہر دیکھ رہی ہے ۔ سچ ہے کہ ماں کے مقدس کیریکٹر میں ایک کمی رہ گئی ہے انہوں نے سوامی کے قدموں پر کچھ عرصے کے لئے حوصلہ چھوڑ دیا تھا ۔ میں ایسی بھول کبھی نہ کروں گی ۔

دیپرداس کے قدموں کی آہٹ سن کر کمودنی چونک اٹھی ۔ بھیا کو دیکھ کر بولی کیا دیپک جلا دوں ؟ "

" نہیں کمودنی ضرورت نہیں ۔" کہہ کر دیپرداس صندوق پر اسی کے قریب بیٹھ گئے ۔ کمودنی نوراً فرش پر بیٹھ کر اُن کے پیر دبانے لگی ۔ دیپرداس نے ملیمی سے کہا ۔" بیٹھک میں آدمی آیا تھا اسی لئے تجھے نہیں بلایا ۔ تو اتنی دیر تک اکیلی بیٹھی

تھی۔ کمودنی نے شرماتے ہوئے کہا۔ "نہیں، کھیما بُوا کافی دیر تک یہیں تھیں" بات بدلنے کے لئے اُس نے کہا۔ "بھیّا بیٹھک میں کون آیا تھا۔؟"

"یہی بتانے کے لئے آیا تھا۔ اس سال جیٹھ کے مہینے میں تو اٹھارہ برس ختم کر کے انیسویں میں داخل ہو جائے گی۔"

"ہاں بھیّا اس میں نقصان کیا ہے۔؟"

"نقصان کی بات نہیں، آج نیل منی گھٹک آیا تھا۔ بہن شرمانا نہیں۔ جب پتا جی تھے تو دس برس کی تھی۔ تیرا بیاہ ٹھیک ہو گیا تھا۔ اگر اس وقت بیاہ ہو جاتا تو تمہاری رائے لینے کی ضرورت نہ تھی۔ لیکن آج میں ایسا نہیں کر سکتا۔ تو نے راجہ مدھوسودن گھوشال کا نام ضرور سُنا ہوگا۔ وہ خاندانی آدمی ہیں۔ لیکن عُمر میں تم سے بہت بڑے ہیں۔ میں تو راضی نہ ہو سکا۔ تمہارے مُنہ سے کچھ سُن کر فیصلہ کروں گا۔ کمو شرماؤ نہیں۔"

"نہیں، شرماؤں گی نہیں۔" کہہ کر وہ کچھ دیر خاموش رہی۔ پھر بولی "جس کی بات آپ کہتے ہیں اُس کے ساتھ میرا رشتہ یقیناً ٹھیک ہو گیا ہے۔ یہ مطلب اس گھٹک کی باتوں سے صاف ظاہر ہوتا ہے۔ نہ جانے کب یہ بات میرے ذہن میں بیٹھ گئی ہے۔" وپرداس نے حیران ہو کر کہا۔ "کیسے ٹھیک ہوا؟"

کمودنی خاموش رہی۔ وپرداس نے کمودنی کے ماتھے پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔"

"بچپن مت کرو کمو۔"

"تمہیں علم نہیں ہے بھیّا! میں ذرا بھی بچپن نہیں کر رہی۔"

"انہیں تو نے دیکھا بھی نہیں؟"

"نہ سہی، میں تو ٹھیک جانتی ہی ہوں۔"

" دیکھ کمود! جیون بھر کی بات کو کسی تصور میں جلد بازی میں نہ کہہ دینا۔"

" یہ تصور نہیں ہو سکتا بھیا۔ میں تمہارے پاؤں چھو کر کہتی ہوں۔ میں اور کسی دوسرے کے ساتھ بیاہ نہیں کروں گی۔"

دیپ داس چونک اُٹھے۔ جہاں بُرے بھلے کا خیال نہیں وہاں بحث کیسے چل سکتی ہے۔ دیپ داس نے سمجھ لیا کہ کسی اندرونی طاقت نے کمود کے دل پہ حق جما لیا ہے۔ بات پہ سچ بھی ہے۔ آج صبح سویرے دیوتا کے نام پہ کمودنی نے کہا تھا۔ اُن سے گنتی کے دو دو پھول الگ رکھنے کے بعد جو پھول بچ رہے گا اس کا رنگ اگر دیوتا کی طرح نیلا ہوا تو سمجھ لوں گی کہ میری پسند ہی بھگوان کی خواہش ہے اور سب کے آخر جو پھول بچا وہ تھا نیلا ــــ

پاس ہی محلے کے مکان میں آرتی کا گھنٹہ بج اُٹھا۔ کمودنی نے ہاتھ جوڑ کر پرنام کیا۔ دیپ داس کافی دیر تک بیٹھے رہے۔ بجلی چمک رہی تھی اور موسلا دھار بارش ہو رہی تھی۔

کئی بار دیپ داس نے سمجھانے کی کوشش کی۔ وہ بنا جواب دیئے سر جھکائے خاموش بیٹھی رہتی۔ بیاہ پکا ہو گیا۔ صرف ایک معاملے میں دونوں طرف سے بات چیت چل رہی ہے کہ بیاہ کہاں پر ہو۔ دیپ داس کی خواہش تھی کہ کلکتے میں ہو اور مدھوسودن کو ضد تھی کہ نور نگر میں ہو۔ آخر میں نور نگر میں ہی بیاہ ہونا طے ہوا۔ بیاہ کی تیاری کے لئے کچھ دن پہلے ہی نور نگر آنا پڑا۔ کمودنی خوش تھی اور اس خوشی میں اس کا رنگ روپ اور نکھر آیا۔

ایک دن کمودنی کے سامنے تن کوڑن نامی بڑھیا نے کہہ دیا۔ "وہ میری کمودنی کا اچھا نصیب ہے، ایک راجہ مل گیا۔ ارے! کیا تجھے رجب پور کے آنند دگماشتے کا پتہ نہیں، اُسی کا تو یہ لڑکا ہے مدھوا۔ جس وقت دیش میں قحط

پڑا تھا۔ اُس نے کہیں سے چاول منگا کر بیچے تھے جس کی کمائی ابھی تک چلتی آ رہی ہے۔ اس کی ماں کو تو آخری وقت اپنے ہاتھ سے پکا کر کھانا پڑا۔

"اُن کی ماں ہمارے محلے کی لڑکی تھی۔ چکروتی پروہتوں سے اُس کا میکہ تھا۔ سچ کہنے میں کیا برائی ہے۔ اچھے براہمنوں کے گھر میں تو اس کا بیاہ ہو ہی نہیں سکتا تھا۔ لیکن دولت ذات اور خاندان تھوڑے ہی دیکھتی ہے۔"

کمودنی کا دل نئے جگ کی رنگینیوں سے بے نیاز تھا۔ خاندان کی پاک دامنی اس کی نظر میں عظیم ہے۔ اسی وجہ سے افواہوں کو دبانے کی بڑی کوشش کی گئی جس طرح پھٹے ہوئے کو دبانے سے روئی اور بھی زیادہ باہر نکلتی ہے یہی حالت اُن کی ہوئی۔

پُرانے کسانوں میں بوڑھا داموور بڑا بھروسے کا آدمی تھا۔ اُس سے معلوم ہوا کہ کافی وقت پہلے نور نگر کے پاس "سی کلی" گاؤں میں گھوش لوگوں کی زمینداری تھی۔ اب وہ چیٹر جی خاندان کے قبضے میں ہے۔ موروثیوں کے توڑنے والے معاملے میں کس طرح گھوش خاندان کا خاتمہ ہوا اُس طرح بھی چیٹر جی نے انہیں دیش اور سماج سے باہر نکال دیا۔ گھوش خاندان کبھی چیٹر جی خاندان کے مقابلے کا تھا۔ لیکن ویپرداس کے دل میں ڈر سما یا رہا کہ یہ بیاہ بھی کسی پرانے کھاتے کا کوئی بقایا قرضہ نہ ہو۔

۷

اگلے ماہ بیاہ ہے بکتی پُوجا ہو چکی ہے۔ اس کے دو دن بعد اچانک گھوش
کمپنی کے لوگ کناتیں اور خیمے لے کر آ پہنچے۔ ساتھ مزدوروں کا ایک گروہ تھا۔
معلوم ہوا کہ براتی "سیا کلی" میں گھوش تالاب کے کنارے خیمے لگا کر کچھ دن
پہلے ہی ٹھہریں گے۔

دیپرداس نے کہا "یہ کیسی عجیب بات ہے۔ وہ جتنی تعداد میں آنا چاہیں آئیں
جب تک جی چاہے رہیں۔ ہم سب انتظام کر دیں گے۔ خیمہ زن ہونے کی کیا ضرورت
ہے۔ ہمارا دوسرا مکان ہے اُسے خالی کرائے دیتے ہیں۔"

اوورسیئر نے کہا۔ "راجہ بہادر کا حکم ہے۔ تالاب کے چاروں طرف کا
جنگل صاف کرنے کو کہا ہے۔ آپ کی اجازت چاہیئے۔"

دیپرداس کا چہرہ سُرخ ہو گیا۔ بولے۔ "جنگل تو ہم ہی صاف کروا دیتے۔"

اوورسیئر نے حلیمی سے کہا۔ "راجہ بہادر کے بزرگ کبھی وہاں رہتے تھے
اس لئے دِل میں خیال آیا کہ خود ہی اُسے صاف کروا لیں۔"

بات کوئی ایسی ناجائز نہیں تھی۔ مگر دل میں تنگ پیدا ہو گیا۔ رعایا کہنے

گی - ہمارے مالک پر دھاک جمانے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ دولت کا گھمنڈ ہو گیا ہے۔ چھوٹے مالک ہوتے تو برداشت نہ کرتے۔" نرائن نے آکر دیپ داس سے کہا - "ان کے مقابلے میں ہم پیچھے نہیں رہ سکتے۔ جو خرچ ہوگا ہم مل کر کریں گے۔" کچھ آنے والے حصے کے مالک گوپال نے آکر کہا۔" خاندان کی ہتک نہیں برداشت کی جا سکتی۔ ایک وہ وقت تھا کہ ہمارے خاندان کے لوگوں نے گھوشالوں کی عقل ٹھکانے لگا دی تھی۔ آج وہ پیسے کی شان دکھانے آئے ہیں اس لئے اس میں ڈرنے کی کیا بات ہے بھائی صاحب! جو بھی خرچ ہوا ہم تو ہیں۔ جائیداد کا بٹوارہ تو ہو چکا ہے لیکن خاندان کی عزت کا بٹوارہ تو نہیں ہوا۔" اتنا کہہ کر گوپال خود ہی منتظم بن گیا۔

دیپ داس کمودنی کے پاس نہیں گئے۔ کس منہ سے جاتے۔ لڑکیاں کمودنی پر غصہ اتار رہی تھیں کہ اس کی وجہ سے مردوں کو نیچا دیکھنا پڑ رہا ہے۔ "راج رانی بننے چلی ہے۔ بس دیکھ لو رانی کا ٹھکانہ۔"

ذات خاندان کی بات کو کمودنی نے اپنی طاقت سے دبا دیا تھا۔ لیکن دولت کے منہ پر خاندان کی توہین ہوتی دیکھ کر وہ غمگین ہو گئی۔ وہ لوگوں سے نظر بچاتی پھر رہی تھی۔ گھوشال خاندان کی لاج تو آج اس کی لاج ہے اس کا دل بھیا کے منہ سے کچھ سننے کے لئے تڑپ رہا ہے۔ لیکن بھیا سے ملاقات ہی نہیں ہوتی۔ بھوجن کرنے کے لئے بھی وہ نہیں آتے۔

ایک دن دیپ داس دن تا پور کے باغ میں بھٹی کی جگہ دیکھنے گئے تو دیکھا کہ پیچھے کے تالاب کے گھاٹ پر کمودنی پتھر کی سیڑھیوں پر بیٹھی سر جھکائے پانی کی طرف دیکھ رہی ہے۔ بھیا کو دیکھ کر وہ فوراً اٹھ بیٹھی۔ رندھے گلے سے بولی۔

"بھیا کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔" یہ کہہ کر آنچل میں منہ چھپا کر رونے لگی۔

پیٹھ پہ ہاتھ پھیرتے ہوئے دیپ داس نے کہا "ان لوگوں کی بات پر دھیان نہ دو بہن۔"

"بھیا وہ لوگ یہ سب کیا کر رہے ہیں؟ بھلا ایسے تمہاری عزت رہ سکتی ہے؟"

"کمود! تو ان کی طرف ذرا دھیان دے کر تو دیکھ۔ بزرگوں کی جگہ پر آ رہے ہیں، ذرا بھی دھوم دھام نہ مچائیں گے؟ اس بات کو بیاہ سے الگ کر سوچ"

کمودنی خاموش رہی۔ اب دیپ داس سے نہ رہا گیا۔ وہ جان پہ کھیل کر بولے "اگر تیرے دل میں کچھ شبہ ہو تو بول، بیاہ اب بھی رُک سکتا ہے۔"

تیزی سے سر ہلاتے ہوئے کمودنی نے کہا "چھی! چھی! ایسا بھی کہیں ہوتا ہے؟ بھگوان کے سامنے مان چکی ہوں۔ اب جو باقی ہے وہ تو صرف دکھاوے کی بات ہے۔"

۸

گھوش تالاب کے کنارے کا جنگل اتنا صاف ہو گیا ہے کہ اب اس کا پہچاننا بھی مشکل ہے۔ سرخی کی رنگین سڑک ہے جس کے دونوں طرف بتیوں کے کھمبے لگے ہیں۔ تالاب کا کیچڑ نکال دیا گیا ہے۔ گھاٹ کے پاس دو چھوٹی چھوٹی کشتیاں بندھی ہیں۔ ایک پر لکھا ہے۔ "مدھو متی" اور دوسرے پر "مدھو چکوری"۔ جس خیمے میں راجہ بہادر خود ٹھہریں گے اس کے دروازے پر پیلے کپڑے پر لکھا ہے "مدھو چکر"۔ ایک شامیانہ اتنا بڑا لگا ہے جو تالاب کے پانی تک چٹائیوں سے گھرا ہوا ہے۔ گھاٹ پر نیم کا پرانا درخت ہے، اس پر ایک تختہ لگا ہوا ہے جس پر لکھا ہے "مدھو ساگر"۔ پھر زمین پر طرح طرح کے پھولوں کے گملے پڑے ہیں۔ چاروں طرف مدھو نام کی مہر لگی ہے۔ باوردی چپراسیوں کا گروہ ادھر ادھر گھوم رہا ہے یہ رنگ ڈھنگ دیکھ کر چٹرجی خاندان کے لوگوں کا خون کھول رہا ہے اور نگر کے کلیجے پر نوک دار جھنڈا گاڑ کر اس پر آج گھوش خاندان کا نیچ کا جھنڈا لہرا رہا ہے۔

دیپ داس نے گوپال کو بلا کر کہا۔ "اس قدر دکھاوا کرنا تو اوچھے لوگوں کا کام ہے۔"

گوپال نے کہا۔ "بھگوان نے نہ جانے کون سا جھمیلا پھاڑ کر اتنے آدمی بنا ڈالے ہیں۔ بڑی بڑی باتیں بنانے والے لوگوں کے چار منہ چاہئیں۔ لڑکے ہیں ساڑھے پندرہ آنے لوگ اوچھے ہیں۔ اگر اپنی عزت کی حفاظت کرنی ہے تو اوچھوں ہی کا راستہ اپنانا پڑے گا۔"

دیپ داس نے کہا۔ "تم اس طرح نہ جیت سکو گے۔ بہتر یہی ہے کہ سیدھے سادے ڈھنگ سے کام کیا جائے۔ قابل برہمن کو بلا کر ہون کرایا جائے وہ راجہ ہو گئے ہیں۔ انہیں شان و شوکت دکھانے دو۔ ہم برہمن ہیں، ہمارا کام یہ نہیں ہے۔"

گوپال نے کہا "بھائی صاحب آپ کی یہ بھول ہے۔ یہ ست جگ نہیں۔"

گوپال رعایا سے مل کر کمر کس کر کام پر لگ گیا۔ سب سے چھاتی تان کر کہا "روپے کی کیا فکر ہے؟" نوکر چاکر، پیادے، برقنداز وغیرہ ہر ایک چھوٹے بڑے نے نئی لال پوشاک پہنی۔ رنگین دھوتیاں پہن لیں۔ لال کپڑے سے مڑھا ہوا بھاری دالا نوبت خانہ کھڑا کیا، سات کوس سے اس کی چوٹی دکھائی پڑتی۔ دونوں حصے داروں نے مل کر اپنے چار چار ہاتھی نکالے اس پر ہودا چڑھایا۔ بنا مطلب ہی وہ گھوش تالاب کے سامنے سڑک پر سونڈ ہلا ہلا کر ٹہلتے رہتے۔ گلے میں ٹن ٹن گھنٹہ بجتا۔ "اور چاہے جو کچھ ہو اس کے بورڈوں میں سے ہاتھی نہیں نکلتے" یہ کہہ کر ہر ایک آدمی کھل کھلا ہنس پڑتا اور ہنستے ہنستے لوٹ پوٹ ہو جاتا۔

بیاہ میں صرف دس دن باقی رہ گئے ہیں۔ پتہ چلا کہ راجہ بہادر آ رہے ہیں۔ اب فکر ہوئی کہ کیا کرنا چاہیے۔ مدھوسودن نے انہیں کوئی خبر نہ بھیجی تھی

شاید سمجھا ہو کہ اطلاع عام لوگوں کے لئے ضروری ہے۔ راجاؤں کے لئے نہیں ایسی حالت میں کیا خود اسٹیشن پر جا کر ان کا سواگت کرنا واجب ہوگا؟ خبر نہ دینے کا مناسب جواب تو خبر نہ لینا ہی ہے۔

کمودنی نے دیپرداس کو گھر انگلش ہے۔ کہیں اس کے دل کو چوٹ نہ لگے یہی فکر انہیں کھائے جا رہی ہے۔ زبردستوں کے ہاتھ میں سماج نے لاٹھی دی ہے۔ مگر کمزوروں کا ہمدرد کون ہے؟ ایسی حالت میں پریم کی جگہ غصہ، نفرت اور حسد کے طوفان میں بہہ کر اپنے عزت کی حفاظت کرنا بزدلی ہے یہ تھے دیپرداس کے خیالات۔

دیپرداس کسی سے صلاح کئے بنا ہی گھوڑے پر سوار ہو کر اسٹیشن چل دیئے قریباً پانچ بجے گاڑی آ پہنچی۔ راجہ صاحب اپنے لواحقین کے ساتھ گاڑی سے اترے۔ دیپرداس سے جل کر دکھے انداز میں مسکرا کر کے بولے "داداجی، آپ نے کیوں تکلیف کی؟"

دیپرداس نے کہا "آپ بھی خوب ہیں پہلی بار ہمارے دیش میں آئے ہیں۔ میں سواگت کے لئے بھی نہ آتا۔؟"

"آپ بھولتے ہیں۔ میں ابھی آپ کے دیش میں نہیں آیا۔ وہ آنا ہوگا بیاہ کے دن۔" دیپرداس اس کا مطلب نہیں سمجھ سکے اسٹیشن کی بھیڑ بھاڑ میں بحث کرنا مناسب نہ جان کر کہا "گھاٹ پر بجرا تیار ہے۔"

راجہ صاحب نے کہا "اس کی ضرورت نہ ہوگی، ہماری اسٹیم لانچ آ گئی ہے۔" دیپرداس سمجھ گئے کہ اور کچھ کہنے کا موقع نہیں لیکن پھر بھی کہا "کھانے پینے کا سامان، رسوئیے کی کشتی سب کچھ تیار ہے۔"

"کیوں آپ نے تکلیف اٹھائی۔ ہمیں کسی چیز کی ضرورت نہ ہوگی۔ دیکھئے

ایک بات یاد رکھیے۔ میں آیا ہوں بزرگوں کی جنم بھومی میں، آپ کے دیش میں نہیں۔ آپ کے ہاں بیاہ کے دن آنے کی بات ہے۔"

دیپ داس کے کلیجے میں دھڑکا سا بیٹھ گیا۔ اسٹیشن کے ویٹنگ روم میں جا کر آرام کرسی پر لیٹ گئے۔ سردی کی شام تھی، اندھیرا چھا رہا تھا۔ پچھم سے گاڑی آنے کی گھنٹی بجی۔ اسٹیشن کی بتیاں جل گئیں۔ لگام ڈھیلی چھوڑ کر گھوڑے کو اپنی مرضی کے مطابق چلنے کی آزادی دے کر جب دیپ داس گھر پہنچے تو کافی رات ہو چکی تھی۔ کہاں گئے تھے کیا بات تھی یہ کسی کو نہیں بتایا۔

اسی رات دیپ داس کو سردی لگ گئی اور کھانسی دھیرے دھیرے بڑھنے لگی۔ انہوں نے کوئی پروا نہیں کی جس کا نتیجہ ہوا کہ مرض بڑھ گیا۔ آخر بہت کچھ کہہ سن کر کمودنی نے انہیں بستر پر لٹایا اور بیاہ کے کام کا سارا بوجھ گوپال پر ڈال دیا۔

ایک دو دن بعد گوپال نے آ کر دیپ داس سے کہا "کیا کروں، کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔" دیپ داس نے بے چین ہو کر "کیوں کیا ہوا؟"

"سالھ میں کچھ انگریز آئے ہیں۔ کل میرپور کے تالاب سے کم از کم دس بگلے مار لائے ہیں۔ اب گئے ہیں چندن پور کی جھیل پر۔ بیاہ کے دنوں میں وہاں سہانا موسم ہوگا۔ وہاں بھی انہیں ماریں گے۔"

دیپ داس حیران ہوئے مگر کچھ بولے نہیں۔

گوپال نے کہا "تمہارا ہی حکم ہے کہ اس جھیل پر کوئی شکار نہیں کھیلے۔ اس بار ضلع کے مجسٹریٹ تک کو روک دیا گیا تھا۔ ہم تو ڈر گئے تھے کہ کہیں تمہیں بھی برطرف سمجھ کر گولی نہ مار دیں۔ وہ بھلا آدمی تھا مگر یہ تو کسی طرح بھی ماننے والے نہیں۔ پھر بھی اگر کہو تو ایک بار کہہ۔" دیپ داس جلدی سے بولے "نہیں نہیں

کچھ مت بولو۔"

چیتنے کے شکار میں ضلع بھر میں دیپر داس کا کوئی ثانی نہیں۔ ایک بار چڑیا مارنے پر طبیعت بہت اُداس ہو گئی، اس دن سے اُنہوں نے اپنے علاقے میں چڑیا کا شکار بالکل بند کر دیا۔

کمودنی بیٹھی دیپر داس کے ماتھے پر ہاتھ پھیر رہی تھی۔ گوپال کے چلے جانے پر اُس نے کہا۔" بھیّا منع کروا دو۔"

"کیا منع کروا دوں؟"

"پرندوں کا شکار۔"

"وہ غلط مطلب نکالیں گے کمود، اور شاید برداشت بھی نہ کر سکیں گے"

"رہنے بھی دو، عزت اور بے عزتی صرف اُنہی کی نہیں، وہ پرندوں کی بھی ہے۔"

دیپر داس کمودنی کی طرف دیکھ کر مسکرائے۔ وہ جانتے تھے کہ کمودنی دل ہی دل میں ستی دھرم کا پالن کر رہی ہے۔ سادھارن پرنسے کے لئے کہیں اور کچھ نہ ہو جائے۔ دیپر داس نے محبت بھرے لہجے میں کہا "غصہ مت کرو کمود میں نے بھی تو کسی دن چڑیا ماری تھی، اس وقت میں نے بھی اُسے ظلم نہیں سمجھا تھا آج اُن کی بھی یہی حالت ہے۔

پھر کیا تھا۔ پورے جوش و خروش سے شکار چلنے لگا۔ تیرے پیر ٹینس کا کھیل۔ رات کو انگریز لوگوں کا ناچ گانا۔ گاؤں کے لوگ چونک پڑتے ہیں سونے کے ٹوپ پہنے جب انگریز لوگ مچھلی کا شکار کرتے تو وہ نظارہ قابلِ دید ہوتا۔ اس کے مقابل دو مردوں کی طرف لاٹھی کا کھیل، کشتی، اور کشتی چلانے کا مقابلہ، چار چار ہاتھیوں پر گھومنا کچھ وقعت نہیں رکھتا ہے۔

بیاہ سے دو دن پہلے سوغات کی چیزیں زیورات سے لے کر کھیلنے کی
گڑیا تک جتنی بھی آئی تھیں، اُن کی آب و تاب دیکھ کر سب لوگ حیران رہ گئے
اُن کے لانے والے مزدوروں کی تعداد بھی بہت تھی۔ چیٹرجی خاندان نے بہت
شان کے ساتھ انہیں رخصت کیا۔

ہر خاص و عام کے کھلانے پلانے کے لئے بڑے پیمانے پہ انتظام کیا گیا
اس دن ڈھنڈورہ پٹوا کہ ہر خاص و عام کو دعوت دی گئی کہ کوئی بھی شخص
بنا روک ٹوک کے مدھوپوری میں آسکتا ہے گوپال آگ بگولا ہو گیا۔ بولا :-
" ذرا ہمت تو دیکھئے۔ ہم لوگ زمیندار ہیں، اُن لوگوں کو کیا حق ہے کہ اپنی مدھو پوری
کھڑی کر دیں۔"

ادھر بھوجن کی تیاری بڑی دھوم دھام سے ہو رہی تھی۔ سب کو معلوم
ہو گیا کہ معمولی دعوت نہیں۔

چیٹرجی خاندان میں دوپہر کے بعد بھوجن ہے کھانوں کے گرد وہ مل کر خود
ہی تیاری کر رہے ہیں۔ ہندوؤں کے لئے الگ جگہ ہے اور مسلمانوں کے لئے
الگ۔ صبح سویرے بھٹیاں جلادی گئیں۔ سامان چاہے اتنا نہ ہو لیکن چیٹر
جی خاندان کی جے بولی جا رہی ہے۔ گوپال نے خود پانچ بجے شام تک بھوکے
رہ کر اپنے سامنے سب کو کھلایا۔ اس کے بعد بھکاریوں کو بانٹا گیا، مالک کی
وفادار رعایا نے اپنے آپ ہی خیرات کا انتظام کیا۔ مسرت اور شادمانی کے
شور نے ایک عجیب منظر پیدا کر دیا۔

مدھوپوری میں دن بھر بھٹیاں گرم رہیں۔ قسم قسم کے کھانے تیار ہوئے
دُور دُور تک اُن کی مہک جاتی تھی۔ رات ہو گئی۔ روشنی جگمگا اٹھی۔ راجہ بہادر
کے پاس نوکر چاکر جا کر کہہ رہے ہیں کہ ابھی تک لوگ کافی تعداد میں نہیں آئے

آج پینٹھ کا دن ہے۔ دوسرے علاقے سے جو پینٹھ کرنے آئے تھے انہیں میں سے کوئی کوئی پتل بھی دیکھ کر بیٹھ گئے ہیں۔ کنگلے بھکاری بھی بہت تھوڑے آئے ہیں۔

مدھوسودن نے خیمے کے اندر جا کر ایک گہری سانس لی۔ یہ ہوں ہی چھوٹے بھائی راد ھو نے آ کر کہا۔ "بھیا اب ہو چکا ہے چلئے کلکتے واپس لوٹ چلیں۔"

"کیوں؟"

"یہ سب لوگ بدمعاشی کر رہے ہیں۔ اُن سے بڑے گھر کی لڑکیاں تمہارا اشارہ پاتے ہی آ جائیں گی صرف ایک بار ہاں کرنے کی ضرورت ہے۔"

مدھوسودن گرج کر بولا۔ "جا، چلا جا یہاں سے۔"

سو برس پہلے جو کچھ ہوا آج بھی وہی سب ہوا۔ اس بار بھی ایک طرف کے لوگوں کے دکھاوے کی چوٹی بڑی اُونچی بنائی گئی تھی۔ دوسری طرف کے راستے سے نکلنے نہ دیا۔ لیکن ہار جیت باہر سے دیکھنے میں نہیں آتی۔

بھبھر جی کی لہ عایا خوب ہنسی۔ وپر داس بستر پر پڑے تھے۔ اُن تک کوئی خبر پہنچ ہی نہ سکی۔

~~~~~~~~~~
~~~~~~~~~~

۹

بیاہ کے دن راجہ نے حکم دیا، ہمو کے گھر کے راستے میں دھوم دھام ایک دم بند کر دو۔ روشنی نہیں جلائی گئی۔ باجے نہیں بجے۔ ساتھ میں صرف اپنے پروہت اور دو بھاٹ تھے۔ پالکی میں بیٹھ کر دولہا دھیرے سے بیاہ منڈپ میں آیا۔ لوگوں کو خبر تک نہ ہوئی۔ دولہا والے مدھو پوری میں بینڈ بجا کر خوشیاں منا رہے تھے اور بھوجن کر رہے تھے۔

گوپال نے سمجھا یہ الٹا جواب ہے۔ ایسی حالت میں لڑکی والے ہاتھ پاؤں جوڑ کر منانے کی کوشش کرتے ہیں لیکن گوپال نے کچھ نہیں کیا۔ اس نے ایک بار پوچھا تک نہیں کہ براتی کہاں رہ گئے۔ کیوں نہیں آئے۔

کمودنی بیاہ منڈپ میں جانے سے پہلے بھیا کو پرنام کرنے کے لئے آئی۔ اس کا سارا جسم کانپ رہا تھا۔ اس وقت وپرداس کو بڑے زور کا بخار تھا۔ چھاتی اور پیٹھ پہ رائی اور سرسوں کا لیپ کیا گیا تھا۔ کمودنی ان کے پیر دل پہ سر رکھ کر اپنے آپ کو روک نہ سکی وہ سسکتے ہوئے رو پڑی۔

کھیما بُوا نے اس کے مُنہ پر ہاتھ رکھ کر کہا "چھی، چھی! اس طرح نہیں رونا چاہیئے۔" دیپ داس ذرا اُٹھ کر اس کا ہاتھ پکڑ کر اُسے پاس بٹھا کر کچھ دیر تک اس کا مُنہ دیکھتے رہے۔ اُن کی آنکھوں سے آنسو گرنے لگے۔ کھیما بُوا نے کہا "وقت تو ہو گیا ہے۔"

دیپ داس نے کمودنی کے سر پر ہاتھ رکھ کر رُندھے گلے سے کہا "ایشور کلیان کریں" یہ کہہ کر بستر پر لُڑھک گئے۔

بیاہ کے وقت کمودنی کی دونوں آنکھوں سے برابر آنسو گرتے رہے جب اُس نے دُولہا کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دیا تو وہ ایک دم برف کی طرح ٹھنڈا تھا۔ اور تھر تھر کانپ رہا تھا۔ کیا اُس نے شبھ گھڑی میں پتی سوامی کا چہرہ دیکھا؟۔ شاید نہیں دیکھا۔ ان لوگوں کے برتاؤ سے اُس کا دل سوامی سے خوف کھا رہا تھا۔ جیسے کہ پرندے کو محسوس ہو رہا ہو کہ یہ اس کا گھونسلا نہیں جال ہے۔

مدھوسودن دیکھنے میں بدشکل نہیں ہے لیکن بڑا سنگدل ہے۔ کالے چہرے پر جہاں سب سے پہلے نظر پڑتی ہے وہ ہے پرندے کی چونچ جیسی لمبی ٹیڑھی ناک، جو ہونٹ کے برابر جھکی ہوئی جیسے پہرہ دے رہی ہے۔ گھنی بھوؤں کے اوپر چوڑا ماتھا رکی ہوئی دھارا کی طرح ہے۔ انہیں بھوؤں کی چھاؤں کے نیچے چھوٹی ترچھی آنکھیں ہیں۔ مونچھ داڑھی صفا چٹ ہے۔ ہونٹ پتلے اور ٹھوڑی بڑی ہے۔ بال موٹے اور سر پر باریک کٹے ہوئے ہیں۔ جسم خوب گٹھا ہوا ہے۔ عمر سے کم ہی دکھائی دیتا ہے۔ لیکن کانوں کے دونوں طرف کچھ بال سفید ہو گئے ہیں۔ قد لمبا نہیں ہے۔ کمودنی کے برابر کا ہی ہے۔

بیاہ اس ڈھنگ سے ہوا کہ کسی کو بھی اچھا نہ لگا۔ دولہا اور دلہن کی طرف کے لوگوں کے پہلے طمن ہی میں ایسی بے ثمری جھنجھلاہٹ اٹھی کہ سب مزا کرکرا ہو گیا۔ کمودنی کے دل میں ایک سوال رہ رہ کر ٹھیس پہنچا رہا تھا۔ کہ کیا بھگوان اُسے ایک دم بھول گئے۔ وہ دل کو دلاسہ دے کر کہتی۔ "اے میرے دل کمزور نہ بن۔" اس کے لئے سب سے مشکل ہو رہا تھا اپنے بھائی سے اپنے خوف کو چھپانا۔

دیپرداس کا بخار، کھانسی اور چھاتی کا درد دُور نہیں ہوا۔ تکلیف بڑھتی ہی گئی۔ ڈاکٹر نے کہا۔ "انفلوئنزہ ہے ہو سکتا ہے نمونیا میں بدل جائے۔ خاص خیال رکھنا چاہیے۔" کمودنی کی بیقراری کی انتہا نہیں تھی۔ یہ طے ہوا تھا۔ کہ بیاہ کے تیسرے دن کلکتے لوٹ آدیں گے۔ لیکن سُنا گیا کہ مدھوسودن نے ایکا ایک فیصلہ کیا کہ بیاہ کے دوسرے ہی دن کمودنی کو لے کر چلے جائیں گے۔ کمودنی سمجھ گئی کہ یہ یقیناً ضرورت اور کام کے لئے نہیں۔ ضد کے لئے ہو رہا ہے۔ ایسی حالت میں رحم کی بھیک مانگ لے۔ کمودنی کے دل پر بجلی گر پڑتی۔ کمودنی نے بیاہ کی رات ہی کو بہر جھکا کر سوامی سے صرف یہ پرار تھنا کی کہ اُسے دو دن اور گھر پر رہنے دیا جائے جس سے وہ اپنے بھائی کو کچھ بہتر حالت میں دیکھ کر جا سکے۔ جواب میں مدھوسودن نے اختصار سے کہا "سب تیاری ہو چکی ہے۔" اس بات میں کمودنی سے رتی بھر بھی ہمدردی کا اظہار نہیں تھا۔ اس کے بعد مدھوسودن نے کمودنی سے باتیں کرنے کی بہت کوشش کی لیکن اُسے کسی بات کا جواب نہ مل سکا۔ بستر کے کنارے مُنہ پھیر کر خاموش سو رہی۔

ابھی اندھیرا ہے۔ پرندوں کی چہک سُنتے ہی وہ بستر سے اُٹھ کر چلی گئی۔ دیپرداس رات بھر بیقرار رہے۔ شام کے ذرا بیمار ہوتے ہوئے بھی وہ بیاہ کے

مشرف پر جانے کے لئے تیار ہو گئے۔ ڈاکٹر نے بہت کوشش کی کہ انہیں در کا بہت سے لوگوں کو بھیج کر انہوں نے خبر معلوم کی۔ لڑائی کی خبروں کی طرح زیادہ تر خبریں بنا دی تھیں۔ دیپر داس نے پوچھا "وہ برات کب آئی۔ باجوں کی آواز سنائی نہیں دی۔"

شمبو نے کہا "ہمارے داماد بڑے عقلمند ہیں۔ گھر میں بیماری سن کر انہوں نے سب بند کروا دیا ہے۔ ایسی حالت ہوئی ہے کہ براتیوں کے قدموں کی آہٹ بھی سنائی نہیں دی۔"

"ارے شمبو! کھانے پینے کی چیزوں میں تو کمی نہیں پڑی نا؟ مجھے اس کی فکر بہت تھی کہ کلکتے جیسا انتظام یہاں نہ ہو سکے گا۔"

"واہ حضور، کیسی بات کہتے ہیں۔ ہوگی کیوں! کتنی تو پھینک دینی پڑی ہی اتنے ہی لوگوں کا بھوجن ابھی بچا ہوا ہے۔"

"وہ لوگ خوش تو ہو گئے ہیں نا!"

"کسی کے منہ سے کوئی شکایت نہیں سنی گئی۔ ہم نے اور بھی بہت سی شادیاں دیکھی ہیں جن میں براتیوں کی فریادتی سے لڑکی والوں کے ناک میں دم آجاتا ہے یہ لوگ تو ایسے شریف ہیں کہ یہ پتہ ہی نہیں چلتا کہ وہ آئے ہیں یا نہیں۔"

دیپر داس نے کہا "وہ کلکتے کے رہنے والے ہیں، اسی لئے شریفانہ برتاؤ کو جانتے ہیں سمجھتے ہیں کہ جس گھر کی لڑکی لے جانی ہے اس گھر کی بے عزتی اُن کی اپنی بے عزتی ہے۔"

"واہ حضور! آپ نے جو بہترین بات کہی ہے اسے اُن لوگوں کو بھی سنا دوں گا سن کر خوش ہو جائیں گے۔"

کمودنی کل شام ہی سمجھ گئی تھی کہ مرض اور بڑھ گیا ہے، اس لیے وہ بہت

فکرمند تھی اُسے یہ غم تھا کہ وہ بھائی کی خدمت نہ کر سکے گی۔ اشنان کر کے پُوجا کرنے کے بعد کمودنی بھیّا کے کمرے میں گئی۔ سُورج ابھی تک طلوع نہیں ہوا تھا پیپل کی طرف بھیگے پتوں کی آڑ سے لال لال آسمان کی روشنی دھیرے دھیرے نمایاں ہو رہی تھی۔

بغل میں بیٹھی کمودنی نے اپنے دونوں ٹھنڈے ہاتھوں میں بھائی کے دونوں ہاتھوں کو لے لیا۔ دیپ داس کا گتا اُداس چہرہ لیے کھاٹ کے پیچھے بیٹھا تھا کمودنی کو دیکھ نمناک آنکھوں سے اُس نے کمودنی سے نہ جانے کیا پُوچھا۔ دیپ داس کے دل میں نہ جانے کون خیال انگڑائی لے رہا تھا۔ انہوں نے کہا۔ "بہن! دراصل کچھ بھی نہیں کون بڑا ہے کون چھوٹا۔ کون اُونچا ہے کون نیچ۔ یہ سب بناوٹی باتیں ہیں۔ خود سادہ اور صاف بنے رہنے پر تمہارا کوئی کچھ نہ بگاڑ سکے گا۔"

"مجھے آشیرواد دیجیئے بھیّا۔" کہہ کر کمودنی ہاتھوں سے مُنہ چھپا کر رونے لگی۔

دیپ داس نے کمودنی کا چہرہ اپنی طرف کھینچ کر چُوم لیا۔

ڈاکٹر نے کمرے میں داخل ہو کر کہا۔ "کمودنی بہن۔ بس رہنے دو۔ اس وقت انہیں آرام کی ضرورت ہے۔"

کمودنی فوراً سنبھل گئی اور بھیّا کے کان میں دھیرے سے کہا "اچھے ہوتے ہی کلکتے چلے آئیے گا بھیّا۔ وہاں آپ سے ملاقات ہوگی۔"

پیار بھری نظروں سے کمودنی کو دیکھتے ہوئے دیپ داس نے کہا۔ "کمودنی پچھم کا بادل پورب میں جاتا ہے۔ پورب کا بادل پچھم میں جاتا ہے۔ یہ سب تقدیر کی باتیں ہیں۔ دنیا میں وہی ہوا چل رہی ہے۔ بادل کی طرح اپنے کو بھی سمجھنا بہن۔ آج سے ہم لوگوں کی زیادہ فکر نہ کرنا۔ تم جہاں جا رہی ہو وہیں اپنا پوتر مقام

بنا دُ- یہی میری دِلی دُعا ہے۔ ہم لوگ تم سے اور کچھ بھی نہیں چاہتے"!
کمودنی بھیّا کے قدموں پہ سر رکھ کر پڑی رہی۔ اب مجھے کچھ بھی نہ چاہیئے۔ اب یہاں کی زندگی سے میرا واسطہ نہ رہے گا۔ لمحہ بھر میں ہی اتنی بڑی جدائی کی بات اِس کے دِل میں جگہ نہیں پا رہی تھی۔ ڈاکٹر نے پھر آکر کہا۔ وہ سپنے دو بہن "کہہ کر اُس نے اپنی بھیگی آنکھیں پونچھ ڈالیں۔ کمرے کے باہر جاکر کمودنی سسکیاں بھرنے لگی۔ پھر پیچھے والے باغ میں جاکر کمودنی نے اپنے ہاتھ سے بھیّا کے "دیپی" نام کے گھوڑے کو روٹی کھلائی۔ گھوڑے نے اپنی بڑی بڑی آنکھوں سے کمودنی کو دیکھا۔ کمودنی نے گھوڑے کی پیشانی پہ بوسہ دیا اور تیزی سے وہاں سے چل دی۔

~~~~~~~~~~~~~~~~~~~~~~
~~~~~~~~~~~~~~~~~~~~~~

۱۰

دیپ داس نے سوچا تھا کہ مدھوسودن ان دنوں ایک بار اُسے دیکھنے کے لئے آئے گا۔ جب وہ نہیں آیا تو اس نے محسوس کیا کہ دو خاندانوں کا بیاہ کا رشتہ ہی آپس میں جدائی کا سبب بن گیا ہے۔ اس نے ڈاکٹر کو بلا کر کہا "کیا میں ستار بجا سکتا ہوں؟"

ڈاکٹر نے کہا۔ "نہیں آج نہیں۔"

"تب ذرا کمودنی کو بلا دیجیئے، وہ بجائے گی۔ ڈاکٹر اب نہ جانے اس سے ستار کب سُن سکوں گا۔"

"آج صبح نو بجے کی گاڑی سے وہ رخصت ہو جائے گی نہیں تو سورج غروب ہونے سے پہلے وہ کلکتے نہیں پہنچ سکے گی۔ کمو کو تو اب وقت نہ مل سکے گا۔"

دیپ داس نے گہری سانس لے کر کہا۔ "ہاں، اب وقت ہو چکا ہے۔ اس کے انیس برس یہاں کٹ گئے۔ اب وہ یہاں ایک گھنٹہ بھی نہیں رہ سکتی۔"

رخصت کے وقت شوہر بیوی ایک ساتھ دیپ داس کو پرنام کرنے کے

لیے آئے۔ مدھوسودن نے اپنائیت کا اظہار کرتے ہوئے کہا "آپ کی صحت تو ابھی ٹھیک نہیں دکھائی پڑتی۔"

دیپ داس نے اس کا جواب نہ دے کر کہا "بھگوان تم لوگوں کا کلیان کریں۔"

"بھیا اپنی صحت کا خیال رکھیے" کہہ کر کمودنی دیپ داس کے قدموں میں گر کر رونے لگی۔ اس کے بعد بارات رخصت ہو گئی۔

پوجا پاٹھ میں دیپ داس کو دلچسپی شروع سے نہ تھی۔ تو بھی ہاتھ جوڑ کر وہ دل ہی دل میں بھگوان سے دعا مانگنے لگے۔

دیپ داس ایک دم چونک اٹھے۔ بولے "ڈاکٹر بلانا تو دیوان جی کو۔"

دیپ داس کو اچانک یاد آئی کہ بیاہ سے کچھ دن جب وہ سبودھ کو روپیہ بھیجنے کی فکر میں تھے ایک نہایت غریب آدمی نے بڑی کس مپرسی کی حالت میں آ کر انہیں پرنام کیا اور کہا "بڑے بابو! کیا آپ مجھے پہچان رہے ہیں؟"

دیپ داس نے ذرا غور سے دیکھ کر کہا "ارے تم بیکنٹھ ہو نا!"

دیپ داس بچپن میں جس اسکول میں پڑھا کرتے تھے اس کے بغل میں ایک اسٹیشنری کی دکان تھی جہاں لڑکے اکثر محفل جمائے رہتے تھے۔ دیپ داس نے پوچھا "تمہاری ایسی حالت کیوں ہوئی؟"

"کئی سال ہوئے ہم نے ایک اونچے گھرانے میں اپنی لڑکی کا بیاہ کیا ہے جہیز کے لئے بارہ سو روپے طے ہوئے اس کے علاوہ اسی تولے سونے کا گہنا دینے کے لئے مجبور کیا گیا۔ ایک ساتھ سب روپے ادا نہ کر سکا اس لئے وہ لڑکی کو تنگ کر کے پتا کا خون چوس رہے ہیں۔ میری ساری پونجی ختم ہو گئی تو بھی ابھی ڈھائی سو روپے دینا رہ گئے ہیں۔ اب لڑکی کی ہتک کی انتہا نہیں رہی۔ نہایت ہی ناقابل

ہو جانے پر وہ بھاگ کر پتا کے گھر چلی آئی ہے۔ جیسے جیل کے قیدی نے
جیل کے ٹھول کو توڑ دیا ہو۔ اس کی وجہ سے اس کا قصور اور بھی بڑھ گیا ہے
اب اگر میں وہ ڈھائی سو روپے جلدی سے چکا کر بیٹی کی حفاظت کر سکوں
تو چین سے مرنے کی بات سوچ سکتا ہوں ورنہ ......"

دیر داس کے لبوں پر ایک مجروح تبسم تھا اس وقت پوری طرح
مدد کرنے کی بات سوچنے کی بھی ان کی ہمت نہ تھی۔ لمحہ بھر تاخیر کرنے
کے بعد ڈیڑھ سو روپے کے نوٹ اس کے ہاتھ میں دے کر کہا: "اور بھی دو
چار جگہ کوشش کر دیکھو۔ میں تو اس وقت اتنا ہی کر سکتا ہوں۔"

بیکنٹھ نے ان کی بات پر وشواس نہیں کیا۔ فوراً اٹھ کر چلا گیا۔ اس
دن کی بات دیر داس کو بھول گئی تھی۔ آج اچانک پھر یاد آگئی۔ دیوان جی
کو بلوا کر حکم دیا: "بیکنٹھ کو آج ہی ڈھائی سو روپیہ بھیج دینا چاہیے"
"دیوان جی خاموش کھڑے رہے۔ کچھ لمحے [illegible] خوش رہ [illegible] پاہ میں [illegible]
[illegible] ہو گئی اب اُن کا حساب چکانے میں [illegible] گئے ایسی [illegible] نت میں
[illegible] روپے بہت بڑی رقم ہے۔ دیوان جی کے چہرے [illegible] کو دیکھ کر دیر داس نے انگلی
سے ہیرے کی انگوٹھی نکال کر کہا: "چھوٹے بابو کے نام سے جو روپے بنک میں
جمع ہیں ان میں سے ڈھائی سو روپے نکال لو۔ ان کے بدلے میں ہیری انگوٹھی
گروی رکھ دو۔ بیکنٹھ کے پاس کمودنی کے نام سے روپیہ بھیج دینا"

انگریز دوستوں کی محفل میں مدھو سودن چہرے پر ایک دلکش مسکراہٹ لئے
لئے ہر ایک سے بڑے پیار سے باتیں کر رہا تھا۔ مدھو سودن کا یہ دوسرا رُخ دیکھ
کر کمودنی حیران ہو رہی تھی۔ کہاں تو اُس کے سگے ہمدردوں کے ساتھ وہ اس
قدر بے رُخی سے پیش آرہے تھے اور کہاں یہ حلیم اور دوستانہ برتاؤ۔

گاڑی میں ایک ڈبے میں دوستوں سے گھرا ہوا مدھوسودن اور دوسرے ڈبے میں عورتوں کے ساتھ کمودنی بیٹھی ہے۔ کوئی اس کا ہاتھ دبا کر دیکھتی۔ کوئی منہ اُٹھا کر دیکھتی۔ کوئی کہتی لمبی ہے۔ کوئی کہتی بیمار ہے۔ کوئی بڑے پیار سے کہتی۔ "کیوں بہن بدن میں کون سا روگ لگا رکھا ہے؟ جان پڑتا ہے ولایت سے تمہارے بھائی نے کچھ بھیجا ہے" سبھی نے بیک آواز کہا۔ "آنکھیں بڑی نہیں ہیں پیر عورتوں کی مناسبت سے بڑے ہیں سبھی زیور بھاری ہیں۔ سونا اصلی ہے۔"

ایک بھلا آدمی، اُن کے ڈبے کے سامنے کھڑا کہہ رہا تھا۔ دیکھئے اس کسان لڑکی کو آرکٹی لوگ آسام کے چائے کے باغ سے بہکا کر لئے جا رہے تھے یہ اُن سے بھاگ آئی ہے۔ اس کا گھر ڈمراؤں ہے اگر آپ لوگ کچھ مدد کریں تو اس عورت کی کچھ مدد ہو سکتی ہے۔" کمودنی نے جھٹ سے اپنے بٹوے سے دس روپے کا ایک نوٹ نکال کر اس عورت کے ہاتھ میں دے کر کھڑکی بند کر لی۔ ایک عورت بولی "میں دیکھتی ہوں ہماری بہو کا ہاتھ درانہ ہے" دوسری نے کہا "درانہ نہیں۔ درانہ تو ہے لکشمی کے جانے کا۔" ایک اور نے کہا۔ "روپیہ اُڑانا خوب سیکھا ہے۔ سنبھالنا سیکھا ہوتا تو کام آتا۔" ان عورتوں نے اسے شوخی سمجھا، کیونکہ بابو لوگوں نے جسے ایک پیسہ بھی نہیں دیا۔ اس کے لئے اُس نے جھٹ سے روپے پھینک دیئے۔ اتنا غرور کیوں؟ ان لوگوں کے دل میں خیال آیا کہ یہ بھی چیٹرجی اور گھوشال خاندانوں کے پرانے جھگڑے کا نتیجہ ہے۔

ایک موٹی تازی قدرے کالی سی عورت جس کی آنکھیں بڑی بڑی تھیں اور چہرے پر پیار کی جھلک تھی۔ اُس کے قریب آ کر بیٹھ گئی۔ اُس نے دھیرے

دھیرے کہا ۔ "بہن بُرا نہ منانا۔ ان کی باتوں پر دھیان نہ دینا۔ دو چار دن
میں سب ٹھیک ہو جائے گا۔" یہ عورت کمودنی کی منجھلی دیورانی ہے۔ نوین کی
بیوی ہے۔ اس کا نام ستارانی ہے۔ اسے سب لوگ موتی کی ماں کہہ کر
پکارتے ہیں۔

موتی کی ماں نے بات اٹھائی "جس دن میں دربار میں آئی۔ اسٹیشن پر
تمہارے بھائی کو دیکھا تھا۔"

کمودنی چونک پڑی۔ اس کے بھائی سواگت کے لئے اسٹیشن گئے تھے۔
یہ خبر اس نے پہلی بار سُنی۔

"وہ کتنے خوبصورت آدمی ہیں۔ ایسا خوبصورت آدمی میں نے کبھی نہیں
دیکھا۔"

کمودنی کا چہرہ چمکنے لگا۔ وہ کھڑکی کی اوٹ سے باہر دیکھنے لگی۔ باہر کی
دُنیا اُس کی آنسوؤں سے بھیگی آنکھوں میں دُھندلا گئی۔ موتی کی ماں کمودنی
کے احساسات کو سمجھ گئی۔ اس نے پوچھا۔ "بیاہ ہوا ہے یا نہیں؟"

کمودنی نے کہا۔ "نہیں۔"

"وہ دیو۔ دیوتا جیسا روپ ہے۔ تو ابھی تک گھر بسا نہیں۔ کس
خوش نصیب کے نصیب میں ہے یہ انسان؟"

کمود سوچ رہی تھی "صرف میرے لئے ہی بھیا اپنے سارے غرور کو تلانجلی
دے کر گئے تھے۔ اس کے بعد یہ لوگ ایک بار بھی دیکھنے آئے؟ صرف دولت کے
غرور میں ایسے آدمی کا بھی اپمان کرنے کی ہمت کی۔ جان پڑتا ہے اسی لئے وہ
بیمار ہو گئے" وہ دل ہی دل میں افسوس کرنے لگی۔ بھیا اسٹیشن کیوں گئے۔
کیوں اپنے کو حقیر کیا۔ صرف میرے لئے ہی نا؟ میں مر کیوں نہ گئی؟ جو ہونا تھا ہو چکا

ہے وہ ٹل نہیں سکتا۔ اس کے سامنے اُن کی غمگین صورت گھومنے لگی۔

ریل گاڑی جب ہوڑہ سٹیشن پہنچی تو شام کے چار بج چکے تھے۔ چادر اور دوپٹے کے بندھن میں بندھے دُلہا دُلہن گاڑی میں جا بیٹھے۔ کمودنی شرم سے جھکی جا رہی تھی۔ پاس ہی جو آدمی بیٹھا ہے وہ آج بھی غیر سا محسوس ہو رہا ہے۔ اپنا بنانے میں اس کی طرف سے صرف رکاوٹیں ہی پیدا ہوئی ہیں۔ اس کے برتاؤ کے وہ تھے جن نے کمودنی کے دل کو ٹھیس پہنچائی ہے

ادھر مدھوسودن کے لئے کمودنی کا ایک نیا تجربہ ہے۔ عورت ذات سے اس کام کاج میں گھن لپٹنے والے آدمی کا پہلی بار تعارف ہوا ہے۔ اس کے تجارتی ماحول میں اُسے عورت سے کبھی واسطہ نہیں پڑا۔ اُس نے عورت کو محض ہمیں بھینس اندر گھر کے کام کاج میں بات بات پہ مدد دینے والی عورت کے روپ میں دیکھا تھا۔ اس نے سوچا تھا کہ کمودنی بھی اُس کے اشاروں پر چل کر جیون یاترا کرے گی اس سے آگے وہ کچھ بھی نہ سوچ سکا۔ عورت کے ساتھ برتاؤ کرنا بھی ہنر ہے اور اس میں بھی عقل سے کام لینا پڑتا ہے۔ ایسی بات مدھوسودن کے ذہن میں جگہ نہ پا سکی۔

کچھ نہ کچھ بات کرنے کی غرض سے مدھوسودن نے کمودنی سے پوچھا "اس طرف دھوپ آرہی ہے کیا؟"

کمودنی نے کچھ بھی جواب نہیں دیا۔ مدھوسودن نے داہنی طرف کا پردہ گرا دیا۔

مدھوسودن پھر ایک دم بول اٹھا۔ "سردی تو نہیں لگ رہی ہے؟" کچھ جواب کی انتظار کئے بغیر اس نے ولایتی کمبل سے کمودنی کو اور خود کو ڈھک لیا جسم اور دل میں ایک لہر سی دوڑ گئی۔ کمودنی چونک کر کمبل ہٹانے جا رہی تھی اختر خود پر ضبط کر کے پلنگ کے ایک کنارے جا بیٹھی۔

اس طرح کچھ وقت بیت جانے کے بعد ایکا ایک مدھوسودن کی نظریں کمود کے ہاتھ پر پڑیں۔ "دیکھوں، دیکھوں،" کہہ کر اس کا بایاں ہاتھ اپنی آنکھوں کے قریب کھینچ کر پوچھا۔ "تمہارے ہاتھ میں یہ کس کی انگوٹھی ہے یہ تو نیلم کی انگوٹھی ہے۔" کمودنی خاموش رہی۔

"دیکھو نیلم مجھے راس نہیں آتا۔ تمہیں اسے چھوڑنا پڑے گا۔"

کسی وقت مدھوسودن نے نیلم خریدا تھا۔ اسی سال اُس کی سپیڈ سن سے لدی ناؤ ہوڑہ پل سے ٹکرا کر ڈوب گئی تھی۔

کمودنی نے دھیرے دھیرے اپنا ہاتھ چھڑانے کی کوشش کی مدھوسودن نے چھوڑا نہیں۔ کہا "اسے میں اتار لیتا ہوں۔"

کمودنی چونک پڑی۔ بولی "نہیں رہنے دیجئے۔" ایک بار وہ تسخیر میں جیت گئی تھی۔ اس وقت اُس کے بھائی نے اپنے ہاتھ کی انگوٹھی اسے دے دی تھی۔

مدھوسودن دل ہی دل میں ہنسا۔ انگوٹھی سے بڑا پیار دیکھ رہا ہے۔ اس نے سمجھ لیا وقت بے وقت زیور کے بارے میں بات کرنے کا موقع ملے گا۔ اپنے ہاتھ سے ایک بڑے ہیرے کی انگوٹھی اتار کر مدھوسودن نے ہنس کر کہا۔ "ڈر کی بات نہیں ہے۔ اس کے عوض میں تمہیں دوسری انگوٹھی پہنائے دیتا ہوں۔"

کمودنی اب ضبط نہ کر سکی۔ اُس نے زور لگا کر اپنا ہاتھ چھڑا لیا۔ اس دفعہ مدھوسودن جھنجھلا اٹھا۔ اس نے سختی سے کہا "دیکھو یہ انگوٹھی تمہیں اتارنی ہی پڑے گی۔"

کمودنی سر جھکا کر خاموش رہی۔ اس کا چہرہ لال ہو گیا۔ مدھوسودن نے

پھر کہا۔ "سُن رہی ہو؟ میں کہہ رہا ہوں اسے اُتار دینا بہتر ہے۔ دو مجھے۔" کہہ کر اُس نے ہاتھ کھینچنا چاہا۔ کمودنی نے ہاتھ بڑھا کر کہا۔ "میں اُتار دیتی ہوں۔" اس نے انگوٹھی اُتار دی۔

"دو، اُسے مجھے دے دو۔"

کمودنی نے کہا۔ "اُسے میں ہی رکھ دوں گی۔"

مدھوسُودن غصے میں چیخ اُٹھا۔ "رکھنے سے کیا فائدہ ہوگا؟ تم سوچتی ہو یہ بہت قیمتی انگوٹھی ہے۔ اُسے تمہیں کسی صورت پہننا نہ ہوگا، یہ میں کہے دیتا ہوں۔"

"میں اسے نہ پہنوں گی۔" کہہ کر انگوٹھی ایک پوٹلی میں رکھ دی۔

"کیوں، اس معمولی سی چیز سے اس قدر لگاؤ کیوں ہے؟ تم تو معمولی نہیں ہو۔" مدھوسُودن کی آواز کرخت تھی۔ کمودنی گھبرا گئی۔

مدھوسُودن نے پوچھا۔ "تمہیں یہ انگوٹھی کس نے دی ہے؟" کمودنی خاموش رہی۔

مدھوسُودن نے پھر پوچھا۔ "تمہاری ماں نے دی ہے کیا؟"

جواب دینا ہی پڑے۔ ایسا سوچ کر اُس نے کہا۔ "بھیّا نے۔"

"بھیّا نے۔ ایسا ہی دکھائی دیتا ہے۔" بھیّا کی حالت کو مدھوسُودن اچھی طرح جانتا ہے یہ دادا کی انگوٹھی سینچر کے گرہ مارنے کا آزار ہے۔ گھر میں اس کی آمد ٹھیک نہیں۔ لیکن اس سے بھی زیادہ اُسے یہ بات کھٹک رہی ہے کہ کمودنی کے لئے اب بھی اُس کے بھیّا سب سے زیادہ دقعت رکھتے ہیں مدھوسُودن کو یہ بات تیر کی طرح لگی۔ اب سے میں ہی اس کا سب کچھ ہوں یہ بات جتنی جلدی ہوسکے اُسے بتا دینی چاہیئے۔

ٹھگو ٹھنی کی بات آئی گئی ہو گئی مگر کمودنی اُسے بھول نہ سکی۔ ادھر حُسن کے علاوہ اچانک کمودنی کی عزت بڑھ گئی۔ نند نگر ہی میں بیاہ کے دن مدھوسودن کو تار ملی تھی کہ تِلی کے بیوپار میں اس بار قریباً بیس لاکھ کا منافع ہوا ہے اب اس بات میں شک نہیں رہا کہ یہ نئی دُلہن کی وجہ سے ہوا۔ بیوی کے نصیب سے دولت ملتی ہے اس کا ثبوت مِل گیا۔

١١

کلکتے کے گھوش بھون کے دروازے پر یہ نام "مدھوسودن" کھدایا گیا ہے۔ بڑا شاندار سواگت ہوا ہے۔ ایک بوڑھی عورت جو رشتے میں مدھوسودن کی نانی لگتی ہے۔ چاندی کے لوٹے میں پانی لے کر دہلیز پر کھڑی ہے۔ لوٹے سے پانی لے کر بہو کے پیروں پہ چھڑک کر انہوں نے آنچل سے پونچھا۔ ہاتھ میں سہاگ کی نشانی لوہے کی تیلی چوڑی پہنائی۔ پھر بہو کے منہ میں تھوڑی سی شہد دے کر بولی۔ "آہا۔ ہمارے نیل گگن میں اتنے دنوں کے بعد پونم کا چاند نکلا۔ اور ساتھ ہی نیل سرور میں سونے کا کمل کھل اُٹھا۔" اس کے بعد دولہا دلہن گاڑی سے اترے۔ دیکھنے والے محوِ حیرت ہو گئے۔ ایک نے کہا۔ "ایسے بھوت سورگ لوٹ لایا ہے۔ سورگ کی اپسرا سونے کی زنجیر سے بندھی ہے۔" دوسرے نے کہا۔ "پرانے دنوں میں ایسی لڑکیوں کے لئے راجاؤں کی سخت لڑائی ہوا کرتی تھی۔ اب تو تیلی کے منافع ہی سے کام ہو جاتا ہے۔ کل جگ میں دیوتا بھی رشوت خور ہو گئے ہیں۔"

شام سے لے کر آدھی رات تک بڑی مشکل سے رسوم ادا ہوئیں۔
کمودنی کو صرف ایک بڑی بہن کے بیاہ کی بات صاف صاف یاد ہے۔ مگر اس نے
کسی نئی بہو کو آتے نہیں دیکھا۔ بچپن میں پتی کی آشا میں جب وہ شوجی کی پوجا
کرتی تھی تب اس نے مہا تپسوی شوجی کو ہی دیکھا ہے۔ ستی سادھوی عورت
کے آدرش کے روپ میں وہ اپنی ماں ہی کو جانتی تھی۔ سب کچھ ٹھیک ہے۔ راجہ
بھی آئے، لیکن دل میں جسے صاف صاف دیکھا تھا وہ باہر کہاں دکھائی پڑا!
روپیے بھی کچھ بنتا بگڑتا نہیں تھا۔ عمر سے بھی کچھ نقصان نہ تھا لیکن وہ
سچا راجہ کہاں ہے!

مدھوسودن نے کلکتے میں رہائش کے لئے جو مکان خریدا تھا۔ آج وہ
ایک انتاپور کا پرانا مکان محل کی صورت اختیار کر گیا ہے۔ یہ محل دو حصوں میں
بٹا ہوا ہے۔ بیرونی محل میں ہر جگہ سنگ مرمر بچھا ہوا ہے۔ بالکل ولایتی ڈھنگ
سے اس کی آرائش کی گئی ہے۔ مدھوسودن کے انگریز ملازم سب چیزوں کو پسند
کرتے اور اس محل کو سجاتے رہتے وہاں کے خاص ملازموں کے علاوہ کوئی کسی چیز
کو ہاتھ نہیں لگا سکتا۔

انتاپور کی پہلی منزل کے کمروں میں اندھیرا رہتا ہے۔ ٹھنڈک بھی زیادہ
رہتی ہے اور سارے کمرے دھوئیں سے کالے پڑ گئے ہیں۔ آنگن میں بہت سا
کوڑا کرکٹ پڑا ہوا ہے۔ اوپر کے برآمدے سے سیڑھیاں نیچے تک لٹکتی رہتی
ہیں۔ آنگن کے پیچھے چبوترہ ہے۔ اس کے پیچھے رسوئی گھر ہے جہاں سے
کھانے کی مہک اور کوئلے کا دھواں کمرے میں جا کر پھیل جاتا ہے۔ رسوئی گھر
کے باہر کی زمین پر ٹوٹا پھوٹا سامان بکھرا پڑا ہے۔

تیسری منزل پر کمودنی کا سونے کا کمرہ ہے جس میں ایک بڑا پلنگ بچھا ہے

اس کے فریم پر جالی دار مسہری لگی ہے۔ جن میں ریشم کے جھالر لگے ہیں۔ بچھونے کے پائین ایک قد آور ننگی عورت کی تصویر ٹنگی ہے۔ سرہانے کی طرف مدھوسودن کی ہاتھ کی بنی تصویر ہے۔ دیوار سے لگی ایک طرف کپڑے رکھنے کی دراز دار والی الماری ہے جس میں شیشہ لگا ہوا ہے۔ شیشے کے دونوں طرف شمع دان ہیں جو چینی مٹی سے بنے ہوئے ہیں۔ سامنے چینی مٹی کی طشتری پر پاؤڈر کا ڈبہ، چاندی کی کنگھی، تین چار قسم کے عطر، اور انہیں چھڑکنے کی پچکاری۔ اور کئی قسم کی اور بھی چیزیں پڑی ہیں جو کہ سبھی ولایتی ملازم کی خریدی ہوئی ہیں گلابی پھولدان میں پھولوں کا گلدستہ رکھا ہے۔ دوسری طرف میز پر قیمتی پتھر کا قلمدان اور کٹے ہوئے کاغذ پڑے ہیں۔ اِدھر اُدھر موٹے گدّوں والے صوفے اور آرام کرسیاں پڑی ہیں جن کے بیچ میں تپائیاں پڑی ہیں۔ نئی دلہن کے لئے نئی خوابگاہ کیسی ہونی چاہیئے اسے مدھوسودن نے بڑے غور سے سوچا تھا۔ انتاپور کی اوپر والی منزل کا یہ کمرہ اس طرح دکھائی دیتا تھا کہ جیسے کسی مفلس بھکاری کے سر پر ہیروں سے جڑی ہوئی زری کی پگڑی رکھ دی گئی ہو

موتی کی ماں رات کو کمودنی کو اس کمرے میں لے آئی۔ وہ اس کے ساتھ آج سوئے گی۔ یہ پہلے ہی طے ہو چکا ہے۔ لڑکیوں کا ایک اور بھی جھنڈ آ رہا ہے وہ بہت دیر تک شور و غل مچاتی رہیں۔ موتی کی ماں نے انہیں رخصت کر دیا ہے۔ کمرے میں آ کر کمودنی کے گلے میں باہیں ڈال کر اس نے کہا۔ "میں تھوڑی دیر کے لئے بغل کے کمرے میں جاتی ہوں۔ آنکھوں کے آنسو تمہارے دل میں جمے جا رہے ہیں۔ بہن تم تھوڑا رو لو۔" کہتے ہوئے وہ چلی گئی۔

کمود چونک کر سوچنے لگی۔ میں روؤں گی بعد میں لیکن ابھی تو مجھے خود کو سنبھالنے کی سخت ضرورت ہے۔ بھگوان مجھے طاقت دو۔ میرے جیون کو کالا نہ

کر دینا - میں آپ کی داسی ہوں - مجھے کامیابی دو - کیونکہ یہ جیت تمہاری ہی جیت ہے -

ایکا ایک شیام رنگ کی پکی عمر کی عورت جو بیوہ ہے - کمرے میں داخل ہوئی - بولی - "موتی کی ماں کی آ گیا ہے میں تمہارے پاس آئی ہوں - وہ کبھی کسے پاس بھی تو نہیں آنے دیتی - تمہارا دولہا میرا دیور ہے - میں تمہاری جٹھانی - شیام سندری ہوں - میں نے تو سوچا تھا کہ آخر تک یہی کھاتے میں ان کی بہو بنی رہے گی - لیکن اس بہی کھاتے میں بھی کچھ جادو ہے بہن - اتنی عمر میں اتنی حسین بہو اسی بہی کھاتے کی طاقت سے تو ملی ہے - اگر ہضم ہو جائے تو ٹھیک ہے وہاں تو بہی کا منتر نہیں چلے گا - سچ بتانا بہن - کیا ہمارے بوڑھے دیور تمہیں پسند ہیں ہائے!"

حیرت میں ڈوبی کمودنی کیا جواب دے اُسے کچھ نہ سوجھا - شیاما کہنے لگی - "سمجھ گئی - مگر اب کیا ہو سکتا ہے - پسند ہوں یا نہیں - جب سات پھیرے لگ چکے تو اُلٹے اکیس پھیرے لگانے سے بھی گانٹھ نہیں کھل سکتی -"

کمود نے کہا - "کیا کہتی ہو دیدی؟"

"کیوں صاف کہنے میں کیا برائی ہے بہن - کیا چہرہ دیکھنے سے معلوم نہیں ہوتا - لیکن تمہیں دوش نہ دوں گی - ہمارے گھر کے ہیں - اس سے کیا آنکھیں تھوڑے ہی پھوٹ گئی ہیں؟ بڑے کٹھور آدمی سے پالا پڑا ہے بہو سمجھ بوجھ کر چلنا"

اتنے میں موتی کی ماں کو اندر آتے ہوئے دیکھ کر بولی - "فضول ڈرو مت میں جاتی ہوں - سوچا کہ تم نہیں ہو تو ذرا اپنی نئی بہو کو دیکھ آؤں - بات تو ٹھیک ہی ہے - کنجوس کا دھن ہے - ہوشیاری سے رکھنا ہو گا" یہ

کہہ کر وہ تیزی سے باہر چلی گئی۔

"میں ابھی آئی۔ بڑی موسی کو کچھ کھلا پلا کر فارغ کر آؤں۔ دیر نہ کروں گی"
کہہ کر موتی کی ماں چلی گئی۔

شیاما نے آ کر کمودنی کے تصورات کے ڈھانچے کو چوٹ پہنچائی ہے۔ زور سے آنکھیں بند کر کے کمود خود سے بولی۔ "پتی کی عمر زیادہ ہے اسی وجہ سے انہیں پریم نہیں کرتی، یہ بات کبھی سوچ بھی نہیں سکتی۔ یہ تو ذلیل عورتوں کا کام ہے کیا شوجی کے ساتھ ستی کے رشتہ کی بات اسے یاد نہیں؟

کمود نے پتی کی عمر اور روپ کے بارے میں اب تک کوئی فکر نہیں کیا تھا۔ جس پریم کو لے کر مرد اور عورت کا بیاہ حقیقی ہوتا ہے یہ بات کمود نے کبھی بھی نہ سوچی تھی۔

ایک چھ سات سال کی عمر کا لڑکا پھول دار کوٹ اور رنگین کناری کی دھوتی پہنے آ کر کمود کے جسم کے ساتھ لگ کر کھڑا ہو گیا۔ بڑی بڑی مست آنکھوں سے کمود کے منہ کی طرف دیکھ ڈرتے ڈرتے میٹھی آواز میں بولا۔ "تائی جی"

کمود نے اسے گود میں کھینچ کر کہا۔ "کیوں بیٹا، تمہارا کیا نام ہے؟"

"شری موتی لال گھوش"

سبھی اسے "بابلو" کہہ کر پکارتے ہیں۔ کمود کے دل میں ٹھیس سی اٹھ رہی تھی۔ اس لڑکے کو چھاتی سے لگا کر وہ جی اٹھی۔ اسے محسوس ہوا جیسے گوپال اس کی گود میں آ بیٹھے ہیں جنہیں وہ اتنے دنوں سے پھول چڑھاتی آئی ہے۔ کمود نے موتی کو پیار سے کہا۔ "گوپال تم لوگے؟"

کمود کے منہ سے گوپال کے علاوہ کوئی دوسرا نام نہ نکلا اپنے نام میں فرق جان کر موتی کو حیرت ہوئی لیکن ایسے میٹھے الفاظ سن کر اسے دکھ نہ ہوا۔

لڑکے کی آواز سُن کر سوتی کی ماں دوڑتی ہوئی آئی اور بولی "کیوں رے نگوڑے تو یہاں بھی پہنچ گیا۔" وہ داہنے ہاتھ سے تائی کے آنچل کو پکڑ کر وہ خاموش کھڑا ماں کی طرف دیکھنے لگا۔ بابلو کو اپنے بائیں ہاتھ سے روک کر کمود نے کہا۔ "نہیں، نہیں، رہنے دو۔"

"نہیں بہن رات زیادہ ہو چکی ہے۔ اسے اب جا کر سونے دو۔ اسے اس گھر میں تم بڑی آسانی سے پا جاؤ گی۔" اتنا کہہ کر لڑکے کی خواہش کے خلاف اُسے سُلانے لے گئی۔ صرف اتنے سے ہی کمود کا جی ہلکا ہو گیا۔ اُسے محسوس ہوا کہ اس کی پرارتھنا کا جواب اُسے مل گیا۔

~~~~~~~~~~~~~~
~~~~~~~~~~~~~~

۱۲

رات کافی بیت چکی تھی۔ اچانک موتی کی ماں کی آنکھ کھُل گئی۔ دیکھا کہ کمودنی بستر پر بیٹھی خیالات کے تانے بانے بُن رہی تھی۔ اور اُس کی آنکھوں سے آنسو ٹپک رہے تھے۔ موتی کی ماں نے سوچا۔ جب میری شادی ہوئی اس وقت تو میں چھوٹی سی بچی تھی۔ پتی گرہستی نے مجھے اُسی طرح اپنے مُنہ میں رکھ لیا جیسے چھوٹا بچہ کسی پھل کو بنا سوچے اپنے مُنہ میں ٹھونس لیتا ہے۔ مجھے کچھ بھی کھٹکا نہ ہوا۔ آج سہاگ رات ہے، جس دن کہا گیا۔ اُسی دن سہاگ رات ہوئی۔ کل ہی سُہاگ رات ہے۔ لیکن اس لڑکی کے لئے بڑی کٹھن بات ہے۔ وجہ! جیٹھ جی ابھی پرائے ہیں، اس تک کیسے پہنچیں گے۔ اپنا ہونے میں کچھ وقت لگتا ہے۔ جیٹھ جی کو دولت پانے میں کتنا وقت لگ گیا۔ لیکن دل پانے میں انہیں دو دن کا صبر نہ ہوگا۔ اس لکشمی کے دروازے پر تو دوڑ تے دوڑتے جان کی بازی لگا چکے ہیں لیکن اس لکشمی کے دوار پر ایک بار ہاتھ بھی نہ پھیلائیں گے

موتی کی ماں کمود کو دل سے پیار کرتی ہے۔ کمودنی کو دیکھتے ہی موتی نے

اُسے اپنا لیا ہے۔ اسٹیشن پر دیپ داس کو دیکھا تھا تبھی سے پریم کی شروعات ہوئی
معلوم ہوا ہے جیسے مہابھارت سے بھیشم اُتر آئے ہیں۔ تپسوی کے پُرسکون چہرے
کے ساتھ ساتھ انکساری بھی تھی۔ سونی کی ماں کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ اگر
کوئی کچھ نہ کہے تو وہ جا کر ایک بار اُن کے قدم چھو آئے۔ وہ اُس روپ کو آج
تک نہیں بھولی۔ اس کے بعد جب اُس نے کمود کو دیکھا تو دل ہی دل میں بول
اُٹھی۔ "یہ تو اپنے بھائی کی ہی بہن ہے۔"

سونی کی ماں کمود کی حالت دیکھ کر بول اُٹھی۔ "وہ دیوتا کے منہ پہ خاک!
جس دیوتا نے اس آفت کو گھیر لیا ہے وہی اُسے پار لگائے گا۔"

دوسرے دن صبح ہی کمود کو بھیا کا تار ملا۔ "بھگوان تجھے آشیرواد دیں۔"
تار کو اس نے کرتی میں چھاتی کے پاس رکھ لیا۔ اُسے محسوس ہوا کہ اس میں
بھیا کے داہنے ہاتھ کا لمس تھا۔ لیکن بھیا نے اپنا حال کیوں نہیں لکھا۔ کیا
بیماری بڑھ گئی۔ بھیا کا حال آج وہ نہیں جان سکتی۔

آج سہاگ رات ہے۔ گھر کی عورتیں دن بھر کمودنی سے ہنسی مذاق کرتی
رہیں۔ آج ہی کچھ دیر اکیلے رہنے کی ضرورت تھی اور آج ہی تھوڑی سی فرصت
بھی نہ مل سکی۔ ذرا سا موقع پا کر کمودنی بکس سے جنگل جوڑی رادھا کرشن کی
تصویر نکال کر غسل خانہ میں گھس گئی۔ وہ اندر جا کر دروازہ بند کر لیا۔ پتھر
کی سفید چوکی پر تصویر رکھ کر اور خود زمین پر بیٹھ کر بار بار کہنے لگی۔ "میں تمہاری
ہی ہوں۔ آج تمہیں جو تمہیں تو ہو۔ میرے جیون میں تمہارا روپ نقش ہو جائے۔"

ڈاکٹروں نے کہا کہ دیپ داس کا اعصابی تنزہ بگڑ کر نمونیے کی شکل اختیار کر
گیا ہے۔ گوپال سہاگ رات کی سوغات بھیجنے کا انتظام کرتے اکیلے ہی سسکتے رہا تو
دھوم دھام سے سوغات بھیجی گئی۔

کمود کے بیاہ میں اس کی چاروں بڑی بہنوں کو بلایا گیا تھا۔ لیکن بدنامی سی ہو چکی تھی کہ گھوش خاندان والے اچھے برہمن نہیں ہیں اس لئے اُن کے گھر والوں نے انہیں بھیجنے سے انکار کر دیا۔ کمود کی تیسری بہن شوہر سے لڑ جھگڑ کر بیاہ کے دوسرے دن کلکتے آئی بھی تو گوپال نے اُسے کہہ دیا "اُن کے ہاں اگر تم جاؤ گی تو تمہاری عزت میں بٹہ لگے گا" بیاہ کی رات والی بات کو وہ ابھی تک نہیں بھول سکا۔ اسی لئے سوغات بڑھیا کے ساتھ کچھ ادھر اُدھر کی لڑکیوں کو بھیج دیا۔ کمود نے سمجھ لیا کہ ابھی تک سمجھوتہ نہیں ہوا اور ہوگا بھی نہیں۔

کمودنی نئے کپڑوں اور زیورات سے لاد دی گئی۔ مدھوسودن نے پہلے ہی کہلوا دیا تھا کہ کل ہمیں بہت کام کرنا ہے اس لئے زیادہ رات نہ ہونے پائے نو بجتے ہی حکم کے مطابق گھنٹہ بجا۔ محفل برخاست ہو گئی۔ کمودنی کانپ اُٹھی اس کا ٹھنڈا ہاتھ پانی سے تر ہو گیا۔ مُنہ پھیکا پڑ گیا۔ وہ کمرے سے باہر نکلتے ہی موتی کی ماں کا ہاتھ تھام کر بولی "مجھے تھوڑی دیر کے لئے کہیں اوٹ میں لے چلو۔ اور کچھ دیر وہیں اکیلی رہنے دو" موتی کی ماں فوراً اُسے اپنے سونے کے کمرے میں لے گئی۔ باہر سے دروازہ بند کر کے وہ باہر کھڑے ہو کر آنچل سے اپنی آنکھیں پونچھتی ہوئی۔ "تیرا ایا نصیب ہے"

دس پندرہ منٹ بیت گئے۔ آدمی آیا اور بولا "دُولہا سونے کے کمرے میں پہنچ گیا۔ دُلہن کہاں ہے؟" موتی کی ماں بول اُٹھی "اتنی جلدی کیا ہے۔ گہنے کپڑے تو اُتار لے" موتی کی ماں جہاں تک ہو سکے اُسے وقت دینا چاہتی تھی آخر جب وہ سمجھ گئی کہ اب ٹھیک نہیں تو اس نے دروازہ کھول دیا اور دیکھا کہ بہو فرش پر بے ہوش پڑی ہے۔ شور مچ گیا۔ اُٹھا کر بستر پر لٹا دی گئی۔ کوئی پنکھا کرنے لگی اور کوئی پانی کے چھینٹے مارنے لگی۔ کچھ دیر بعد جب کمودنی ہوش میں آئی تو کچھ

نہ سمجھ سکی کہ وہ کہاں ہے۔ پکار اٹھی۔ "بھیّا" جلدی سے موتی کی ماں نے اُس کے پاس مُنہ کر کے کہا۔ "ڈرو نہیں بہن، میں تو یہاں موجود ہوں" یہ کہہ کر اُسے چھاتی سے لگا لیا اور سب سے کہا۔ "یہاں بھیڑ مت لگاؤ۔ میں انہیں لے کر ابھی آتی ہوں۔" پھر کمودنی کے کان میں کہنے لگی "ڈرو نہیں بہن، ڈرو نہیں۔"
تب کمودنی دھیرے سے اُٹھی اور دل ہی دل میں بھگوان کو نمسکار کیا۔ پاس موتی بستر پہ گہری نیند سو رہا تھا۔ اُس کے پاس آ کر کمودنے اس کا ماتھا چوم لیا۔
کمود کو مدھوسودن کے مکان تک پہنچا موتی کی ماں نے پوچھا "اب بھی ڈر لگتا ہے بہن؟"
ہاتھ کی مٹھیاں بھینچ کر دل کڑا کر کے کمودنے کہا "نہیں تو، مجھے ڈر نہیں لگتا۔" اور دل ہی دل میں بولی "باہر اندھیرا ہے اور اندر روشنی۔"
اتنے میں شیاما ہانپتی ہوئی مدھوسودن کے پاس آئی اور بولی "بہو غش کھا گئی۔"

مدھوسودن جل اُٹھا۔ بولا "اُسے کیا ہو گیا ہے؟"
"میں یہ نہیں کہہ سکتی۔ بھیّا بھیّا کہہ کر پاگل ہو رہی ہے۔ تم اُسے ذرا دیکھنے چلو گے؟"
"کیا ہوگا؟ میں اُس کا بھیّا تو نہیں ہوں۔"
"دیور جی، بے مطلب غصہ کیوں کرتے ہو، یہ سب بڑے گھر کی لڑکیاں ہیں۔ ذرا دیر میں بس میں آ جائیں گی۔"
"روز روز وہ غش کھائیں اور میں اُن کے سر کی مالش کروں۔ کیوں، اسی لئے تو میں اُنہیں بیاہ کر لایا ہوں نا؟"

"دیور جی تمہاری بات پر تو مجھے ہنسی آتی ہے۔ اس میں برائی کیا ہے۔ ہمارے وقت میں تو بات بات پر منانا پڑتا تھا۔ اب تو صرف غش ہی دور کرنا ہوگا۔"

مدھوسودن سکون سے خاموش بیٹھے رہے ستیاما نے پاس آ کر ہاتھ تھام کر کہا۔

"دیور جی، اتنا غصہ نہ کرو۔ وہ مجھ سے برداشت نہیں ہوتا۔"

پہلے ستیاما میں اتنی ہمت نہ تھی کہ وہ مدھوسودن کے قریب جا کر اس کی ڈھارس بندھاتی۔ آج اس میں کمزوری ہے اپنی عزت کے بارے میں آج اسے اتنی فکر نہیں ہے۔ دیور کے ماتھے میں ہاتھ لگانے سے اسے معلوم ہوگیا کہ یہ انہیں برا نہیں لگتا۔ ان کے غرور کو نئی بہو نے نیچا سا دکھایا ہے جس سے اس کے دل کو آرام ملا ہے۔ ستیا کیا کمود سے کم حسین ہے؟ اگرچہ اس کا رنگ سانولا ہے، لیکن اس کی آنکھیں، اس کے بال اور اس کے رسیلے ہونٹ!

ستیاما بولی: "وہ دیکھو بہو آ رہی ہے۔ اب میں جا رہی ہوں لیکن دیکھنا اسے ناراض نہ کرنا۔ دیکھو، ابھی بیچاری لڑکی ہی تو ہے۔"

کمود کے کمرے میں داخل ہوتے ہی مدھوسودن بول اٹھا "کیوں بیگم بیہوشی کھانے کی مشق کر کے آئی ہو لیکن ہمارے ہاں اس کا رواج نہیں، تمہیں یہ نور نگر کی چلن چھوڑنا پڑے گا۔"

کچھ بھی نہ کہہ کر کمودنی پرسکون چہرہ لیے شوہر کے منہ کو دیکھتے ہوئے کھڑی رہی۔ اس کی خاموشی سے مدھوسودن اور بھی غصہ میں آگیا۔ اس کے دل میں اس لڑکی کے دل کو پا لینے کی تیز خواہش پیدا ہوگئی۔ اسی لئے اس کا غصہ اور بھی بھڑک اٹھا۔ وہ بولا "میں کام کاج والا آدمی ہوں۔ میرے پاس وقت بہت کم ہے۔ ہسٹریا والی عورت کے لئے خدمت کرنے کا وقت میرے پاس

نہیں ہے۔ میں یہ صاف صاف بتائے دے رہا ہوں۔“

کمود دھیرے سے بولی: ”تم مجھے بے عزت کرنا چاہتے ہو یا مجھے مار ماننا پڑے گی۔ تمہاری بے عزتی کو میں دل میں نہ لاؤں گی۔“

یہ سب باتیں کمود کس سے کہہ رہی ہے۔ اُس کی حیرت زدہ آنکھوں کے سامنے کون کھڑا ہے؟ مدھوسودن دنگ رہ گیا اور سوچنے لگا ”یہ عورت لڑتی کیوں نہیں۔ اس کا کیا ارادہ ہے؟“

مدھوسودن پھر بول اُٹھا: ”تم اپنے بھائی کی چیلی ہو لیکن یہ یاد رکھنا کہ میں تمہارے بھیا کا مہاجن ہوں۔ اُسے ایک بازار سے خرید کر دمڑے میں بیچ سکتا ہوں۔“

کمود نے کہا: ”دیکھو اگر کٹھور بننے ہو تو بے شک بنو۔ لیکن چھوٹے مت بنو۔“ یہ کہہ کر وہ صوفے پر بیٹھ گئی۔

مدھوسودن تڑپ اُٹھا: ”کیا کہا میں چھوٹا ہوں اور تمہارا بھائی مجھ سے بڑا ہے؟“

”نہیں بڑا جان کر ہی تو تمہارے گھر آئی ہوں۔“

”بڑا جان کر یا روپے کے لالچ میں؟“

اس کے بعد کمودنی صوفے پر سے اُٹھ کر باہر نکل گئی۔ کھلی چھت پر جا کر فرش پر بیٹھ گئی۔ کلکتے میں جاڑے کی رات کنجوس ہوتی ہے۔ وہ دھویں اور کہرے سے دھندلی پڑ گئی ہے۔ کمود کا دل ویران سا ہو رہا تھا۔ اُسے کوئی غم نہیں، کسی چیز کی آشا نہیں، وہ گھٹے کہرے میں تحلیل سی ہو گئی ہے۔ مدھوسودن کو خواب میں اُمید نہ تھی کہ کمودنی اس طرح چپ چاپ کمرے سے باہر چلی جائیگی اپنی اس ہار پر اُسے سب سے زیادہ غصہ کمودنی کے بھیا پر آیا۔ چوکی پر بیٹھے

ہوئے اُس نے غصے میں مٹھی تان لی اور بیٹھا رہا لیکن بعد میں برداشت نہ کر سکا۔ بھڑ بھڑا اٹھا اور چھت پر جا کر کمودنی کے پیچھے کھڑے ہو کر کہا ۔" بڑی بہو ۔"

کمودنی چونک پڑی اور گھوم کر کھڑی ہو گئی۔

" باہر جاڑے اور اوس میں کھڑی کیا کر رہی ہو ! چلو اندر ۔"

کمودنی بنا کسی ڈر کے مدھوسودن کے چہرے کی طرف دیکھتی رہی مدھوسودن میں جتنی بھی چوٹ کرنے کی طاقت تھی ختم ہو چکی تھی۔ کمودنی کے بائیں ہاتھ کو تھام کر دھیرے سے بولا ۔" آؤ اندر چلیں ۔"

کمودنی کے داہنے ہاتھ میں بھیّا کا آشیرواد والا تار تھا اُسے اس نے چھاتی سے لگا لیا ۔ اُس نے پتی کے ہاتھ سے اپنا ہاتھ کھینچا نہیں بلکہ چپ چاپ دھیرے دھیرے خواب گاہ میں چلی گئی ۔

۱۳

صُبح جس وقت کمودنی بستر سے اُٹھی اس وقت اُس کے پتی سو رہے تھے پتی کے قدموں کے پاس پرنام کیا اور غسل خانہ میں چلی گئی۔ نہا دھو کر چھت پر جا کر بیٹھ گئی۔ پُورب کی طرف سے کُہرے کو چیر کر آسمان پر ایک سُنہری ریکھا چمک رہی تھی۔

دن چڑھے کمودنی دھیرے دھیرے خواب گاہ میں داخل ہوئی۔ اُس کے پتی اُٹھ کر جا چکے تھے۔ آئینے کے دراز میں اُس کا بٹوہ رکھا تھا۔ اُس نے دیکھا کہ نیلم کی انگوٹھی اس میں نہیں ہے۔ اس کا چہرہ اُداس ہو گیا۔ آنکھوں میں جلن ہونے لگی۔ موتی کی ماں جب دودھ اور مٹھائی لے کر آئی تو اس کی زبان سے ایک لفظ بھی نہ نکل سکا۔ ڈرتے ہوئے موتی کی ماں قریب آ کر بیٹھ گئی۔ بولی "کیا ہوا بہن؟" کمود خاموش رہی۔ اُس کے ہونٹ کانپنے لگے۔

"بہن مجھے بتا دو نا بھی۔"

رندھے گلے سے کمود نے کہا "لے گئے ہیں چُرا کر۔"

"کیا لے گئے ہیں؟"

"میری انگوٹھی - میرے پتا جی کی آشیرواد کی دی ہوئی انگوٹھی۔"

"بہن فکر نہ کرو۔ تمہارے ساتھ مذاق کیا ہوگا، پھر لوٹا دیں گے۔"

"میں اب نہ لوں گی، دیکھوں وہ میرے ساتھ کتنا ظلم کر سکتے ہیں۔"

"اچھا، یہ سب بعد میں ہوگا، چلو ابھی میرے ساتھ، ذرا کچھ کھا پی لو۔"

"نہیں، یہ مجھ سے نہ ہوگا۔ میرے حلق میں یہاں کا کھانا اُترے گا نہیں۔"

"لکشمی بہن، ایسا نہ کہو، میری خاطر تمہیں کھانا ہی پڑے گا۔"

"میں ایک بات پوچھتی ہوں، آج سے میرا اپنا کہنے کو تو کوئی چیز اب رہ نہیں گئی۔"

"نہیں، نہیں رہ گئی، جو کچھ بھی ہے سبھی سوامی کی خواہش پر ہے۔ خط کے آخر میں غلامی لکھ کر دستخط کرنا پڑیں گے۔"

"عورتیں جن کی داسی ہیں وہ کیسے مرد ہیں؟"

"تم انہیں ابھی نہیں جان پائی۔ نہ صرف وہ مردوں ہی سے غلامی نہیں کراتے یہ خود بھی غلامی کرتے ہیں۔ جب دن آفس نہیں جاتے ان کے خود جیب خرچ کے روپے کٹ جاتے ہیں۔ ایک بار بیماری میں تینوں ماہ خرچ بند رہا۔ گھر کا کام چلا رہی ہوں مجھے بھی تنخواہ ملتی ہے۔ اس گھر کے نوکر چاکر تو غلام ہیں ہی خود مالک بھی غلامی سے نہیں بچ سکے۔"

کمودنی لمحہ بھر خاموش رہ کر بولی۔ "میں وہی غلامی کروں گی اپنے خرچ کے مطابق اپنا فرض پورا کروں گی۔ چلو مجھے کام پر بھرتی کر لو۔ تم مجھ سے کام کروا لیا کرو۔ صرف اتنا خیال رکھنا کہ کوئی مجھے "رانی" کہہ کر میری ہنسی نہ اُڑانے پائے۔"

کمود کی ٹھوڑی پکڑ کر موتی کی ماں نے ہنستے ہوئے کہا، "تو پھر تمہیں میری بات ماننا پڑے گی۔ میں اب کہتی ہوں چلو اب کھانے کے لئے چلو۔ کمرے سے باہر نکلتے ہوئے کمود نے کہا "دیکھو بہن جی، پہلے سب کچھ ارپن کرنے کے لئے تیار ہو گئی تھی۔ لیکن انہوں نے کسی طرح ایسا کرنے ہی نہیں دیا مجھے پانا دُور ہے۔ دنا داسی کو لے کر دیں۔"

"لکڑہارا پیڑ ہی کاٹنا جانتا ہے اور اُسے لکڑی ہی ملتی ہے۔ مالی پیڑ کی حفاظت کرنا جانتا ہے اور اُسے پھل پھول ہی ملتے ہیں۔ تم لکڑہارے کے پالے پڑی ہو۔"

کمودنی نے خوابگاہ میں لیٹ کر دیکھا تپائی پر "نور بخش" کی ایک شیشی پڑی ہے۔ یہ سب بابلو کا کارنامہ ہے۔ یہاں پتھر کے ساتھ بھی پھول کھلتے ہیں۔ وہ لڑکے کو تلاش کرنے لگی۔ اُس نے دیکھا لڑکا دروازے کی آڑ میں خاموش کھڑا ہے۔ کمود بابلو کو پکڑ کر کمرے میں لے گئی اور اُسے گود میں بٹھا لیا کمودنی نے دیکھا کہ بابلو کی نظر پیپر ویٹ پر ہے۔ بابلو کے ذہن میں یہ بات نہیں آرہی تھی کہ شیشے کے اندر رنگین پھول کس طرح دکھائی پڑ رہا ہے۔ اسی لئے وہ حیران ہے۔

کمود نے کہا "اسے لو گے گوپالی۔"

اس نے اپنی عمر میں ایسی کبھی بات نہیں سُنی۔ وہ ایسی چیز کی بھی کیا کبھی آشا کر سکتا ہے! ڈر اور حیرت سے وہ کمود کے منہ کی طرف دیکھتا رہا۔

کمود نے کہا۔ "اسے تم لے جانا۔"

مارے خوشی کے بابلو پھولا نہ سمایا۔ اُسے ہاتھ میں لے کر جھٹ بھاگ گیا۔

شام کے وقت بابلو کی ماں نے آکر کہا، "تم نے یہ کیا کیا بہن، بابلو کے ہاتھ

میں پیپر دیٹ دیکھ کر تو جیٹھ جی نے غضب کر دیا۔ انہوں نے وہ چھین تو لیا ہی، بے چارے کو چور کہہ کر پیٹ ڈالا۔ لڑکا بھی ایسا ہے تمہارا نام تک نہ لیا تم کبھی یہ بھی سنو گی کہ بابلو کو چوری کرنا تم ہی سکھاتی ہو۔"

کمودنی بُت بنی بیٹھی رہی۔ اتنے میں باہر قدموں کی آہٹ ہوئی۔ مدھو سودن آ رہا ہے۔ موتی کی ماں فوراً وہاں سے بھاگ گئی۔ شیشے کے پیپر دیٹ کو ہاتھ میں لئے مدھو سودن کمرے میں داخل ہوا اور اُٹھا کر سجا کر رکھتے ہوئے سنجیدگی سے بولا "بابلو تمہارے کمرے سے یہ چُرا کر لے گیا تھا۔ چیزوں کو ذرا دھیان سے رکھنا سیکھو۔"

بنا آواز میں کمودنی بولی۔" اُس نے چُرایا نہیں ہے۔"

" اچھا نہ سہی لیکن اُٹھا لے گیا تھا۔"

" نہیں، میں نے ہی اُسے دیا تھا۔"

" کیوں، اس طرح تم اُسے برباد کرنے بیٹھی ہو! ایک بات یاد رکھنا بغیر میری اجازت کے کوئی چیز کسی کو دینے نہ پاؤ گی۔"

کمود نے کھڑی ہو کر کہا۔" میری نیلم کی انگوٹھی تم نے نہیں لی؟"

" ہاں، لی ہے۔"

تمہارے اس کانچ کے ڈلے کا دام کیا اس سے بھی نہیں چُکا۔"

" میں نے تو کہہ دیا تھا۔ اُسے تم نہیں رکھ سکتی۔"

" تمہاری چیز تم رکھ سکو گے اور ہماری پر میرا حق نہیں کہ میں اُسے رکھ سکوں؟"

" اس گھر میں تمہاری الگ سمجھی جانے والی چیز کوئی بھی نہیں ہے۔"

" اگر کوئی چیز نہیں تو یہ آپ کا گھر، اسے سنبھالئے۔"

جیسے ہی کمود کمرے سے باہر نکلی شیاما نے آکر کہا۔ بہو کہاں گئی۔"

"کیوں ؟"

"صبح ہی سے اُس کا ناشتہ لئے بیٹھی ہوں ۔ کیا اس گھر میں آکر وہ کھانا بھی بند کر دے گی ؟"

"سو کیا ہوا ؟ نور نگر کی راج دُلاری نے نہ کھایا تو نہ سہی ۔ کیا تم لوگ اُس کی داسی ہو ؟"

"ارے ہٹو ، اپنے بھی دو ، کہیں ذرا سی لڑکی پر اس طرح غصہ بھی کیا جاتا ہے ۔ بنا کھائے پیئے وہ اس طرح دن گذارے گی وہ تو ہم لوگوں سے نہیں دیکھا جا سکتا ۔ اس دن غش کیا یوں ہی آ گیا تھا ؟"

مدھوسودن گرج کر بولا ۔ "کچھ نہیں کرنا ہوگا ، جاؤ یہاں سے چلی جاؤ بھوک لگنے پر آپ کھا لے گی ۔"

شیاما جیسے بہت اُداس اور غمگین ہو کر چلی گئی ۔

مدھوسودن کے سر پر خون سوار ہونے لگا ۔ غسل خانہ میں جا کر اُس نے نوارہ کھول کر اپنا سر اُس کے نیچے کر دیا ۔

شام ہونے کو آئی لیکن کمود ڈھونڈھنے پر بھی نہ ملی ۔ آخر پتہ چلا کہ وہ بھنڈار گھر کے قریب ایک کوٹھری میں فرش پر بیٹھی ہے جہاں تیل کے لیمپ وغیرہ رکھے جاتے ہیں ۔

کمود نے کہا ۔ "میرا یہی مقام ہے ۔ میں یہیں بتی صاف کیا کروں گی ۔"

موتی کی ماں نے کہا ۔ "کام تو تم نے اچھا ڈھونڈا ہے ۔ اس گھر میں روشنی کرنے کے لئے تو تم آئی ہی ہو لیکن بتیاں صاف کرنے کی کیا ضرورت ہے ۔ چلو اب اُٹھو ۔"

کمودنی سے بس نہ ہوئی۔

موتی کی ماں نے کہا۔ "تو میں بھی تمہارے ساتھ سوتی ہوں۔"

کمودنی نے بختگی سے کہا۔ "نہیں!"

موتی کی ماں نے دیکھا کہ اس شریف لڑکی میں حکم چلانے کی طاقت ہے۔ وہ چلی گئی۔

رات کو سونے کے وقت مدھوسودن نے آکر کمودنی کی خبر لی۔ اس نے جب یہ سُنا کہ وہ بتی گھر میں ہے تو پہلے اُس نے سوچا "اچھی بات ہے، اپنے دُ دیکھیں اس کمرے میں کتنے دن رہتی ہے۔ منانے سے ضد بڑھ جائے گی۔" دہ یہ سوچ کر بتی بجھا دی اور سونے چلا گیا۔ لیکن نیند نہ آئی۔ جیوں جیوں رات بیتنے لگی بے چینی بڑھنے لگی۔ وہ کمودنی کو نیچا دکھانا چاہتا ہے لیکن اس میں طاقت نہیں۔ پھر آگے بڑھ کر اس کے سامنے ہار قبول کرنا اس کے اصول کے خلاف تھا۔ ٹھنڈے پانی سے منہ دھو کر پھر بستر پر دراز ہو گیا لیکن نیند نہیں آئی۔ صبر کا دامن ہاتھ سے چھوٹ گیا۔ وہ ہاتھ میں لالٹین لے کر اس بتی گھر کے دروازے کے سامنے پہنچ گیا۔ دروازے کے پاس کان لگا کر کھڑا ہو گیا اندر مکمل سکوت تھا دھیرے سے دروازہ کھول کر دیکھا تو کمودنی فرش پر چٹائی بچھائے سو رہی تھی۔ اسی چٹائی کے ایک کنارے کو لپیٹ کر اُس نے تکیہ بنا لیا تھا۔ مدھوسودن کی آنکھوں میں جس طرح نیند نہیں۔ اسی طرح کمودنی کی آنکھوں میں نیند نہیں ہونی چاہیئے تھی۔ لیکن اس نے دیکھا کہ وہ گہری نیند سو رہی تھی۔ کمودنے کروٹ لی۔ جس طرح چور گھر والوں کے جاگ جانے پر بھاگتا ہے ٹھیک وہی حالت مدھوسودن کی ہوئی۔ جلدی سے وہ وہاں سے بھاگا اور ڈرنے سے خوف ہو گیا کہ کہیں کمودنی اس کی اس ہار پر ہنس نہ دے۔

بتی گھر سے نکل کر مدھوسودن برآمدے سے گذر رہا تھا کہ شیاما مل گئی اس کے ہاتھ میں چراغ تھا۔ "ارے! یہاں تم کہاں سے آئے دیور جی؟"

اس کا جواب نہ دے کر مدھوسودن نے کہا۔ "تم کہاں جا رہی ہو بھابی؟"

"کل میرا برت ہے براہمنوں کو بھوجن کرانا ہے، اسی کے لئے جا رہی ہوں بھیا۔ تمہیں بھی مدعو کرتی ہوں لیکن تمہیں دکشنا دینے کی طاقت مجھ میں نہیں۔"

مدھوسودن کو اس کا جواب سمجھ میں آ گیا تھا لیکن اس نے زبان روک لی۔

رات کے دوسرے پہر میں چراغ کی روشنی میں شیاما بڑی حسین دکھائی دے رہی تھی شیاما نے دھیرے سے ہنستے ہوئے کہا "میرا آج کا دن بڑی اچھی طرح کٹے گا۔ اور برت بھی کامیاب ہوگا۔ کیونکہ میں نے تم جیسے خوش نصیب کا منہ دیکھا ہے۔" کمود کے بارے میں پوچھنے کی شیاما کو ہمت نہ ہوئی۔ وہ یہ کہہ کر چلی گئی۔

"اچھا تو کل ہمارے ہاں دعوت میں ضرور آنا تمہیں قسم ہے۔"

مدھوسودن اپنے کمرے میں پہنچ کر بستر پر لیٹ گیا لیکن نیند تو غائب ہو چکی تھی۔ کمودنی کے سوئے ہوئے چہرے کو کسی طرح نہ بھلا سکا۔ اس نے دروازے کے باہر لالٹین رکھ دی تھی کہ شاید اُسے دیکھ کر کمودنی آ جائے۔ مگر وہ نہیں آئی۔ اس نے اٹھ کر بتی جلائی اور دراز کھول کر کمودنی کا بٹوہ نکال لیا۔ اسے کھولا تو اسے وپرداس کا تار دکھائی دیا "ایشور نہیں آشیرواد دیں۔" اس کے بعد نکلی ایک فوٹو جس میں کمودنی کے دونوں بھائی تھے اور ایک کاغذ کا پرزہ جس پہ وپرداس کا لکھا ایک شلوک تھا جسے مدھوسودن جل اٹھا وہ کمودنی کا وپرداس کے ساتھ انیس برس کا تعلق ایک ہی لمحہ میں ختم کر دینا چاہتا ہے۔ اور سوائے زبردستی کے اُسے کوئی راستہ دکھائی نہیں دیا۔ ہمت کرنے پہ بھی آج بٹوے کو پھینک نہیں سکا۔ انگوٹھی چرانے والی اس دن کی ہمت اور ہی تھی

مدھوسودن کو یقین تھا کہ کمودنی دوسری عورتوں کی طرح رسم و راہ کے ماتحت رہے گی لیکن آج اُسے معلوم ہو گیا کہ کمودنی کیا کر سکتی ہے اور کیا اس سے نہیں ہو سکتا یہ کہا نہیں جا سکتا۔ اگر کمودنی کو بندھن میں رکھنے کا طریقہ ہے تو صرف یہی کہ اُسے ایک بچہ کی ماں بنا دیا جائے۔

گھڑی نے پانچ بجائے لیکن جاڑے کی رات کی سیاہی ابھی دور نہیں ہوئی تھی۔ آج کی رات فضول برباد ہو جائے گی اور ابھی کچھ دیر میں اُجالا بھی ہو جائے گا یہ سوچ کر مدھوسودن تیز قدموں سے بتی گھر کے سامنے پہنچا اور دروازے کو دھکا دے کر کھولا تو دیکھا کمودنی وہاں نہیں۔ کہاں گئی؟"

آنگن میں نل سے پانی گر رہا تھا جس کی آواز صاف سنائی دے رہی تھی، برآمدے میں کھڑے ہو کر دیکھا۔ کمودنی زنگ لگی بتیوں کو نکال کر انہیں صاف کر رہی ہے۔ مدھوسودن حیرت میں کھڑا دیکھتا رہا۔ گھر کے سبھی لوگ صبح جب اُسے یہ کام کرتے دیکھیں گے تو اس کی ہنسی اڑے گی۔ مدھوسودن کے دل میں پہلے تو خیال آیا کہ ابھی سمجھائے لیکن پھر سوچا نہیں، یہ ٹھیک نہیں، دونوں کی باتیں سن کر لوگ بستر چھوڑ کر تماشہ دیکھنے آجائیں گے۔ منجھلے بھائی "نوین" کو بلایا اور کہا "گھر میں کیا ہو رہا ہے تم کسی بات کی بھی خبر نہیں رکھتے" نوین گھر کا منیجر تھا۔ بےچارے نے ڈرتے ہوئے کہا "کیوں، کیا ہوا بھیا!"

"بڑی بہو جو پاگلوں کی طرح اوٹ پٹانگ کام کر رہی ہے کیا تم جانتے ہو مجھے اس کی وجہ معلوم ہی نہیں!"

نوین خاموش رہا۔ مدھوسودن نے کہا۔ "اس میں شک نہیں کہ منجھلی بہو ہی اُس کے دماغ کو خراب کر رہی ہے"

نوین نے ڈرتے ہوئے کہا۔ "نہیں تو... منجھلی بہو تو..."

مدھوسودن گرج اُٹھا۔ "میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔" اس کے بعد کوئی بات چل ہی نہیں سکتی۔ "اپنی آنکھوں سے دیکھنے" کے اندر اس پیپر ویٹ کا واقعہ موجود تھا۔

موتی کی ماں جب سے پریم کے ساتھ کمودنی کی عزت کرنے لگی تھی تب سے نوین سمجھ گیا تھا کہ یہ نبھ نہ سکے گا۔ کیا بات ہوئی اُسے مدھوسودن نے صاف طور سے نہیں بتایا۔ کیا کرنا ہوگا یہ بھی اندھیرے ہی میں رہا۔ اور جو صاف صاف ظاہر ہے۔ وہ یہی ہے کہ اس میں قصور چھوٹی بہو کا ہے۔ اس لئے اس میں نوین کا بھی حصّہ ہے۔ نوین نے موتی کی ماں کے پاس جاکر کہا۔ "ایک فساد کھڑا ہوا ہے۔"

"کیا ہوا ہے؟"

"یہ تو بھگوان جانتے ہیں یا بھائی صاحب اور ممکن ہے تم بھی جانتی ہو لیکن ڈانٹ مجھے ہی ملی۔"

"کیوں، کہو سنوں تو۔"

نوین نے جلیبی سے کہا۔ "بھیّا کے نوکر نے قیمتی ڈنر سیٹ توڑ دیا۔ اور جرمانہ مجھے ہی ادا کرنا پڑا۔ اس بار جو چیز باہر سے آئی ہے اُس پر بھی کیا میری ہی جواب دہی ہوگی۔ اس لئے جو کرنا ہو کرو۔ مجھے زیادہ تکلیف نہ دینا چھوٹی بہو۔"

"جرمانہ سے کیا مطلب؟ ذرا کہو تو۔"

"رجب پور بھیج دیں گے۔ اس کا ڈر دکھاتے ہیں۔"

"ڈرتے ہو، اسی لئے ڈرپوک ہو۔ ایک بار بھیجا تو تھا کیا پھر ریل خرچ بھیج کر واپس نہیں بلوایا تھا؟ تمہارے بھیّا غصے میں بھی اپنا نقصان برداشت نہیں کر سکتے۔"

"سمجھ گیا اس وقت کیا کرنا چاہیے، کہو تو۔"

"اپنے بھیّا سے کہنا کہ وہ کتنے ہی بڑے راجہ کیوں نہ ہوں، تنخواہ دار داسی رکھ کر وہ رانی کی بے عزتی نہیں کر سکتے۔ اس کی ذمہ داری خود انہیں اپنے اوپر لینی پڑے گی۔"

"چھوٹی بہو! تجھے انہیں سبق دینے کی ضرورت پڑے گی؟ دو دن میں خود ہی انہیں ہوش آ جائے گی۔ اس دوران میں تم قاصد کا کام کرو۔ فائدہ ہو یا نہ ہو۔ انہیں تو دکھا دیں کہ ہم نمک حلال ہیں۔"

موتی کی ماں کمود کو ڈھونڈنے چھت پر گئی۔ اُسے معلوم تھا کہ وہ وہیں ہوگی۔ بتیوں کا کام ختم کرکے اشنان کرنے کے بعد کمودنی پورب کی طرف مُنہ کئے چھت پر بیٹھی ہے۔ اس کے بھیگے بال پیٹھ پر بکھرے ہیں۔ انہیں سنوارنے کی اُسے فکر نہیں۔ وہ پتلے کنارے والی ایک موٹے کپڑے کی ساڑھی پہنے اور ایک گرم چادر اوڑھے ہوئے ہے۔ یہ عورت اپنے تصور میں کسی کو سجائے اُس کی پُوجا کر رہی ہے۔ وہ یہ گیت گا چکی ہے۔ "ہم میں تم میں پریت لگی ہے سجن من موہن پیارے"

تصور کی دُنیا میں وہ یک و تنہا ہے۔ اس کا کوئی سنگی ساتھی نہیں۔ آج وہ اُداس ہو کر گا رہی ہے۔ "میرے تو گردھر گوپال دوسرا نہ کوئی۔"

موتی کی ماں پیچھے دُور بیٹھی رہی۔ صبح کی سُہانی روشنی میں سونے جیسی چھڑت پر اس پری پیکر کے جلال کو دیکھ کر وہ حیران ہو رہی ہے۔ اُس نے سوچا اسے کس طرح منانا چاہیئے۔ یہاں کی عورتیں اس کے برابر کی ہیں؟ وہ خود اس کے سامنے ہیچ ہے۔ وہ اس سے رشک تو ضرور کرتی ہے لیکن اس سے حسد کرنے کی ہمت نہیں۔

اچانک موتی کی ماں نے دیکھا کہ کمود نی آنچل میں مُنہ چھپائے رو رہی ہے۔ اس سے برداشت نہ ہو سکا۔ اس کے قریب جا کر اُس کے گلے میں بانہیں ڈال کر بولی۔ "میری بہن، میری لکشمی مجھے بتا دو، تمہیں کیا دُکھ ہے؟"

کمود کچھ دیر تک کچھ بھی نہ بول سکی پھر سنبھل کر بولی۔ "بھیّا کا خط آج بھی نہیں ملا۔" اُن کی طبیعت ٹھیک نہ تھی۔ وہ جانتے ہیں کہ مجھے خبر نہ ملی تو میں بے چین رہوں گی۔"

موتی کی ماں نے کہا "تم فکر نہ کرو۔ میں خبر منگوانے کی تجویز کروں گی۔"

کمود نے تار بھیجنے کی بات کئی بار سوچی تھی لیکن کس کے ذریعے بھیجے۔ سودن مدھو نے جب سے اُسے دیور داس کا مہاجن ہونے کی ڈینگ ماری تھی اس دن سے اُس کے ساتھ اُس نے بھیّا کی کبھی بات نہیں چلائی۔ آج اس نے موتی کی ماں سے کہا۔ "اگر تم بھیّا کے پاس میرے نام سے تار بھیج سکو تو جان میں جان آئے۔"

موتی کی ماں نے کہا۔ "اس میں ڈر کی کونسی بات ہے۔ میں تار بھیج دوں گی۔"

"لیکن میرے پاس روپے کہاں ہیں!"

"کیا کہہ رہی ہو؟ روپے جو بھی خرچ کے لئے میرے پاس رہتے ہیں وہ سب تمہارے ہی ہیں۔ آج تک میں تمہارا ہی نمک کھاتی آ رہی ہوں۔"

"اس گھر میں میرا کچھ بھی نہیں۔"

"اچھا بہن، تمہارے لئے میں ہی خرچ کر دوں گی۔ بہن کیا آج بھی تمہاری خواب گاہ سُونی رہے گی۔"

"وہاں میرے لئے جگہ نہیں۔"

موتی کی ماں نے مزید اصرار کرنا مناسب نہ سمجھا۔ اس نے سوچا، منانے کا کام میرا نہیں، جس کا کام ہے وہی کرے گا۔ موتی کی ماں نے اپنے کمرے میں جا کر نوین کو بُلا کر کہا "ایک بات سنو۔ جیٹھ جی کے باہر والے کمرے میں اُن کے دراز کو دیکھ آؤ۔ بہن کی کوئی چھٹی آئی ہے یا نہیں۔"

نوین نے کہا "یہ تو بہت مشکل ہے۔"

"اگر تم نہ جا سکو تو میں جاؤں، مالک باہر گئے ہیں۔"

"دیکھو بھوجی، دن کے وقت یہ کام مجھ سے نہ ہو سکے گا، آج رات کو خبر دے سکوں گا۔"

"اچھا یہی سہی، لیکن نورنگر میں تار بھیج کر پتہ لگانا ہوگا کہ دیپر داس کی طبیعت کیسی ہے۔"

"تم کہتی ہو تو کر دوں گا لیکن اگر بھائی صاحب کو پتہ چل گیا تو ٹھیک نہ ہوگا۔"

۱۴

حسبِ معمول مدھوسودن ایک بجے کھانے کے لئے گھر آیا۔ گھر کی عورتیں اُسے گھیر کر بیٹھ گئیں۔ کوئی پنکھا جھلنے لگی کوئی کھانا پروسنے لگی۔ اُس کا کھانا سادہ ہوتا ہے وہ بھوک مٹانے کے لئے کھانا کھاتا ہے مزے کے لئے نہیں۔ شیاما دودھ کے کٹورے میں چینی ملا رہی تھی۔ اس کا بدن سانولا اور سڈول ہے۔ اس کے بدن پر ایک سفید ساڑھی کے علاوہ اور کوئی بھی کپڑا نہیں ہے لیکن اُسے دیکھ کر یوں معلوم پڑتا ہے کہ وہ ہمیشہ صاف ستھری رہتی ہے۔ عمر جوانی کی آخری منزل تک پہنچ چکی ہے۔ لیکن جیٹھ کے چوتھے پہر کی طرح دن ڈھلنے پر بھی وہ ابھی تک کمھلائی نہیں۔

مدھوسودن کے عروج کے زمانے میں ہی شیاما سندری اس گھر میں داخل ہوئی تھی۔ اُس نے فیصلہ کیا تھا کہ میں اپنی جوانی کے جادو منتر سے اس گرہستی میں اُونچا مقام حاصل کر لوں گی یہ کہنا بھی غلط ہے کہ مدھوسودن کا دل کبھی پھسلا نہیں لیکن مدھوسودن نے کسی صورت میں شکست نہیں مانی۔ اس کی وجہ تھی کہ وہ ایک معمولی سمجھ رکھنے والا آدمی نہیں ہے۔ اور اس نے اپنی ساری عقل اور سمجھ داری

دولت کمانے میں لگا دی ہے وہ یقینی طور پر جانتا تھا کہ دولت کمانے کی جس ریاضت میں وہ لگا ہے اُسے برباد کرنے کے لئے اندر دیو نے کئی رکاوٹیں بھیجی ہیں لیکن وہ ہمیشہ سنبھل گیا۔ اتنی ہی سہولت تھی کہ اکیلے میں شیاما کو دیکھنے اور اس کی بات سُننے سے اُس کی تھکاوٹ دُور ہو جاتی تھی لیکن شیاما پر کسی بھی دن یہ بات ظاہر نہ ہونے دی کہ جس سے اس کا زور بڑھ جاتا۔ شیاما مدھوسُودن کے جھکاؤ کو دل میں بڑی اچھی طرح پہچانتی ہے تو بھی اس کی طرف سے اُس کا ڈر دُور نہیں ہو پایا تھا۔

شیاما نے دھیرے سے کہا۔ "دیور جی! بہو کو بلا دوں؟"

مدھوسُودن نے جواب نہ دے کر اپنے بھابی کی طرف سنجیدگی سے دیکھا اُس کی بھابی شیاما ڈرتے ہوئے سوالی کی تفصیل بتاتے ہوئے بولی "کھانے کے وقت تمہارے قریب بیٹھتی تو بہتر تھا۔ ذرا تمہاری خدمت کرتی۔"

مدھوسُودن کے چہرے کے تاثر کو نہ سمجھ کر شیاما فقرا پورا کئے بغیر ہی خاموش ہو گئی۔ مدھوسُودن سر جھکا کر بھوجن کرنے لگا۔ کچھ دیر بعد سر اُونچا کر اُٹھلائے بنا ہی اُس نے پوچھا۔ "بڑی بہو اس وقت کہاں ہے؟"

شیاما بڑبڑا کر بول اُٹھی "میں دیکھ کر آتی ہوں۔"

مدھوسُودن نے اُنگلی کے اشارے سے منع کر دیا۔ بھوجن ختم کر کے جب وہ اپنی خوابگاہ میں گیا تو اُس کے دل میں اُمید کی ایک کرن تھی وہ ایک بار چھت پر گھوم آیا۔ بغل کے غسل خانے میں گھس کر لمحہ بھر حیران ہو کر کھڑا رہا۔ اس کے بعد بستر پر لیٹ کر حقہ پینے لگا۔ پندرہ منٹ بیت گئے، بیس منٹ پھر آدھ گھنٹہ بیت چلا تب اُس نے چھاتی کی جیب سے گھڑی نکال کر وقت دیکھا۔ کئی برسوں سے اُسے آفس جانے میں پانچ منٹ کی بھی دیر نہیں ہوئی۔ وہاں سب کی آمد و رخصت

کا رجسٹر ہے جس میں دوسرے ملازموں کے مقابلے میں اُس کے حصّے کی جرمانے کی رقم بہت کم ہے۔ اس لیے ہم اپنے آپ سے بھی رعائت نہیں کرتا دراصل وہ دوسرے ملازموں سے دُگنا جرمانہ دیتا ہے اب اس نے دل میں فیصلہ کیا کہ آج آفس کا وقت ختم ہو جانے پر وہ بیٹھ کر کام کر کے اس وقت کی کمی پوری کرے گا۔ وقت جتنا گذرتا گیا اتنا ہی اس کا دل کام میں نہیں لگ رہا ہے۔ یہاں تک کہ آج آدھ گھنٹہ پہلے ہی کام چھوڑ کر چلا آیا۔ اس کی صرف یہی خواہش تھی کہ بے وقت ہی گھر میں آنا چاہیئے۔ ہو سکتا ہے کہ کوئی دکھائی دے جائے۔ آج آفس کی پوشاک پہنے ہوئے وہ انتاپور میں داخل ہوا۔ عین اسی وقت موتی کی ماں چھت پر دھوپ میں لگی آم کی کھٹائی کو ٹوکری میں رکھ رہی تھی۔ مدھوسودن کو بے وقت خوابگاہ میں داخل ہوتے دیکھ کر ماتھے پر لمبا گھونگھٹ نکال کر بہت منجھلی بہو کے سامنے اپنی کمزوری پکڑے جانے پر مدھوسودن بڑا شرمسار اور رنجیدہ ہوا۔ اُس نے سوچا کہ بہت دھیرے سے کمرے میں داخل ہوں گا۔ کہ کہیں ہرنی ڈر کے مارے بھاگ نہ جائے لیکن ویسا نہ ہو سکا۔ لوگوں کی نظر سے بچنے کے لیے وہ تیزی سے کمرے میں گھس گیا۔ اس نے دیکھا کہ آفس سے بھاگ آنا ایک دم بیکار ہو گیا۔ کمرے میں تو کوئی بھی نہیں۔ کوئی اس کمرے میں آیا بھی تھا اس کا کوئی نشان نہ ملا۔ عبر کا دامن اس کے ہاتھ سے چھوٹ گیا۔ اگر چہ اس نے آج تک کبھی منجھلی بہو سے ایک بھی بات نہیں کی تھی پھر بھی اس کے دل میں کمودنی کے بارے میں اس سے پوچھنے کی خواہش پلنے لگی۔ ایک بار کمرے سے باہر بھی آیا لیکن موتی کی ماں اس وقت جا چکی تھی۔ وہ شرمسار سا ہو کر باہر کچے ٹرنک پر کوئی ضروری کام کرنے کا اظہار کرنے کے لیے جھک گیا۔ سامنے ایک رجسٹر تھا جسے وہ عام طور پر کبھی نہ دیکھتا تھا۔ آج لوگوں کو دکھانے کے لیے وہ

اسے کھول کر بیٹھ گیا۔ اس رجسٹر میں اُس کے گھر کے خطوط اور تاروں کی روانگی کا مکمل حساب رہتا ہے۔ اس نے دیکھا کہ آج کے تاروں میں پہلا تار وہ اس کے پتہ کا ہے بھیجنے والی ہے خود مالکن۔

"بلاؤ دربان کو"

دربان آیا۔

"یہ تار کس نے بھیجنے کے لئے دیا تھا؟"

"منجھلے بابو نے۔"

منجھلے بابو پھیکا سا چہرہ لے کر سامنے آئے۔

"میری اجازت بغیر تار بھیجنے کو کس نے کہا تھا؟" جس نے کہا تھا اس کا نام مالک کے سامنے کہنا تو آسان کام نہیں۔ اُسے جاڑے کے موسم میں پسینہ آ گیا بڑی کو خاموش دیکھ کر مدھوسودن نے خود پوچھا "جان پڑتا ہے منجھلی بہو نے منہ نیچا کر کے لاجواب ہو جانے پر یہ صاف ظاہر ہو گیا" سر پر خون سوار ہو گیا۔ اتنا غصہ آیا کہ منہ سے بات بھی نہ نکل سکی۔ تیزی سے ہاتھ ہلا کر نوین کو گھر سے باہر چلے جانے کا اشارہ کر کے کمرے کے ایک کونے سے دوسرے کونے تک ٹہلنے لگا

نوین نے چہرہ لٹکا کر موتی کی ماں سے جا کر کہا "منجھلی بہو! باندھو بوریا بستر!"

"نہیں کیا ہوا ہے؟"

"اس بار سامان ساتھ لے کر جانا ہوگا۔"

"اگر میں تمہاری بھیا سے ملوں تو شاید کل ہی باہر نکلنا پڑے۔ جان پڑتا ہے تمہارے بھیا کا مزاج ٹھیک نہیں ہے۔"

"میں تو انہیں پہچانتا ہوں، جان پڑتا ہے اس بار ہمیں لوگوں پر بیتے گی

"تو چلو نا، اتنی سوچ میں کیوں پڑے ہو؟ وہاں جل میں ڈوب تو نہ جائینگے؟"

"مجھے چلنے کے لئے کیوں کہتی ہو، اس بار حکم بے گا منجھلی بہو کو درشن بھیجنے گا۔"

"میں جانتی ہوں تم اس حکم کا پالن نہیں کر سکتے۔ گھر میں سبھی لوگ تمہیں بیوی کا مرید کہتے ہیں۔ آدمی کس طرح بیوی کا مرید ہو سکتا ہے یہ بات تمہارے بھیا کی سمجھ میں اب تک نہیں آئی تھی۔ اس بار اُن کے سمجھنے کی باری ہے۔"

"کیا سچ مچ؟"

"میں تو دیکھ رہی ہوں تمہارے خاندان میں اس کا رنگ ہے۔ بہت دنوں سے تمہارے بھیا قابو میں نہیں آ رہے تھے جیسں زور سے دہ روپوں کی تھیلی پکڑ کر بیٹھے تھے ٹھیک وہی زور پڑے گا اب بڑی بہو پر۔"

"پڑنے دو۔ لیکن میری حفاظت کون کرے گا؟"

"اس کی فکر نہ کرو۔ یہ میری ذمہ داری ہے۔ اس وقت جو میں کہتی ہوں وہی کرو۔ اُن کا درانہ نہیں دیکھنا ہوگا۔"

نوین نے ہاتھ جوڑ کر کہا "منجھلی بہو تمہاری دہائی ہے۔ اگر سانپ کے بل پر ہاتھ لگانے کو کہتیں تو میں لگاتا لیکن درانہ میں نہیں۔"

"اگر سانپ کے بل پر ہاتھ لگانا پڑے گا تو میں لگا دوں گی لیکن درانہ تو تمہیں دیکھنا پڑے گا۔ تم تو جانتے ہو اُن کے دیکھے بنا اس گھر میں کسی کو خط دیکھنے کی اجازت نہیں۔ میرا دل کہتا ہے کہ اُن کے ہاتھ میں خط آیا ہے۔"

"میرا دل بھی یہی کہتا ہے لیکن اس کے ساتھ یہ بھی کہتا ہے کہ اگر اس خط کو ہاتھ لگا دوں گا تو پھانسی کا حکم ہوگا۔"

"تم کچھ بھی نہ کرنا، خط کو ہاتھ بھی نہ لگانا، صرف ایک بار دیکھ آؤ کہ بہن کے

نام کا خط ہے کہ نہیں ۔"

نوین بیوی سے گہری محبت کرتا ہے ۔ اسی رات مجھلی بہو کو نوین نے بتایا کہ کمود کے نام ایک خط آیا ہے اور ایک تار دراز میں ہے ۔

کمود نی آج سویرے سے ہی کام میں لگی ہے ۔ موتی کی ماں نے آکر کہا " میرے ہاتھ میں کوئی کام نہ تھا اس لئے میں یہاں آئی تھی ۔ میں نے سوچا کہ بہن کے کام میں ذرا میں بھی ہاتھ بٹا کر ثواب حاصل کر لوں ۔ " یہ کہہ کر شیشے کا گلوب اور چمنی کی ٹوکری اپنے پاس رکھ کر وہ انہیں صاف کرنے لگی ۔ کمود کو انکار کرنے کی ہمت نہ ہوئی ۔ موتی کی ماں کی مدد سے اس کی جان بچی لیکن موتی کی ماں بھی اس کام میں ماہر نہیں ہے ۔ لالٹین میں حساب سے بتی لگانا اس کے لئے ناممکن ہے ۔ یہ کام اس کی دیکھ بھال میں ہوتا ہے ۔ تیل کا حساب اسی کے ہاتھ میں ہے لیکن اس نے اپنے ہاتھ سے بتی کبھی نہیں کاٹی ۔ اسی لئے بے بس ہو کر اس نے بنکو فراش کو بلانے کی بات چھیڑی ہے ۔

اُسے ہار ماننا پڑی ۔ بنکو فراش آیا اور اس نے پھرتی سے تھوڑی ہی دیر میں کام ختم کر دیا ۔ شام کے بعد ہی چراغوں کو ہر ایک کمرے میں رکھ آنا ہوتا ہے اس کام کے لئے آج بھی حسب معمول آنا ہو گا یا نہیں ، یہ بات بنکو نے پوچھی ۔ وہ سیدھے سبھاؤ کا تھا لیکن اس کے سوال میں کچھ شرارت سی تھی ۔ اس لئے کمود کے کانوں کی لوئیں سُرخ ہو گئیں ۔ جواب دینے کے پہلے ہی موتی کی ماں نے کہا " آئے گا کیوں نہیں ؟ " کمود کو یہ سمجھنے میں دیر نہ لگی کہ کام کرنے جا کر وہ صرف کام میں رکاوٹ ہی ہو رہی ہے ۔

۱۵

دوپہر کے بھوجن کے بعد دروازہ بند کر کے کمود نی بیٹھی ہوئی اپنے دل میں پرتگیا کرنے لگی کہ اب وہ اپنے اندر غصہ نہیں پیدا ہونے دے گی۔ دیوتا کا آشیرواد ہے کہ کل سویرے سے وہ گرہست دھرم میں لگ جائے گی۔ اس کام میں بھیا کی یاد سب سے زیادہ مددگار تھی۔

جب تیسرے پہر نبکو فراش نے دروازہ کھٹکھٹایا تب کمودنی دروازہ کھول کر باہر چلی گئی۔ اس نے موتی کی ماں سے کہا "آج رات میں بھوجن نہ کروں گی دل کو پوتر کرنے کے لئے میرا یہ برت ہے" موتی کی ماں اس کا منہ دیکھ کر حیرت میں پڑ گئی۔ آج اس کے منہ پر دل کی آگ کی جھلک نہ تھی۔ اس کی پیشانی اور آنکھوں میں سکون اور تمانیت تھی۔ موتی کی ماں نے کوئی رکاوٹ نہ کی۔

کمود اپنے دیوتا کی مورتی کو دل میں رکھ کر چھت کے ایک کونے میں بیٹھ گئی۔ غروب ہوتے ہوئے سورج کو دیکھ کر کمود نے ہاتھ جوڑ کر کہا "اے پربھو! اب کبھی میں آپ سے جدا نہ ہوں۔ آپ مجھے رلا کر اپنا بنا لیجئے"

جاڑے کا دن دیکھتے دیکھتے ڈھل گیا۔ پھر اُس کمرے میں داخل ہو کر کمودنی کے دل میں خیال آیا۔ کہ تار تو دیا جا چکا ہے۔ اس کا جواب کیوں نہیں آیا یہ سوال اُس کے دل میں بار بار اُٹھتا رہا۔

مدھوسودن عورت کے دل کی نزاکت کو نہیں سمجھ پاتا۔ جس بیاہی ہوئی عورت کے جسم اور دل پر اُسے پورا حق حاصل ہے اُسے پانا بھی اس کے لئے بہت کٹھن ہے۔ مدھوسودن آج اچانک اپنے دل میں ایک نیا جذبہ پا کر حیران ہو رہا ہے۔ جو طاقت اُسے اس کے بنے ہوئے راستے کے باہر اس طرح کھینچ رہی ہے وہ اُسے کس طرف لے جائیگی، یہ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا۔

رات کا بھوجن ختم کر کے مدھوسودن خواب گاہ میں آیا۔ اگرچہ اُسے یقین نہیں تھا لیکن اُمید تھی کہ آج کمودنی ضرور وہاں دکھائی دے گی۔ اس لئے مدھوسودن روزمرہ کے وقت کے بعد آیا اس ڈر سے کہ وہ کہیں بستر پر لیٹ جانے کے بعد سو نہ جائے۔ اور کمودنی واپس نہ چلی جائے وہ بستر پر لیٹا نہیں۔ کچھ دیر صوفے پر بیٹھا رہا۔ کچھ دیر چھت پر ٹہلتا رہا۔ مدھوسودن کے سونے کا وقت ۹ بجے ہے۔ اور آج اُسے پھاٹک کی گھڑی سے معلوم ہوا کہ گیارہ بج گئے ہیں۔ اُسے شرم محسوس ہوئی۔ لیکن وہ بستر پر لیٹ نہ سکا۔ مدھوسودن گیس جلا کر آرام کرسی پر بیٹھ گیا۔ گھر کا چوکیدار رات کے وقت کمروں کے سامنے کبھی کبھی ٹہل جایا کرتا تھا۔ مدھوسودن کو کچھ نیند آ رہی تھی۔ اسی وقت اُس نے چونک کر دیکھا کہ چوکیدار کمرے میں آ کر لالٹین اٹھا کر اُس کے چہرے کی طرف دیکھ رہا ہے۔ شاید اس نے سوچا کہ مالک بے ہوش ہو گئے ہیں یا مر گئے ہیں۔ مدھوسودن شرمندہ ہو کر بڑبڑا کر کرسی سے اُٹھ کھڑا ہوا نئی شادی کے بعد راجہ بہادر کے لئے چوکیدار کے سامنے رات گذارنا نہایت ہتک آمیز بات ہے۔ اس بات سے اُسے بھاری چوٹ پہنچی۔ اُس نے غصے سے کہا یہ کمرہ بند کر دو

جیسے کہ کمرہ نہ بند کرنے کا قصور وار وہی ہو۔ پھاٹک کی گھڑی نے دو بجائے۔
مدھوسودن نے کمرے سے جانے کے پہلے ایک بار دراز کھولا۔ تلاش کر کے کمود کے نام کا تار جیب میں رکھ کر انتا پور کی طرف چلا گیا۔ تیسری منزل کی سیڑھی پر قدم رکھنے سے پیشتر کچھ دیر کھڑا رہا۔

آدھی رات کو نیند ٹوٹ جانے پر انسان پوری طاقت نہیں محسوس کرتا جب کہ اپنے کو چھوڑ کر دنیا میں کسی کے سامنے جواب دہ نہیں ہے اس وقت کمود سے ہار مان لینا ناممکن نہیں ہوا۔ کمی کمرے کے سامنے سے لالٹین اٹھا کر مدھوسودن بتی گھر کے سامنے جا کر کھڑا ہو گیا۔ دھیرے سے دروازہ کھولا کمودنی چٹائی پر پڑی ایک چادر اوڑھی گہری نیند سو رہی ہے۔ بایاں ہاتھ چھاتی پر ہے۔ دیوار کے ساتھ لالٹین رکھ کر مدھوسودن کمودنی کی بائیں طرف بیٹھ گیا۔ مدھوسودن کو ذرا بھی چین نہیں اور کمودنی بڑے چین سے سو رہی ہے بیاہ کے بعد بہو کے سسرال آنے کے وقت جو واقعات پیش آئے انہیں یاد کرنے سے اسے تکلیف ہوئی اور اپنے بیکار غصے پر بہو کا احتجاج اسے فطرتی معلوم ہو رہا ہے۔ مدھوسودن نے فیصلہ کیا کہ کمود کو جگائے بنا اسی طرح رات بھر بیٹھا رہےگا کچھ دیر بیٹھے رہنے کے بعد وہ کسی طرح بھی نہ رک سکا۔ اس نے دھیرے سے کمود کی چھاتی سے اس کا ہاتھ اٹھا کر اپنے ہاتھ میں لے لیا کمود نے نیند کے جھونکے میں اپنا ہاتھ کھینچ کر دوسری طرف کروٹ بدل لی۔ وہ بے چین ہو اٹھا اس نے کمود کے کان میں کہا۔ "بڑی بہو! تمہارے بھیا کا تار آیا ہے۔"

فوراً کمودنی کی نیند اڑ گئی اور وہ اٹھ کر بیٹھ گئی۔ حیرت سے آنکھیں کھول کر وہ مدھوسودن کی طرف دیکھنے لگی۔ مدھوسودن نے تار سامنے رکھ کر کہا "تمہارے بھیا کے ہاں سے آیا ہے۔" وہ اٹھ کر لالٹین

اُٹھا لایا۔

کمود نے تار پڑھا۔ اس میں لکھا تھا۔ "میرے لئے گھبرانا نہیں۔ آہستہ آہستہ ٹھیک ہو رہا ہوں۔ تمہیں میرا آشیرواد۔" بیقراری کی اس گھڑی میں سکھ کی بات پڑھ کر کمود کی آنکھیں بھر آئیں۔ اس نے آنکھیں پونچھ کر تار آنچل میں باندھ لیا۔ مدھوسودن کے دل میں چوٹ سی لگی۔ اس کی زبان گنگ ہو گئی۔ کمود نی بول اٹھی۔ "کیا بھیا کا خط نہیں آیا۔" مدھوسودن کسی طرح نہ کہہ سکا کہ خط آیا ہے۔ وہ جھٹ بول اٹھا۔ "نہیں خط تو نہیں آیا۔"

اس کمرے میں رات کے وقت اس طرح بیٹھنے میں کمود کو شرم محسوس ہوئی۔ وہ اٹھنے کی کوشش کر ہی رہی تھی کہ مدھوسودن بول اٹھا "بڑی بہو میرے اوپر غصہ نہ کرنا۔" یہ تو مالک کا قصور نہیں ہے۔ یہ پرجی کی التجا ہے۔ کمود حیران ہو گئی۔ اس نے سوچا یہ دیوی کی کرامات ہے کیونکہ جو اس نے اپنے آپ سے بار بار کہا تھا کہ تو غصہ نہ کر۔ وہی بات آدھی رات کے وقت کسی نے مدھوسودن سے کہلوا دی۔

مدھوسودن نے پھر کہا۔ "کیا تم اب بھی میرے اوپر ناراض ہو۔"

"نہیں، میں ناراض نہیں ہوں، قطعی نہیں۔"

"تو اس کمرے سے اس کمرے میں چلو۔" مدھوسودن اس کی طرف دیکھ حیران ہو گیا۔ وہ دل ہی دل میں باتیں کر رہی ہے، کسی نادیدہ سے باتیں ہو رہی ہیں۔

کمود آج رات کے لئے تیار نہیں تھی۔ اس نے یہ فیصلہ کیا تھا کہ کل سویرے اشنان کر کے دیوتا کے سامنے اپنی پرارتھنا کر کے گرہست کے کام میں لگوں گی۔ اس وقت اس کے دل میں یہ بات اٹھی کہ بھگوان نے مجھے وقت نہیں دیا۔ آج آدھی رات

میں ہی بلایا ہے۔ اُن سے کس طرح انکار کر سکوں گی۔ کمود بولی۔ "چلو" اُوپر چڑھ کر اپنی خواب گاہ کے سامنے ذرا ٹھٹک کر اس نے کہا۔ "میں ابھی آتی ہوں۔ دیر نہ کروں گی۔" یہ کہہ کر وہ چھت کے کونے میں جا کر بیٹھ گئی۔ کمودنی دل ہی دل میں کہنے لگی۔ پربھو، آپ مجھے پکار رہے ہیں! مجھے آپ بھولے نہیں ہیں اسی لئے پکار رہے ہیں۔ مجھے کانٹوں بھرے راستے سے ہی آپ لے جائیں گے۔ وہ آپ ہی ہیں، آپ کے علاوہ دوسرا کوئی نہیں۔ زمین پر ماتھا ٹیک کر پرنام کیا، عین اس وقت وہ چونک پڑی۔ مدھوسودن پیچھے سے بول اُٹھا۔ "بڑی بہو سردی لگ جائے گی، کمرے میں چلو۔" کمود اپنے دل میں جو آواز سننا چاہتی تھی اُس کے ساتھ یہ آواز نہیں ملتی۔ یہی تو اس کا امتحان ہے۔ آج پربھو اُسے بنسی بجا کر بھی نہ بلا دیں گے۔

کمودنی کا دن رات کا منتر یہ تھا — "بے میرے پربھو، تمہارے سامنے میں اپنا سارا جسم ارپن کر کے یہ پرساد پانا چاہتی ہوں۔ جس طرح پتا پتر کو، دوست دوست کو، عاشق اپنی محبوبہ کو معاف کر سکتا ہے اور پیار کر سکتا ہے۔ اسی طرح آپ بھی مجھے معاف کر سکیں اور پیار کر سکیں۔ کمود آنکھیں بند کر کے دل ہی دل میں کہتی — آپ تو کہتے ہیں کہ جو آدمی مجھے سب جگہ دیکھتا ہے، مجھ میں سب کو دیکھتا ہے، وہ بھی میرا تیاگ نہیں کرتا، میں بھی اس کا تیاگ نہیں کرتا۔ اس ریاض میں ذرا بھی کمزوری نہ پڑے دوں۔

آج سویرے کمود نے اشنان کر کے بڑی دیر تک اپنے جسم پر چندن کا عطر چھڑکا۔ اس طرح اپنے دل کو راحت بخشی۔ کمودنی نے موتی کی ماں کے پاس آ کر کہا۔ "مجھے اپنے کام میں لگا دو۔" موتی کی ماں نے ہنس کر کہا۔ "تو آؤ ترکاری کاٹو۔"

گھر کی عورتیں گپ اڑاتی ہوئی ہنسی سے ترکاری کاٹ کر ٹوکری میں ڈال رہی تھیں۔ موتی کی ماں کمود کے منہ کی طرف دیکھتی اور سوچتی۔ کیا وہ کام کر رہی ہے، نہیں، اس کی انگلی کا سہارا پاکر اس کا دل کسی تیرتھ کی طرف چلا جا رہا ہے عورتیں کمود کے ساتھ بات چیت کرنے کا کوئی راستہ نہیں پا رہی ہیں۔ شام سندری نے ایک بار کہا۔ "بہو اگر تم صبح سویرے ہی نہایا کرتی ہو تو پانی گرم کرنے کے لئے کیوں نہیں کہہ دیتیں۔ سردی لگ جائے گی نا!"

کمود نے کہا۔ "میری عادت ہے۔"

بات چیت پھر آگے نہ بڑھ سکی۔ ترکاری کاٹنے کا کام ختم ہو گیا۔ عورتیں آنگن میں نل کے پیچھے جا کر شور مچانے لگیں۔

موتی کی ماں کو اکیلے پاکر کمود نے کہا۔ "بھیا کے تار کا جواب ملا ہے۔"

موتی کی ماں نے حیران ہو کر کہا۔ "وہ کب ملا!"

"کل رات کو!"

"رات کو۔"

"ہاں بہت رات گئے۔ انہوں نے خود آکر مجھے دیا۔"

موتی کی ماں نے کہا۔ "تب تو خط بھی ضرور مل گیا ہوگا۔"

"کون سا خط؟"

"تمہارے بھیا کا خط۔"

کمود بے چین سی ہو کر بول اٹھی "نہیں، وہ تو نہیں ملا۔ بھیا کا خط آیا ہے کیا؟"

موتی کی ماں چپ رہی۔ کمود نے اس کا ہاتھ تھام کر پوچھا "بھیا کا خط کہاں ہے، لا کر مجھے دے دو نا۔"

موتی کی ماں نے دھیرے سے کہا۔ "وہ خط میں نہ لاسکوں گی۔ وہ باہر بیٹھک کی میز کے دراز میں ہے۔ اُن کا دراز کھولا گیا تو معلوم ہو جانے پہ بڑی آفت ہو گی۔"

"تو کیا میں بھیّا کا خط نہیں پڑھ سکوں گی؟"

"جب بڑے مالک آفس چلے جائیں تو وہ خط پڑھ کر پھر دراز میں رکھ دینا" غصّہ دبایا نہیں جاسکتا۔ اس کا دماغ گرم ہو اُٹھا۔ بولی۔ "کیا اپنا خط بھی چُرا کر پڑھنا ہو گا؟"

"کون اپنا ہے کون پرایا، اس کا فیصلہ گھر کے مالک ہی کرتے ہیں۔"

کمود اپنی پر تُل گیا۔ بھُولی جا رہی تھی۔ ایسے وقت میں دل میں آواز آئی، غصّہ برداشت کرو۔ کمود نے لمحہ بھر کے لیے آنکھیں بند کر لیں۔ اُس کے ہونٹ کانپ اُٹھے۔ کمود نے کہا۔ "میرا خط اگر کوئی چُراتا ہے تو چُرانے دو۔ میں اُسے چُرا کر اُس کا بدلہ نہیں لینا چاہتی۔" یہ کہہ کر کمود نے اُسی وقت سوچا کہ میں نے کٹھور بات کہہ دی۔ اندر جو غصّہ ہے انجانے میں ظاہر ہو جاتا ہے۔ اُسے اکھاڑ پھینکنا ہو گا۔ پریم کی ایک ایسی باڑھ بہا دینی چاہیئے جو رُکے ہوئے کو آزاد کرے اور بندھے ہوئے کو بہا کر لے جائے۔ بہت سی باتوں کو بھُلانے کے لئے اس کے پاس ایک طریقہ تھا اور وہ تھا سنگیت۔ لیکن اس گھر میں ستار بجانے میں فخر آتی تھی، وہ ستار ساتھ نہیں لائی۔ کمود گانا گا سکتی ہے لیکن اس کے گلے میں وہ بات نہیں۔ وہ گیت جس میں وہ کہہ سکتی ہے کہ میں تمہاری پکار پر آئی ہوں تم کیوں چھُپے گئے ہو؟

۱۶

کمودنی کے بیٹھنے کی طرف ایک جگہ ہے۔ مکان کی چھت، وہ وہیں چلی گئی
دن چڑھ آیا ساری چھت پر دھوپ چمک رہی ہے صرف زینے کی دیوار کے
پاس تھوڑی سی جگہ ہے جہاں دھوپ ابھی نہیں پہنچی۔ وہ وہیں جا کر بیٹھ گئی۔ اُسے
استاد جی کی راگنی بار بار یاد آنے لگی جس کے شروع تھے بول یہ "بانسری ہماری
ہے" کمودنی اپنی مرضی سے ان شبدوں کو نئی نئی تانوں میں اُلٹ پلٹ کر گانے
لگی۔ اس تھوڑی سی بات میں کئی معنی جھلکنے لگے۔ "ارے میری بانسری، تو لمبی تانوں
سے بھر کیوں نہیں جاتی؟ جہاں دروازہ بند ہے اور جہاں ابھی نیند نہیں ٹوٹی وہاں
تو اندھیرے کو چیر کر پہنچ کیوں نہیں جاتی۔؟"
موتی کی ماں نے جب آ کر کہا۔ "چلو بہن بھوجن کے لئے" اس وقت وہاں
بھی چھاؤں بھی جا چکی تھی۔ لیکن کمود کا دل تان سے بھرا ہے، اس کے خط کے
بارے میں مدھوسودن نے جو نیچتا کی تھی جس سے اُس کے دل میں مایوسی چھا
گئی۔ لیکن خط کے اندر پریم بھرے الفاظ حاصل کرنے کے لئے اُس کی بے قراری کو

قرار نہیں آتا۔

کھانا کھانے کے بعد اُس نے موتی کی ماں سے کہا :" میں باہر کے کمرے میں جا کر خط پڑھ آتی ہوں ۔"

" ذرا تھوڑی دیر ٹھہر جاؤ، نوکر چاکر جب چھٹی پا کر چلے جائیں گے تب پڑھ آنا ۔"

" نہیں، نہیں، وہ بالکل چوروں کی طرح جانا ہوگا ۔ میں تو کھلے عام جانا چاہتی ہوں، جس کے جی میں جو آئے سمجھا کرے ۔"

" چلو میں بھی ساتھ چلتی ہوں ۔"

" نہیں، یہ کبھی نہیں ہو سکتا، تم مجھے اتنا بتا دو کہ کدھر جانا ہوگا ؟"

اتنا پور کے برآمدے میں سے موتی کی ماں نے کمود کو وہ کمرا دکھا دیا۔ کمود باہر چلی گئی ۔ سبھی نوکر چاکر حیران ہو کر اُٹھ کھڑے ہوئے اور اُسے پرنام کرنے لگے ۔ کمرے میں داخل ہو کر جب کمود نے ڈیسک کا دراز کھولا تو اس میں اُس کا خط ملا ۔ اُسے ہاتھ سے اُٹھانے لگی ۔ لفافہ کھلا ہوا ہے ۔ سینے میں ایک طوفان سا اُٹھنے لگا ۔ جس گھر میں کمودنی کی پرورش ہوئی تھی وہاں ایسی ہیچ حرکت کا تصور کبھی نہ کیا جا سکتا تھا ۔ وہ نہ جانے کیا بڑبڑانے لگی ۔ باہر کھڑا اردلی اُسے یوں بڑبڑاتے دیکھ کر دنگ رہ گیا ۔ کچھ دیر بعد کمودنی سنبھل گئی اور خط کو سامنے رکھ کر ہاتھ جوڑ کر خاموش چوکی پر بیٹھی رہی ۔ وہ خط کو چرا کر نہیں پڑھے گی، ایسا اُس نے فیصلہ کر لیا ہے ۔ اتنے میں مدھوسودن آ گیا اور چونک کر کھڑا رہا ۔ کمود نے اس کی طرف دیکھا تک نہیں ۔ اُس نے قریب آ کر دیکھا ڈیسک پر دیور اس کا خط پڑا ہوا ہے ۔ اُس نے پوچھا ۔ " تم یہاں کیسے ؟" کمودنی نے پُرسکون نظروں سے اس کے منہ کی طرف دیکھا ۔ مدھوسودن نے پھر کہا ۔" تم اس کمرے میں کیوں آ گئی ؟

"میرے نام سے بھیا کا خط آیا ہے یا نہیں، یہی دیکھنے آئی تھی۔"

"مجھ سے پوچھا کیوں نہیں، اس سوال کے راستے کو میں کل رات ہی بند کر چکا تھا۔ اس خط کو میں خود ہی تمہارے پاس لے جا رہا تھا، تمہیں یہاں آنے کی ضرورت نہیں تھی۔"

کمود کچھ دیر خاموش بیٹھی رہی پھر بولی۔ "تمہاری یہ خواہش نہیں کہ میں خط کو پڑھوں۔ اسی لئے میں نہ پڑھوں گی۔ یہ دیکھو میں نے پھاڑ ڈالا لیکن اس طرح کا دکھ اب مجھے کبھی نہ دینا۔ اس سے بڑھ کر میرے لئے اور دوسرا کشٹ کیا ہو سکتا ہے!"

منہ کے اوپر آنچل ڈال کر اس فقرے کو ختم کر کے وہ فوراً اندر چلی گئی۔

آج دوپہر کے بعد مدھوسودن کے دل میں طوفان اُٹھ رہا تھا۔ بھوجن کے بعد وہ کمود کو بلانا چاہتا تھا۔ آج وہ انگریزی فیشن کے بال کٹوا کر اور خوشبودار تیل لگا کر سجا سجایا تیار بیٹھا تھا۔ آفس کے وقت میں آج چالیس منٹ چوک گیا تھا۔ مدھوسودن زینے پر قدموں کی آہٹ سے چونک اٹھا۔ ہاتھ میں اخبار لے کر اسے غور سے دیکھنے لگا اور یہاں تک کہ موٹی نیلی پنسل نکال کر اس پر دو ایک نشان لگا دیے۔

شیاما کمرے میں داخل ہوئی۔ بھویں سکوڑ کر مدھوسودن نے اس کی طرف دیکھا۔ شیاما بولی۔ "تم یہاں بیٹھے ہو، بہو تمہیں ڈھونڈھتی پھر رہی ہے۔"

"ڈھونڈ رہی ہے، کہاں؟"

"باہر تمہارے آفس والے کمرے میں گئی ہے سو اس میں تعجب کس بات کا، اس نے شاید یہ سمجھا ہے کہ تم وہیں ...."

مدھوسودن فوراً وہاں سے چلا گیا۔ اس کے بعد ہی خط والا واقعہ ہوا۔ جیسے بادبان والی کشتی کا اچانک بادبان پھٹ جانے سے جو حالت ہوتی ہے وہی حالت مدھوسودن کی بھی ہوئی۔ وہ آفس میں نہ بیٹھ سکا اور سر درد کا بہانہ لگا کر

گھر لوٹ آیا

نوین نے کمود کے کمرے میں داخل ہو کر دیکھا کہ وہ زمین پر بستر بچھا کر پڑی ہوئی ہے۔ خط کے پھاڑ ڈالنے کے بعد اس کے دل کو قرار نہ آسکا تھا۔

نوین کو دیکھ کر وہ فوراً اٹھ بیٹھی۔ نوین نے کہا۔ "بھابی! پیر چھونے آیا ہوں۔ ذرا مجھے اپنے قدموں کی دھول لینے دو۔"

بھابی کے ساتھ نوین کی یہ پہلی گفتگو تھی۔

کمود بول اٹھی۔ "آؤ، آؤ! بیٹھو۔"

نوین زمین پر بیٹھ گیا اور کہنے لگا۔ "میں تمہاری خدمت کر سکوں گا اس خوشی سے میری چھاتی پھول اٹھی تھی لیکن میرا ایسا نصیب کہاں! میں کچھ نہ کر سکا۔ اس بات کا مجھے ہمیشہ افسوس رہے گا۔"

"تم کہاں جا رہے ہو؟"

"ہم لوگوں کو بھیا دیش بھیج دیں گے، پھر شاید تم سے ملنے کا موقعہ نہ ملے۔ اس لئے پرنام کر کے رخصت لینے آیا ہوں۔" کہہ کر پرنام کیا۔ اتنے ہی میں موتی کی ماں دوڑتی ہوئی آئی۔ بولی۔ "جلدی آؤ۔ بڑے انہیں ڈھونڈ رہے ہیں۔"

نوین فوراً اٹھ کھڑا ہوا اور چل پڑا۔ موتی کی ماں بھی اس کے ساتھ چلی گئی۔

باہر کے کمرے میں ڈیک کے پاس بڑے بھائی صاحب بیٹھے ہیں۔ نوین سامنے آکر کھڑا ہو گیا۔ دوسرے دنوں کی طرح ان کے چہرے پر کسی قسم کا خوف دکھائی نہ دیتا تھا۔ مدھوسودن نے پوچھا۔ "بڑی بہو کو کس نے بتایا کہ ڈیک میں خط ہے؟"

نوین نے کہا "میں نے ہی بتایا تھا۔"

"تمہاری یہ ہمت کیسے ہوئی؟"

"بڑی بہورانی نے مجھ سے پوچھا کہ اس کے بھیا کا خط آیا ہے یا نہیں میں یہاں دیکھنے آیا تھا۔"

"تم نے مجھ سے پوچھنے کا صبر کیوں نہ کیا؟"

"وہ گھبرا رہی تھی اسی سے ......"

"اسی سے میرے حکم کو اڑا دیا۔ کیوں!"

"وہ بھی تو اس گھر کی مالکن ہیں۔ میں کیسے ان کا حکم ٹال سکتا ہوں؟ آپ سے ایک بات اور کہتا ہوں وہ صرف مالکن ہی نہیں میرے لئے پوجنیہ بھی ہیں"

"نوین میں تمہیں بچپن سے جانتا ہوں۔ یہ عقل تمہاری نہیں جان پڑتی۔ خیر کچھ بھی ہو، آج تو وقت نکل گیا۔ کل صبح کی گاڑی سے تم دیش روانہ ہو جانا۔"

"جی ہاں" وہ اتنا کہہ کر وہاں سے چلا گیا۔

مدھوسودن کو یہ بات بالکل نہ اچھی لگی۔ نوین کو دکھ کا اظہار کرنا چاہیئے تھا۔ پھر سے نوین کو بلا کر کہا "تنخواہ کا حساب کر کے لے جاؤ۔ اور یہ بھی جان لو کہ اب تم لوگوں کو خرچ نہ دے سکوں گا۔"

نوین نے کہا۔ "یہ میں جانتا ہوں۔ دیش میں میرے حصے کی زمین ہے اس میں کھیتی کر کے میں گذارہ کر لوں گا۔" یہ کہہ کر اور بغیر کسی بات کا انتظار کیے وہ چلا گیا۔

نوین کے ساتھ مدھوسودن کو گہری محبت ہے۔ مدھوسودن کے اور دو بھائی رجب پور میں گاؤں کی زمین جائداد کا کام کرتے ہیں۔ مدھوسودن کبھی ان کی خیر خیریت نہیں پوچھتا۔ پتا کی موت کے بعد اس نے نوین کو کلکتے بلا لیا اور پڑھا لکھا کر برابر اپنے پاس رکھا۔ گھر کے سب کاموں میں نوین

ہوشیار ہے اس کی کامیابی کی سب سے بڑی وجہ اس کی سچائی ہے۔ اُس کی بات چیت اور برتاؤ بھی بہت اچھا ہے۔ جب بھی گھر میں کوئی جھگڑا ہوتا ہے تو صلح صفائی کا کام وہی کرتا ہے۔ مدھوسودن نوین کو دل سے چاہتا ہے اس کا ثبوت یہ ہے کہ موتی کی ماں کو مدھوسودن دیکھ نہیں سکتا۔ جس کے ساتھ اُسے محبت ہے اُس کے اُوپر کسی دوسرے کا ادھیکار ہو جائے تو وہ کیسے برداشت کر سکتا ہے۔ مدھوسودن کا خیال ہے کہ موتی کی ماں نوین کو اس کے خلاف بھڑکاتی ہے۔ اگر مدھوسودن کو نوین کے ساتھ پیار نہ ہوتا تو وہ موتی کی ماں کو کبھی کا دیش بھیج چکا ہوتا۔ مدھوسودن نے سوچ رکھا تھا کہ کام ختم کر کے نوین ایک بار ضرور آئے گا۔ کمود جو خط پھاڑ کر چلی گئی تھی اس کی تصویر اُس کے دل میں کھنچ گئی۔ وہ ایک حیرت انگیز نظارہ تھا جس کا تصوّر تک اُس کے ذہن میں نہیں تھا۔ اپنی فطرت کے مطابق اُس نے یہ سمجھ لیا تھا کہ خط کمود نے ضرور پڑھ لیا ہوگا۔ لیکن کمود کے چہرے پر جو صداقت کی چمک تھی اُسے دیکھ کر مدھوسودن اُس پر شک نہ کر سکا۔

کمودنی کے اُوپر مدھوسُودن کا حکم نہیں چل سکتا۔ یہ وہ دیکھ چکا ہے اپنی اولوالعزمیاں اُسے تکلیف پہنچا رہی ہیں۔ وہ عمر میں بڑا ہے اس بات کو بھلانا چاہتا ہے لیکن نہیں بھلا سکتا۔ اس کا رنگ کالا ہے۔ ایشور کی اس ناانصافی پر اُسے دُکھ ہوتا ہے۔ مدھوسودن پر حُسن اور جوانی کا تاثر ہے اسی وجہ سے وہ مایوس اور کمزور ہے۔ اُس نے چٹرجی خاندان کی لڑکی سے شادی کرنے کا ارادہ ضرور کیا تھا۔ لیکن اُسے وہاں سے ایسی لڑکی ملے گی جس کے سامنے اُسے پہلے ہی دن ہار ماننی پڑے گی۔ اس کا اُسے خواب میں بھی خیال نہ تھا۔

اگر وہ کمودنی سے کسی بات میں جھگڑ سکتا تھا تو صرف دولت سے اُس نے

تین انگوٹھیاں خریدیں۔ وہ دیکھنا چاہتا تھا کہ کمودنی کونسی پہنے۔ ایک ہیرے کی تھی ایک چینی کی اور ایک پنّے کی۔ اُس نے توقع کیا کہ کمود پہلے چینی کی انگوٹھی دیکھ کر للچائی نظروں سے اُسے دیکھنے لگی۔ اس کے بعد پنّے کی انگوٹھی دیکھ کر اس کی آنکھیں پھٹ سی گئیں اور آخر میں ہیرے کی انگوٹھی دیکھ کر اس کی حیرت کی انتہا نہ رہی۔ اُس نے ہیرے کی انگوٹھی پسند کی۔ مدھوسودن نے تینوں انگوٹھیاں نکال کر اُس کی تینوں انگلیوں میں پہنا دیں۔

مدھوسودن چاہتا تھا کہ رات کے بھوجن کے بعد یہ کام کیا جائے گا۔ لیکن دوپہر والے واقعہ کے سبب مدھوسودن سے صبر نہ ہو سکا۔ رات کی بات کو وہ دوپہر ہی میں کر ڈالنے کے لئے وہ اندر گیا۔ اندر جا کر اُس نے دیکھا کہ کمود ایک ٹین کے ٹرنک میں اپنے کپڑے لتے سنبھال رہی تھی۔

"ایں! یہ کیا! کہیں جا رہی ہو!"

"ہاں۔"

"کہاں؟"

"رجب پور۔"

"اس کا مطلب؟"

"تم نے اپنا دراز کھولنے کے قصور پر دیور جی کو سزا دی ہے در اصل وہ سزا مجھے ملنی چاہیے۔"

مدھوسودن کچھ کہنا چاہتا تھا لیکن کچھ نہ کہہ کر تیزی سے باہر چلا گیا۔

باہر کمرے میں پہنچ کر مدھوسودن نے نوین کو بلایا اور کہنے لگا "بڑی بہو کو تم لوگوں نے بھڑکا دیا ہے۔"

"بڑی بہو کو بھڑکانے کی اس گھر میں کسی شخص کو ضرورت نہ ہو گی۔ تم

اکیلے ہی کافی ہو۔ ہمارے یہاں رہنے سے شاید وہ سکون سے رہتیں۔ لیکن تم اسے برداشت نہ کر سکے۔"

گرجتے ہوئے مدھوسودن نے کہا۔ "رجب پور جانے کے لیئے تم لوگوں نے سکھایا ہے۔"

"اسے میں تو سوچ بھی نہیں سکتا سکھانا تو بہت دُور ہے۔"

"دیکھو اگر اُسے اس طرح ناچ نچایا تو اچھا نہ ہوگا، میں صاف صاف کہے دیتا ہوں۔"

"بھائی صاحب یہ باتیں کسے کہہ رہے ہو؟ جس بات میں کچھ فائدہ ہو وہی بات آپ کو کرنی چاہیئے۔"

"تم لوگوں نے کچھ بھی نہیں کہا؟"

"قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں نے سوچا تک نہیں۔"

"اگر بڑی بہو ضد کر بیٹھیں گی تو تم لوگ کیا کرو گے؟"

"تمہیں بلواؤں گا، تمہارے پاس ہرکارے، برق انداز اور پیادے ہیں تم روک سکتے ہو۔"

مدھوسودن نے نوین کو دھمکاتے ہوئے کہا۔ "چپ رہ! اگر بڑی بہو رجب پور جانا چاہتی ہے تو میں اُسے روکوں گا نہیں۔"

نوین چلا گیا۔ ماتھے پر یوڈی کلون کی پٹی باندھ کر مدھوسودن نے ایک بار پھر آفس جانے کا فیصلہ کر لیا۔

موتی کی ماں نوین سے سب باتیں سن کر کمودنی کے کمرے میں پہنچی اس نے دیکھا کہ وہ ابھی تک کپڑے سنبھال رہی ہے۔ اُس نے کہا۔ "بہو رانی گیا کر رہی ہو؟"

"تمہارے ساتھ میں بھی چلوں گی ۔"

"ہم لوگوں میں اتنی توفیق نہیں کہ اپنے ساتھ لے چلیں۔ جیٹھ جی ہمارا منہ بھی نہ دیکھیں گے ۔"

"تو پھر میرا بھی نہ دیکھیں گے ۔"

"خیر میں اسے مانتی ہوں لیکن ہم لوگ بڑے غریب ہیں ۔"

"میں بھی کچھ کم غریب نہیں ، میرا بھی تمہارے ساتھ گذر ہو سکتا ہے"

"لیکن لوگ کیا کہیں گے ؟"

"کہنے دو۔ تم لوگوں نے کیا پاپ کیا ہے ؟"

"تمہیں خبر دی ہے ۔"

"اگر کوئی اپنی خبر جاننا چاہے اور تم پہنچا دو تو یہ بھی جرم ہے کیا ؟"

"مالک کو بتائے بغیر خبر دینا جرم ہی ہے ۔"

"اچھا یہی سزا ۔ قصور تمہارا ہے تو میرا بھی ہے۔ دونوں سزا بھگتیں گے"

"بہت اچھا ۔ جیٹھ جی نے بھی کہہ دیا ہے کہ تمہیں دوکان نہیں جائے گا ۔ لاؤ میں تمہارا سامان ٹھیک کر دوں ۔" دونوں سامان سنبھالنے لگیں ۔ اتنے میں کسی کے قدموں کی آہٹ سنائی پڑی ۔ موتی کی ماں تیزی سے وہاں سے چلی گئی ۔

کمرے میں داخل ہوتے ہی مدھوسودن نے کہا ۔ "بڑی بہو تم وہاں نہیں جاسکتی ہو ۔"

"کیوں نہیں جاسکتی ؟"

"اس لئے کہ میرا حکم ہے ۔"

"اچھا تو نہیں جاؤں گی ۔ اس کے بعد کون سا حکم ہے بتاؤ ؟"

"اپنا سامان باندھنا بند کرو ۔"

"یہ تو بند کر دیا۔" کہتے ہوئے کمود کمرے سے باہر چلی گئی۔ مدھوسودن نے کہا: "سنو سنو۔"

کمود نے لوٹ کر کہا۔ "کہو، کیا کہہ رہے ہو؟"

کہنے کو کچھ اور تو تھا نہیں لیکن کچھ سوچ کر بولا۔ "تمہارے لئے انگوٹھی لایا ہوں۔"

"میں جس انگوٹھی کو پہننے کی ضرورت سمجھتی تھی اُسے تو تم نے پہننے سے منع کر دیا ہے۔ اب میں انگوٹھی پہننے کی ضرورت نہیں سمجھتی۔"

"ایک بار تو دیکھ لو۔" مدھوسودن نے باری باری تینوں ڈبیہ کھول کر دکھائیں۔ مگر کمود نے مُنہ سے کچھ نہیں کہا۔ مدھوسودن بولا۔ "اس میں جو پسند ہو پہن سکتی ہو۔"

"جن چیزوں کو پہننے کا حکم دوگے پہن لوں گی۔"

"میرے خیال میں تینوں انگوٹھیاں تین انگلیوں میں بہت اچھی لگیں گی۔"

"اگر حکم ہوگا تو تینوں پہن لوں گی۔"

"میں پہنائے دیتا ہوں۔"

"لو پہنا دو۔" مدھوسودن نے انگوٹھیاں پہنا دیں۔ اس کے بعد کمود نے کہا۔ "اور کوئی حکم؟"

"بڑی بہو تم اتنا ناراض کیوں ہوتی ہو؟"

"میں تو ناراض نہیں۔" اتنا کہہ کر کمود باہر چلی گئی۔

"ارے تم جاتی کہاں ہو! ذرا سنو تو۔"

کمود واپس آکر بولی۔ "کہو، کیا کہہ رہے ہو؟"

مدھوسودن کی سمجھ میں کچھ بھی نہ آیا کہ وہ کیا کہے۔ اس کا چہرہ سُرخ ہو

گیا۔ بولا۔ "اچھا جاؤ" پھر غصّے میں بولا۔ "لاؤ انگوٹھیاں لوٹا دو۔"
تینوں انگوٹھیاں اُتار کر کمود نے میز پہ رکھ دیں۔ مدھوسُودن نے تڑپ کر کہا۔ "جاؤ، چلی جاؤ۔" کمود اُسی وقت چلی گئی۔

مدھوسودن جب دفتر پہنچا تو دفتر کا وقت ختم ہو چکا تھا۔ انگریز افسر ٹینس کھیلنے چلے گئے تھے۔ بڑے بابو لوگ اُٹھنے کی تیاری کر رہے تھے۔ چھ بجے، سات بجے، جب آٹھ بجنے کو ہوئے تب اس نے رجسٹر بند کر دیا۔ اور اُٹھ کھڑا ہوا۔

مدھوسودن آج تک اپنے معمول کے مطابق چلا آ رہا تھا۔ ہر لمحہ ہر پل اس کی زندگی میں ایک قائم شدہ آئین کے تحت گذرتا تھا۔ لیکن آج آفس سے گھر جانے پر رات کے وقت کس طرح جواب دے گا یہ اُس نے طے کر رکھا تھا۔ ڈرتے ڈرتے مدھوسودن گھر پہنچا۔ کھانا کھا لینے کے بعد اُس میں یہ ہمت نہ تھی۔ کہ وہ خواب گاہ میں پہنچ جاتا۔ پہلے تو وہ باہر برآمدے میں ٹہلتا رہا لیکن جب نو بج گئے تب وہ خواب گاہ میں داخل ہوا۔ آج اُس نے سوچ رکھا تھا کہ ٹھیک وقت پر سو جائے گا۔ کمرے میں جا کر مسہری اٹھا کر بستر پر لیٹ گیا لیکن آنکھوں میں نیند نہیں۔ رات بڑھنے لگی اور اُس کے ساتھ اُس کی بیقراری بھی۔

رات کے دو بج رہے تھے وہ سوچنے لگا کمود کہاں ہے؟ وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ حکم کے مطابق فراش نے بتی گھر میں تالا لگا رکھا تھا۔ وہ چھت پر گھوم آیا لیکن وہاں کوئی نہ تھا۔ جُوتے اُتار کر وہ ننگے پاؤں برآمدے میں چلنے لگا۔ موتی کی ماں کے کمرے کے سامنے پہنچ کر اُس کے کانوں میں باتوں کی بھنک پڑی وہ باہر کان لگائے کھڑا رہا۔ کل جانے والے ہیں ممکن ہے صلاح مشورہ کر رہے ہیں۔ آواز بہت دھیمی تھی کوئی بات صاف سنائی نہ دی۔ اتنا ضرور پتہ چل گیا کہ دونوں

کچھ گنگنا رہے ہیں۔ اس نے سوچا موتی کی ماں اور کمود میں بات چیت ہو رہی ہے۔ غم و غصہ میں اس کی طبیعت ہوئی کہ لات مار کر جھگڑا کھڑا کر دے لیکن اس وقت نوین کہاں ہے؟ وہ ضرور کہیں باہر گیا ہوگا۔

انتا پور سے باہر جانے والے راستے میں ایک ہی جل رہی ہے۔ وہاں پہنچتے ہی اس نے دیکھا کہ لالی وو شالہ اوڑھے شیاما کھڑی ہے۔ شرم اور غصہ میں بھر کر مدھوسودن بول اٹھا "اتنی رات گئے تم یہاں کیا کر رہی ہو؟"

شیاما نے کہا "میں تو سو رہی تھی باہر قدموں کی آہٹ کے سبب مجھے شک ہوا شاید کوئی ...."

مدھوسودن تڑپ کر بول اٹھا "دیکھتا ہوں تم بہت سر چڑھ گئی ہو۔ میرے ساتھ چالاکی کرنے کی کوشش نہ کرو۔ جاؤ جاکر آرام کرو۔"

ادھر کئی روز سے شیاما کی ہمت بڑھتی جا رہی تھی۔ لیکن آج اسے محسوس ہوا کہ غلط جگہ پاؤں پڑا ہے۔ اس نے منہ لبور کر مدھوسودن کی طرف دیکھا اور پھر منہ پھیر کر آنچل سے آنسو پونچھے۔ اگرچہ وہ جانے کو تیار تھی لیکن پیچھے مڑ کر کھڑی ہو گئی اور بولی "دیور جی، چالاکی میں نہ کروں گی لیکن جو کچھ دیکھ رہی ہوں اس سے نیند نہیں آ رہی ہے۔ ہم لوگوں سے یہ کیسے برداشت ہو سکے گا؟" کہہ کر وہ تیزی سے چلی گئی۔

مدھوسودن کچھ دیر تو وہاں کھڑا رہا لیکن کچھ دیر بعد باہر کی طرف چل پڑا۔ آگے چوکیدار ملا۔ بستر چھوڑ کر بھوت کی طرح ننگے چلے آنے پر دور سے نہ پہچان کر چوکیدار نے کہا "کون ہے؟" لیکن جب نزدیک پہنچا تو راجہ صاحب کو کھڑے پایا۔ دانتوں تلے زبان دبا کر بولا "حضور، کیا بات ہے؟" مدھوسودن نے کہا "کچھ نہیں، انتظام دیکھنے آیا ہوں۔" مدھوسودن کی یہ بات

کسی طرح بھی بغیر مناسب نہ تھی گھومتے ہوئے مدھوسودن بیٹھک میں پہنچا۔ نوبین ایک تکیہ پہلو میں لیئے سو رہا ہے۔ مدھوسودن نے اُسے جھنجوڑا۔ وہ اُٹھ بیٹھا۔ مدھوسودن نے بنا کسی تمہید کے کہا۔ "جا، ابھی بڑی بہو سے جا کر کہہ کہ میں اسے اُوپر بلا رہا ہوں۔" یہ کہہ کر وہ اندر خواب گاہ میں چلا گیا۔ کچھ دیر بعد کمودنی خوابگاہ میں آئی۔ وہ لال کناری کی ایک معمولی ساڑھی پہنے ہوئے تھی۔ ماتھے پر تھوڑا سا آنچل کھینچا ہوا تھا۔ وہ صوفے پر بیٹھ گئی۔ مدھوسودن فوراً اس کے قدموں میں بیٹھ گیا۔ کمودنی شرما کر جونہی وہاں سے اُٹھنے کو تیار ہوئی مدھوسودن نے ہاتھ پکڑ کر اُسے بٹھا لیا اور کہنے لگے "اٹھو نہیں، ذرا میری بات سنو، میں نے قصور کیا ہے، مجھے اب معاف کر دو۔"

کمودنی مدھوسودن کی اس انکساری کو دیکھ کر دنگ رہ گئی۔ مدھوسودن نے پھر کہا "منجھلی بہو اور نوبین کو رجب پور جانے سے روک دوں گا۔ وہ لوگ تمہاری خدمت میں رہیں گے۔"

کمودنی کی سمجھ میں کچھ نہ آیا کہ کیا کہے۔ مدھوسودن سوچنے لگا۔ میں اپنے ملن کو کھو کر بڑی بہو کا مان بھنگ کر دوں گا۔ ہاتھ پکڑ کر ملیٹھی بولا "بتاؤ تم چلی تو نہیں جاؤ گی؟ میں ابھی آتا ہوں۔" کمودنی بولی "نہیں جاؤں گی۔" مدھوسودن نیچے چلا گیا۔ مدھوسودن کچھ دیر بعد موتی کی ماں اور نوبین کو ساتھ لے کر آیا اور دونوں کی طرف دیکھ کر بولا۔ "میں نے تمہیں کل رجب پور جانے کا حکم دیا تھا لیکن اب وہاں جانے کی کوئی ضرورت نہیں۔ کل سے تمہیں بڑی بہو کی خدمت میں لگا دیا گیا ہے" وہ دونوں یہ سُن کر دنگ رہ گئے۔

مدھوسودن نے کمودنی کو اپنی زبان میں سمجھا دیا کہ میں تمہارے سامنے بنا کسی ہچکچاہٹ کے ہار مانتا ہوں۔ کمودنی سوچنے لگی کہ وہ اسے کس طرح اپنائے۔ بدلے میں

وہ اُسے کیا دے سکتی ہے؟ زندگی میں جب بیرونی رکاوٹ پیدا ہوتی ہے اس وقت لڑنے کی طاقت ملتی ہے اور دیوتا بھی آکر مددگار بنتے ہیں پھر بیرونی رکاوٹ دور ہو جانے پر لڑائی ختم ہو جاتی ہے لیکن صلح نہیں ہوتی، ایسی ہی حالت کمود محسوس کرنے لگی۔ اگر کسی بہانے کمود موتی کی ماں کو روک پاتی تو وہ بچ جاتی لیکن نوین کے اُٹھ کر چلے جانے پر موتی کی ماں بھی اس کے پیچھے چلی گئی۔ سوامی کی خوشی کے جنگل سے اب اس لڑکی کو کون بچائے؟

مدھوسودن نے کہا۔ "بڑی بہو، اب تو کپڑے بدل کر سوؤ گی نا؟"

کمودنی نے دھیرے اُٹھ کر غسل خانے میں داخل ہو کر اندر سے دروازہ بند کر لیا۔ نجات کی جتنی بھی میعاد بڑھ سکے بڑھا لینی چاہیئے۔ وہ ایک چوکی پر بیٹھ گئی۔ مدھوسودن دیوار پر لگی گھڑی کی طرف دیکھ کر اندازہ لگا رہا ہے کہ کپڑے تبدیل کرنے میں کتنی دیر لگ سکتی ہے۔ اُس نے آئینے کے سامنے بال سنوارے اور لونڈر کی پوری شیشی اپنے کپڑوں پر انڈیل لی پندرہ منٹ گذر گئے۔ دروازے کے پاس جا کر کان لگا کر کھڑا ہو گیا۔ اندر سے کوئی آواز نہ سنائی دی۔ سوچا شاید بال سنوارنے لگی ہے۔ عورتوں کو سنگار کا بڑا شوق ہوتا ہے۔ آدھا گھنٹہ بیت گیا۔ وہ بیقرار ہو گیا۔ اُس نے دروازے کے پاس جا کر کہا۔ "بڑی بہو، ابھی فارغ نہیں ہوئیں؟"

کچھ دیر بعد دروازہ کھلا۔ کمودنی اس طرح باہر آئی جیسے خواب میں چل رہی ہو۔ کپڑے تو ضرور تبدیل ہو گئے تھے لیکن انہیں سونے کا لباس نہیں کہا جا سکتا گوری گوری گول کلائیوں میں پرانی طرز کے کڑے ہیں۔ شاید وہ کبھی ماں کے تھے — مدھوسودن نے ایک بار پھر اس کے نئے روپ کو دیکھا۔ وہ دنگ ہو گیا مدھوسودن پرانے دفتروں کی شوکت کو دیکھ کر خوش ہو گیا۔ اُسے اس لڑکی کو دیکھ یہ احساس ہوا

کہ جیسے اس کے پاس کافی دولت نہیں ہے اُسے یہ احساس ہونے لگا کہ اگر میں ساری دُنیا کا بادشاہ ہوتا تب ہی یہ گھر کمودنی کے قابل ہو سکتا تھا۔ مدھوسودن نے نزدیک آکر کہا ”بڑی بہو سوئی نہیں؟“

کمود حیرت میں پڑ گئی۔ اُس نے سوچ رکھا تھا کہ مدھوسودن ناراض ہوگا۔ یکایک اُسے یاد آئی کہ اُس کے پتا اُس کی ماں کو کتنے پیار سے ”بڑی بہو“ کہہ کر پکارتے تھے۔ اس کے ساتھ ہی ماں کی یاد آگئی۔ ماں کس طرح روٹھ کر چلی گئی تھی اُسکی آنکھیں ڈبڈبا آئیں۔ زمین پر مدھوسودن کے قدموں میں بیٹھ کر بولی۔ ”مجھے معاف کر دو!“

تیزی سے مدھوسودن نے ہاتھ پکڑ کر کمود کو چوکی پر بٹھاتے ہوئے کہا ”تم نے کونسا قصور کیا ہے جو معاف کردوں؟“

کمود نے کہا ”ابھی میرا دل تیار نہیں مجھے کچھ وقت دیجئے“ مدھوسودن تڑپ اُٹھا۔ وہ بولا ”وقت کس لئے دینا ہوگا۔ مجھے سمجھا تو دو“

”اچھی طرح کہتے نہیں بنتا کسی کو کیسے سمجھاؤں“

مدھوسودن نے دکھی آواز میں کہا ”مشکل کچھ بھی نہیں ہے۔ تم کہنا چاہتی ہو کہ میں تمہیں اچھا نہیں لگتا!“

کمود نے کہا ”میں تمہیں دھوکے میں نہیں رکھنا چاہتی اس واسطے کہتی ہوں کہ مجھے تھوڑا وقت دو“

دھیرے دھیرے مدھوسودن کو خفت ہونے لگا۔ اُس نے سختی سے کہا ”وقت دینے سے فائدہ؟ اپنے بھائی کے ساتھ صلاح کر کے پھر نئے سرے سے جاننے کی ضرورت ہے...؟“

مدھوسودن نے سوچ لیا کہ وپردا س کی یاد میں کمودنی کا سب کچھ رُکا ہوا ہے جس طرح بھیا چاہیں گے اُسی طرح بہن چلے گی۔ وہ بول اُٹھا ”تمہارے بھیا۔

تمہارے گُردُ ہیں۔"

کمودنی ہوش میں اُٹھ کھڑی ہوئی بولی۔"ہاں بھیا میرے گُردُ ہیں۔"

"آج اُن کی اجازت بنا کپڑے نہ بدلوں گی، بستر پر نہ لیٹوں گی کیا؟ مجھے کیا معلوم تھی یہ بات؟" ہاتھ کی مٹھی بھینچ کر کمود وہاں پتھر کی طرح کھڑی رہی۔

"تو تار دے کر اجازت منگوا دُوں کیا؟ رات بہت بیت چکی ہے۔" کچھ جواب نہ دے کر کمود چھت پہ جانے کے لئے دروازے کی طرف بڑھی۔

مدھوسودن نے دھمکی دیتے ہوئے کہا۔"جانا نہیں، کہے دیتا ہوں۔"

کمود نے گھوم کر کہا۔"کہو۔ کیا کہتے ہو؟"

"ابھی فوراً کپڑے بدل کر آؤ۔" گھڑی نکال کر کہنے لگا۔"صرف پانچ منٹ دیتا ہوں۔"

کمود غسلخانے میں چلی گئی اور تھوڑی دیر بعد ایک ساڑھی کے اوپر چادر اوڑھے واپس چلی آئی اور خاموش کھڑی رہی۔ مدھوسودن نے کہا۔"اب تم کیا کرنا چاہتی ہو؟"

"تمہارے حکم کو میں ضرور مانوں گی۔"

مدھوسودن ایک دم حیران سا ہو کر بیٹھ گیا۔ چادر میں لپٹی یہ لڑکی بیوہ سی دکھائی دینے لگی۔ اس لڑکی اور اُس کے سوامی کے درمیان جیسے موت کا ایک ساگر حائل ہو گیا ہے۔ اس ساگر کو ڈانٹ ڈپٹ سے عبور کرنا نا ممکن ہے۔ کس ہوا کے چلنے سے یہ ناؤ چل سکتی ہے؟ کیا وہ کسی دن چلنے لگی۔؟"

گھڑی کی ٹک ٹک کے علاوہ گھر میں مکمل سناٹا تھا۔ وہ بھی بُت بنا بیٹھا رہا۔ کمود گھر سے باہر نہیں نکلی۔ باہر کسی شرابی کے گانے کی آواز سنائی دے رہی ہے اور پڑوس میں ایک کتا بھونک کر سکوت کو توڑ رہا ہے۔

مدھوسودن کی گھر گرہستی کی مشین کے سبھی پہیے بند سے ہو گئے ہیں ایسے آفس میں کل بہت کام ہے۔ ڈاکٹر یکیٹروں کی میٹنگ ہے، بہت سی مشکل تجویزیں ہیں پہلے تو وہ ایک دن پہلے ہی اپنی رائے اور خیالات اپنی نوٹ بک میں درج کر لیا کرتا تھا۔ آج اس کے سب غم دور ہو گئے۔ دنیا میں اس کے لئے ایک تلخ حقیقت دکھائی پڑتی ہے تو وہ عورت ہے، جو کہ چادر میں لپٹی سکون سے راستے میں کھڑی ہے۔ مدھوسودن نے ایک گہری سانس لی۔ چوکی سے اٹھا اور کمود کے پاس جا کر بولا "بڑی بہو! کیا تمہارا دل پتھر کا بنا ہوا ہے" کمود کے دل پر یہ لفظ جادو کی طرح کام کر جاتا ہے۔ وہ منہ پھیر کر کھڑی ہو گئی۔ مدھوسودن نے کہا۔ "تمہارے قابل نہیں، لیکن کیا مجھ پر کرم نہ کرو گی؟"

کمود سٹپٹا سی گئی۔ بولی۔ "چھی! چھی! ایسا نہ کہو" اس نے مدھوسودن کے قدموں کی دھول اٹھا کر ماتھے سے لگا لی، اور کہا۔ "مجھے حکم دو، میں تمہاری داسی ہوں"

مدھوسودن نے ہاتھ پکڑ کر اسے اٹھا لیا اور سینے سے لگا کر کہا۔ "نہیں، تمہیں کیسے حکم دوں، تم اپنی مرضی سے میرے پاس آؤ" مدھوسودن کی آغوش میں کمود کانپنے لگی، لیکن اس نے اپنے آپ کو چھڑانے کی کوشش نہیں کی مدھوسودن نے کہا "میں حکم نہ دوں گا لیکن پھر بھی تم میرے پاس آؤ" اتنا کہہ کر اس نے کمود کو چھوڑ دیا۔

کمود نے بڑی ہچکچاہٹ سے چادر اتار ڈالی۔ بدن پر ایک ڈوریئے کی ساڑھی رہ گئی جس کا کنارہ باریک تھا۔ اس کے بالائی سوراخوں سے اس کا حسن جھلک رہا ہے۔ وہ ساڑھی اس کے میکے کی تھی۔ کمود کے بدن پر چاہے وہ کتنی کھل رہی تھی مگر اس کی قیمت کچھ بھی نہ تھی۔ الماری میں کتنے ہی قیمتی لباس

پڑے ہیں لیکن اس عورت نے آنکھ اُٹھا کر بھی نہیں دیکھا۔ اُسے انگوٹھیوں کی بات یاد آ گئی۔ ایک معمولی سی نیلم کی انگوٹھی کے لیے کتنا فساد کیا تھا۔ لیکن اُف یہ عورت کتنی حسین ہے۔ یہ عورت شان و شوکت کا بھی تیاگ کر سکتی ہے۔ مدھوسودن اُسے کس طرح لالچ دکھا سکتا ہے۔ اس نے کہا "چلو تم سونے چلو۔ میں یہیں صوفے پر بیٹھا ہوں، جب تک تم نہیں بلاؤ گی نہیں آؤں گا۔"

کمود جا کر پلنگ پر لیٹ گئی۔ اس کا تمام جسم کانپ اُٹھا۔ آج اس کا یہ کیسا امتحان ہے؟ آج تو دیوتا نے اُسے جواب نہیں دیا۔ وہ سوچنے لگی۔ "بھگوان تم مجھے کبھی بھی بھول نہیں سکتے ہیں۔ اب بھی تم پر وشواس کر دوں گی۔ دھرو کو تمہیں نے درشن دینے کے لیے بن میں بلایا تھا۔"

کمرے میں مکمل سناٹا تھا۔ تھوڑا سا وقت بھی بہت معلوم جان پڑا۔ آخر کمود نے پلنگ سے اُتر کر کہا "مجھے قصور وار نہ بناؤ۔"

مدھوسودن نے سنجیدگی سے کہا "بتاؤ کیا چاہتی ہو، کیا کرنا ہوگا؟"

وہ بالکل آخری لفظ تک اُس کے منہ سے کہلوانا چاہتا ہے۔

کمود نے کہا "چلو سو دُ۔"

لیکن کیا اسی کو جیت کہتے ہیں؟

۱۷

کمودنی اور موتی کی ماں چھت پر بیٹھی تھیں کہ اچانک شیاما آ پہنچی۔ بولی "بہو آج اتنی اداس کیوں ہو؟ طبیعت تو ٹھیک ہے نا؟"

"میکے کے لئے جی چاہتا ہوگا، وہ تو چاہے گا ہی! ہاں تمہارے بھیا آ رہے ہیں، مل لینا۔"

کمودنی چونک اٹھی۔ اس نے للچائی نظروں سے شیاما کی طرف دیکھا۔ موتی کی ماں نے پوچھا۔ "تمہیں کہاں سے خبر ملی ہے؟"

"یہ تو سبھی کو معلوم ہے۔ رسوئی گھر کی پاروتی نے تو کہا تھا، راجہ بہادر کے پاس بہورانی کے میکے سے کماشتہ آیا ہے۔ بہورانی کی خیریت معلوم کرنے آیا ہے، سنا ہے کہ اس کے بھیا علاج کے لئے آج کل میں ہی کلکتے آنے والے ہیں۔"

کمودنی نے بے چین ہو کر پوچھا۔ "کیا ان کی بیماری بڑھ گئی ہے؟"

"یہ تو نہیں کہہ سکتی لیکن فکر کی کوئی بات نہیں۔ تمہارے بھیا جیسا آدمی ملنا مشکل ہے، ایسا سبھی کہتے ہیں۔ اچھا چلو دیر ہو رہی ہے۔ بھنڈار سے سامان نکالنا

ہوگا، دفتر کے لئے رسوئی بنانی ہے۔ دیر ہوگئی تو آفت آجائے گی۔"

موتی کی ماں نے دُودھ کا کٹورہ پھر ایک بار کمودنی کے آگے بڑھا کر کہا "دُودھ ٹھنڈا ہو رہا ہے۔ پی لو میری رانی۔" اس بار کمودنی نے دُودھ پی لیا۔

موتی کی ماں نے کان میں پوچھا۔ "آج بھنڈارے میں چلو گی؟"

"آج رہنے دو۔ گوپال کو ایک بار میرے پاس بھیج دو۔"

موتی بتلی چھینٹ کا ایک روئی دار کوٹ پہنے زینے کے دروازے کے پاس آکر سہما ہوا سا کھڑا ہو گیا۔ چمکتی ہوئی کالی لال آنکھیں ہیں، پانی سے بھرے بادلوں جیسا سانولا رنگ ہے، گال اُبھرے ہوئے اور سر کے بال باریک کٹے ہوئے ہیں۔ کمود جا کر موتی کو پکڑ لائی اور اُسے چھاتی سے لگا کر بولی۔ "وو کیوں رے شریر دو دن سے تم آئے کیوں نہیں؟"

موتی نے کمود کے گلے میں باہیں ڈال کر کہا "تائی جی! بتاؤ میں تمہارے لئے کیا لایا ہوں؟"

"مجھے عقل نہیں ہے۔ جو آنکھوں سے دیکھتی ہوں اُسے بھی نہیں سمجھ سکتی۔ جو دکھائی نہیں دیتا اُسے کیا سمجھوں گی۔" موتی نے بڑی احتیاط سے جیب سے ایک خاکی کاغذ نکالا، اور اُسے کمود کی گود میں رکھ کر بھاگ جانے کی کوشش کرنے لگا۔

"نہیں تم بھاگ نہیں سکتے۔"

"اچھا تائی جی، تم نے جٹائی بوڑھی کو دیکھا ہے؟"

"کیا پتہ۔ دیکھا ہوگا، خبر نہیں۔"

"نیچے آنگن کے پاس جو کوئلے کی کوٹھری ہے اُس میں، وہ آتی ہے، شام کو چمگادڑ پہ بیٹھ کر۔ وہ اتنی چھوٹی ہوسکتی ہے کہ کسی کو معلوم بھی نہ ہو۔"

"تب تو اُس سے یہ منتر سیکھ لینا ہوگا۔"

"کیوں تائی جی ؟"

"میں اگر بھاگ جانے کے لئے کوئلے کی کوٹھری میں جاؤں تو پھر بھی دکھائی دے گی۔"

موتی اس بات کا مطلب سمجھ نہ سکا۔ بولا۔ "کوٹھوں کے اندر اسی نے انگور کی ڈبیہ بار رکھی ہے۔ وہ انگور کہاں سے لائی ہے جانتی ہو؟"

"سویرے کے بادلوں میں سے۔"

موتی ٹھٹھک گیا۔ وہ فکرمند ہو گیا۔ بتانے والے نے سمندر پار کی بات کہی تھی لیکن تائی کی بات میں اُسے دشواری ظاہر ہوا۔ وہ بولا۔ "جو لڑکی اس ڈبیا کو ڈھونڈ کر انگور مانگنے سے لگائے گی۔ وہ راج رانی ہو جائے گی۔"

"غضب ہو گیا۔ کسی بدنصیب کو خبر تو نہیں ہو گئی۔"

"چھوٹی بوا کی لڑکی جانتی ہے۔ نوکرانی نے کہ جب سویرے کوئلہ لینے کے لئے گھسنے جاتی ہے تو وہ روز اُس کے ساتھ جاتی ہے۔ اُسے ذرا بھی ڈر نہیں لگتا۔"

"ابھی چھوٹی ہے نا، اسی لئے وہ راج رانی بننے سے نہیں ڈرتی۔"

"پھول لو گے؟"

"ہاں لوں گا۔"

"کیا کرو گے، بتاؤ تو؟"

"پوجا پرچا کھیلوں گا۔" کمو کی کمر میں ایک ریشمی رومال لٹک رہا تھا اس میں پھول باندھ کر لڑکے کا بوسہ لے کر کمو نے کہا "یہ لو" اور دل میں کہنے لگی۔ "چلو میرا بھی پوجا کھیل ہو گیا۔" لڑکے سے کہا "گوپال، ان میں سے کون سا پھول سب سے زیادہ پسند ہے؟"

"گلاب کا پھول۔"

"کیوں، اچھا لگتا ہے بتاؤں؟"

"اچھا بتاؤ تو۔"

"وہ سویرے ہی جاتی بڑھیا کی ڈبیاسے سندرتا اُڑاتا ہے۔" موتی کچھ دیر سنجیدہ بنا بیٹھا رہا۔ یکایک بول اُٹھا۔ "تائی جی گلاب کے پھول کا رنگ ٹھیک تمہاری ساڑھی کے لال پھانٹ کی طرح ہے۔" بس اتنے میں ہی وہ اپنے دل کی ساری بات کہہ گیا۔

ذرا پیچھے گھوم کر دیکھا تو مدھوسودن کھڑا تھا۔ قدموں کی آہٹ سنائی نہ دی۔ مدھوسودن کو دیکھتے ہی موتی کا رنگ اڑ گیا۔ وہ بھاگنے کو تیار ہو گیا۔ کمود نے اُسے زور سے پکڑے رکھا۔ مدھوسودن تاڑ گیا۔ موتی کو دھمکاتے ہوئے بولا "یہاں کیا کرتے ہو، پڑھنے نہیں جاؤ گے؟" پنڈت جی کے آنے کا وقت نہیں ہوا، یہ کہنے کی ہمت موتی کو نہ ہوئی۔ وہ دھیرے سے اُٹھ کر چل دیا۔ کمود اُسے روکنے کے لئے تیار ہوئی لیکن فوراً رک گئی۔ بولی۔ "اپنے پھول تو تم چھوڑ چلے۔ لوگے نہیں؟" یہ کہہ کر رومال کی پوٹلی اُس کے سامنے رکھ دی۔ موتی نے لی نہیں۔ ڈرتا ہوا مدھوسودن کا منہ دیکھتا رہا۔ مدھوسودن نے فوراً موتی کے ہاتھ سے پوٹلی چھین لی اور بولا۔ "یہ رومال کس کا ہے؟"

پل بھر میں کمود کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ بولی "میرا۔"

اس میں شک نہیں کہ یہ رومال اُسی کا ہے یا یوں کہیئے کہ اس کے بیاہ سے پہلے کا ہے۔

مدھوسودن نے پھول نکال کر زمین پر ڈال دیئے اور رومال کو اپنی جیب میں رکھ کر بولا۔ "رومال میں ہی لئے لیتا ہوں۔ یہ بچہ ہے اسے لے کر کیا کرے گا۔ اے موتی!

توڑ جا۔"

مدھوسودن کی کرختگی سے کمودنی دنگ رہ گئی۔ موتی منہ لٹکائے چلا گیا۔ کمود خاموش رہی۔

مدھوسودن نے کہا۔ "دوسروں کو دان کرتی ہو اور میرے لئے کچھ بھی نہیں۔ یہ رومال اب میرا ہو گیا۔ یاد رہے گا کہ تم سے کچھ ملا ہے۔"

کمودنی آنکھیں بند کئے صوفے پر ایک طرف خاموش بیٹھی رہی۔

کمودنی نے یکا یک پوچھا۔ "بھیا کے ہاں سے کیا کوئی آدمی آیا تھا؟ اُن کی خیر خبر۔"

یہ بات وہ پہلے ہی جانتی ہے یہ دیکھ کر وہ بہت جھنجھلایا۔ بولا۔ "یہ خبر سنانے کے لئے تو آج سویرے تمہارے پاس آیا ہوں۔"

"بھیا کب آئیں گے؟"

"ایک ہفتے کے اندر۔" مدھوسودن جانتا تھا کہ وپرداس کل آجائے گا ایک ہفتہ کہہ کر اس نے بات آئی گئی کر دی۔

"بھیا کی طبیعت کیا اور بھی خراب ہو گئی ہے۔"

"نہیں تو، ایسی تو کوئی خبر نہیں سنی۔" وپرداس علاج کے لئے کلکتے آ رہے ہیں تو اس کا یہی مطلب ہوتا ہے کہ طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔"

"بھیا کا خط آیا ہے یا نہیں۔"

"خطوں کا بکس ابھی کھولا نہیں، اگر ہو گا تو بھیج دوں گا۔"

کمودنی نے ابھی مدھوسودن کی باتوں پر اعتبار کرنا شروع نہیں کیا۔ بولی "بھیا کا خط آیا ہے یا نہیں، ایک بار دیکھ لینا۔"

"اگر ہو گا تو بھوجن کے بعد دوپہر کو میں خود لے کر آؤں گا۔"

کمودنی اس بات پر راضی ہو گئی ۔ مدھوسودن نے کمودنی کا ہاتھ پکڑ کر کمرہ کھینچنا چاہا اتنے میں شنیا ماں نے کمرے میں داخل ہو کر کہا ۔ "ارے یہاں تو لالہ جی ہیں !" یہ کہہ کر الٹے پاؤں باہر چلی گئی ۔

مدھوسودن بغیر کچھ کہے سنے باہر چلا گیا ۔ بھوجن کے بعد پلنگ پر تکیہ کی ٹیک لگا کر وہ تمبا کو پینے لگا اور کمودنی کو بلا بھیجا ۔ کمودنی فوراً چلی آئی ۔ آج بھیا کا خط ملے گا ۔ مدھوسودن نے اشارے سے کہا ۔ "بیٹھ جاؤ ۔"

کمودنی بیٹھ گئی ۔ مدھوسودن نے اُسے خط دیا ۔ اس میں لکھا تھا ۔

پیاری بہن

آشیرواد !

علاج کے لئے میں جلدی ہی کلکتے آرہا ہوں صحت ہونے پر تمہیں ملنے آؤں گا ۔ گھر کے کام کاج سے فرصت پانے پر کبھی کبھی اپنی خیر خیریت کا خط لکھتی رہنا جس سے میں بے فکر رہ سکوں ۔"

اس مختصر سے خط کو پاتے ہی پہلے اس کے دل کو دھکا لگا ۔ دل میں سوچا اب میں غیر ہو گئی ہوں ۔ بھیا کی طبیعت ٹھیک نہیں ۔ میرا دل بھی کیسا اوچھا ہے ، اپنی ہی بات سب سے پہلے سوچنے لگتا ہے ۔

مدھوسودن سمجھ گیا کہ کمودنی اٹھنا چاہتی ہے ۔ بولا ۔ "کہاں جا رہی ہو ! ذرا بیٹھو تو ۔"

کمود خاموش کھڑی رہی ۔ مدھوسودن کے ماتھے کی نسیں پھول اٹھیں ۔ اس کی خواہش ہوئی کہ اُسے ہلائے لیکن اس وقت باہر سے کھانسنے کی آواز آئی ۔ ساتھ ہی آواز آئی کہ آفس کا صاحب آکر بیٹھا ہے اُسے یاد آیا کہ ڈائرکٹروں کی میٹنگ ہے اُسے شرم محسوس ہوئی کہ وہ اس کے لئے تیار نہ ہو سکا اُسے اپنے آپ پر حیرت ہوئی کہ خلافِ معمول یہ بات کیسے ہوئی ۔

۱۸

مدھوسودن کے جاتے ہی کمود پلنگ سے اُتر کر فرش پر بیٹھ گئی۔ کیا زندگی بھر اُسے ایسے ہی سمندر میں تیرنا پڑے گا جس کا کوئی کنارہ نہیں ہے۔ اچانک نہ جانے کس خیال میں وہ موتی کی ماں کی طرف چلی۔ زینے میں شیاما سے ملاقات ہو گئی۔ "وہ کیوں بہو کہاں جا رہی ہو؟ میں تمہارے پاس ہی آ رہی تھی۔"

"کوئی کام ہے کیا؟"

"ایسی تو کوئی بات نہیں، میں نے دیور جی کا مزاج گرم دیکھا اسی لئے سوچا کہ تم سے پوچھ دیکھوں کہ نئے پریم میں رکاوٹ کہاں ہوئی۔ اُن سے برتاؤ کرنے کا طریقہ ہم سے سیکھ سکتی ہو۔ تم کہیں جا رہی ہو! اچھا جاکر اپنا دل ہلکا کر آؤ۔"

آج کمودنی کے دل میں خیال اُٹھا کہ مدھوسودن اور شیاما ایک ہی مٹی کے بنے پتلے ہیں۔

کمودنی موتی کی ماں کے کمرے میں پہنچی۔ نوین بھی موجود تھا۔ کمودنی نے کہا۔ "میں نے سنا ہے کہ میرے بھیا دو ایک دن میں آ رہے ہیں۔"

نوین نے کہا ۔ "ہاں، وہ کل ہی آجائیں گے ۔"

"کل ۔" کمود حیران سی کچھ دیر خاموش بیٹھی رہی ۔ لمبی سانس لے کر بولی "اُن سے کیسے ملاقات ہو گی ؟"

موتی کی ماں نے کہا ۔ "بڑے مالک نے تم سے کچھ نہیں کہا ؟"

"نہیں ۔"

نوین نے کہا ۔ "ایک بار کہہ کر دیکھو گی نہیں ؟"

کمود خاموش رہی ، مدھوسودن سے بھیا کی بات کرنا مشکل ہے ۔

کمود کے دل کی بات تاڑ کر نوین کا دل مغموم ہو گیا ۔ بولا ۔ "بھابی فکر نہ کرو، میں سب ٹھیک کر دوں گا ۔ تمہیں کچھ کہنا سُننا نہ ہو گا ۔"

اس مرتبہ میٹنگ میں مدھوسودن کو پہلی بار ہار ہوئی ۔ مدھوسودن کی ایمانداری پر شک کیا گیا ۔ تو مدھوسودن نے بات کا دھنی ہوتے اعلان کیا کہ نیل کا کھیت وہ خود اپنے پیسے سے خریدے گا اور دکھا دے گا کہ اس سودے میں نقصان نہیں

مدھوسودن گھر لوٹ آیا ۔ اپنی قسمت پر اُسے مکمل وشواس تھا آج اُسے یہ خدشہ ہوا کہ نصیب اُس کی جیوآتما کو ایک جانب سے ہٹا کر دوسری جانب لے جا رہا ہے پہلے جھٹکے میں ہی چھاتی دھڑک اُٹھی ۔ نوین نے آکر کہا "دیپ داس کے ہاں سے آدمی لینے کے لئے آیا ہے ۔"

مدھوسودن نے جھنجھلا کر کہا ۔ "گھر چلا جائے، مجھے اس وقت فرصت نہیں ۔"

نوین سمجھ گیا کہ میٹنگ میں کچھ گڑبڑ ہوئی ہے ۔ وہ چلا گیا ۔ کچھ دیر بعد پھر لوٹا تو دیکھا کہ مدھوسودن ڈاک کے رجسٹر کے ورق اُلٹ رہا ہے ۔ نوین کو دیکھ کر مدھوسودن نے کہا ۔ "پھر کیا ضرورت آن پڑی ؟ جان پڑتا ہے دیپ داس بابو

کی وکالت کرنے آئے ہو۔"

"نہیں، بھیا اس کی فکر نہ کرو۔ اُن کا آدمی ایسی پھٹکار سُن کر گیا ہے۔ کہ اگر آپ بھی بُلا بھیجیں تو بھی یہاں نہ آنا چاہے گا۔"

مدھوسودن کو یہ بات بھی برداشت نہ ہوئی۔ بول اٹھا۔ "اشارہ کرتا پاؤں پڑتا ہوگا۔ آدمی کیا کرنے آیا تھا؟"

"آپ کو اطلاع دینے آیا تھا کہ دوپہر دس دو دن بعد کلکتے آویں گے صحت کچھ ٹھیک ہونے پر آپ کو ملنے آئیں گے۔"

"اچھا، اچھا، مجھے اس کی جلدی نہیں۔"

"بھیا، کل سویرے مجھے دو گھنٹے کی چھٹی چاہیئے۔"

"کیوں؟"

"سُن کر آپ بگڑیں گے۔"

"نہ سُننے پر بھی بگڑوں گا۔"

"کنت کونم سے ایک جیوتشی آئے ہیں اُن سے میں اپنی قسمت کے متعلق پوچھنا چاہتا ہوں۔"

مدھوسودن کی چھاتی دھڑک اُٹھی، خواہش ہوئی کہ اسی وقت اُن کے پاس جائے لیکن ظاہری طور پر ضبط سے کام لے کر کہا۔ "کیا تم ایسی باتوں پر وشواس رکھتے ہو؟"

"عام حالت میں نہیں آتا۔ ڈر لگنے پر کرتا ہوں۔"

"ڈر کس بات کا ہے، کہو تو سہی!"

نوین جواب نہ دے کر سر کھجلانے لگا۔

"ڈر کس کا ہے، کہو نا؟"

" اس دنیا میں آپ کے سوا میں کسی سے نہیں ڈرتا۔ کچھ دنوں سے آپ کا برتاؤ دیکھ کر دل اداس ہو گیا ہے۔"

" تم پڑھے لکھے مورکھ ہو، جو بھی کچھ کہتا ہے اُسے مان لیتے ہو۔"

" اس جیوتشی کے پاس جو بھر گو سنگتا ہے اس میں جہاں پہ کوئی جس گرہ میں بھی پیدا ہوا ہے یا پیدا ہوگا اُن سب کی کنڈلی ایک جگہ تیار کر کے سنسکرت زبان میں لکھی ہے۔ میں زیادہ تو کچھ نہیں کہہ سکتا، آپ آزما کر دیکھ سکتے ہیں۔"

" جو لوگ مورکھوں کو ٹھگ کر کھاتے ہیں اُن کے لئے پرماتما نے تمہارے ایسے بہت سے مورکھ پیدا کر رکھے ہیں۔"

" اور اُن مورکھوں کی حفاظت کے لئے آپ جیسے دانشوروں کو پیدا کیا ہے جو مارتا ہے اس پر جیسی اُن کی دیا ہے ویسی ہی مار کھانے والے پر بھی ہے بھر گو سنگتا پر اپنی عقل آزما کر دیکھئے نا۔"

" بہت اچھا، کل سویرے مجھے بلا لینا، دیکھوں گا تمہارا کمنت کوئم کی ہوشیاری۔"

" بھیا گرہ نکشتروں کے متعلق اپنی عقل کا زور نہ لگائیے گا، دل میں کچھ وشواس بھی رکھیے۔"

مدھوسودن اس خوشامد سے خوش ہو کر حقہ پینے لگا۔

دوسرے دن سویرے ہی سات بجے سے پہلے مدھوسودن نوین کے ساتھ دینکٹ شاستری کے گھر پہنچا چوکی کے اوپر پھٹی پرانی دری بچھی ہے۔ ایک طرف کاغذ بکھرے پڑے ہیں۔ دیوار پر شو پاربتی کی تصویر ہے۔ نوین نے پکارا "شاستری جی" کالا، ٹھگنا، دبلا پتلا، میلی چھینٹ کی چادر اوڑھے ایک آدمی کمرے میں داخل ہوا۔ اس کے سر کے بال کٹے ہوئے تھے درمیان میں بڑی سی چوٹی تھی۔ نوین نے اُسے جھک کر پرنام کیا۔ مدھوسودن اس کی شخصیت سے ذرا بھی

متاثر نہ ہوا۔ لیکن شاید دیوتا کے ساتھ اُس کی دوستی ہو، ایسا سوچ کر ڈرتے ہوئے جلدی سے اُسے پرنام کیا۔ نوین نے مدھوسودن کی جنم کنڈلی جیوتشی کے سامنے رکھی تو اس نے ضرورت نہ بتاتے ہوئے مدھوسودن کا ہاتھ دیکھنے کے لئے کہا۔ لکڑی کے صندوق سے کاغذ قلم نکال کر اُس نے چکر بنایا۔ مدھوسودن کی طرف دیکھ کر اُس نے کہا "پنچم ورگ" مدھوسودن کچھ نہ سمجھا۔ جیوتشی نے انگلی کے پوروں کو گنتے ہوئے کہا۔ "کورگ، چورگ، ٹورگ، تورگ، پورگ، — یا، پھا، با، بھا، ما،" مدھوسودن سمجھا کہ گرامر شروع ہوئی ہے۔ پھرشٹ سنری بول اُٹھا۔ "پنچا رکھشکم"

نوین حیران ہو کر مدھوسودن کے کان میں دھیرے سے بولا۔ "سمجھے بھیا!"

"کیا سمجھے؟"

"پنچم ورگ کا پنچم سُور ما ہے۔ اس کے بعد پانچ حرف ہیں ما، دھُو اسو، د، ان، ! جنم گرہ کی بڑی کرپا ہے کہ تینوں پانچ ایک ہی ستھان پر ملتے ہیں۔"

مدھوسودن حیران ہو گیا۔ ماتا پتا کے نام رکھنے کے کئی ہزار برس پہلے بھرگو منی نے اپنی کتاب میں نام درج کر دیا تھا۔ نکشتروں کی یہ کیسی لیلا ہے۔ اس کے بعد وہ بُت بنا سنسکرت میں لکھا اپنی زندگی کا حال سنتا رہا۔ زبان جتنی ہی کم اس کی سمجھ میں آتی اس کی بھگتی اُتنی ہی بڑھ جاتی۔ اس نے اپنی چھاتی پر ہاتھ پھیر کر دیکھا کہ اس کا جسم ایک کھلی کتاب ہے۔ جیوتشی کی آخری بات یہ تھی کہ مدھوسودن کے گھر میں ایک بار لکشمی کی آمد ہو گی جس کی خبر اُسے پہلے سے مل چکی ہے۔ وہ نئی دُلہن کے روپ میں ابھی کچھ دن پہلے ہی آئی ہے۔ ابھی سے محتاط ہو جانا چاہیئے۔ کیونکہ اگر اُن کا دل دُکھا تو نصیب ناراض ہو جائے گا۔

دینکٹ شاستری نے کہا۔ "غصے ہونے کے آثار نظر آتے ہیں۔ اگر اب بھی

وہ خوش نہ ہو سکی مصیبت بڑھ جائے گی۔" مدھوسودن بُت بنا بیٹھا رہا۔
اُسے بیاہ کے دن والے منار فنہ کی خبر یاد آ گئی اور اُس کے پھر دن بعد کی مار "لکشمی خود آئی ہے یہ خوش نصیبی ہے لیکن اس کی ذمہ داری کم خطرناک نہیں۔"
لوٹتے وقت مدھوسودن بُت بنا گاڑی میں بیٹھا رہا۔ نوین ایک بار بول اُٹھا۔" مجھے وینکٹ شاستری کی باتوں پر ذرا بھی یقین نہیں آتا ضرور انہوں نے کسی سے تمہاری سب باتیں سُنی ہیں۔"
"تم بڑے عقلمند ہو! یہاں پر جتنے لوگ ہیں اُن کی خبریں کر رکھنا کیا آسان کام ہے!"
"آدمی کے پیدا ہونے سے پہلے ہی اُن کی کروڑوں جنم کنڈلیاں بنانے کے مقابلے میں تو یہ کام آسان ہے۔ پھر گوسُنی کو اتنا کاغذ ملا کہاں سے! اور وینکٹ شاستری کے گھر میں اتنی جگہ کہاں ہو سکتی ہے۔"
"وہ ایک ہی لائن میں ہزاروں باتیں لکھنا جانتے تھے۔"
"یہ ناممکن ہے۔"
"جو تمہاری سمجھ میں نہ آ سکے وہ ناممکن ہے۔ تمہارا علم بہت بڑا ہے۔ اب بحث رہنے دو۔ تم پردہس کے ہاں سے جو اس دن نوکر آیا تھا اُسے تم خود جا کر بُلا لاؤ۔ آج ہی جاؤ۔"
بھیا کو دھوکا دینے سے نوین کا دل بے چین سا ہو گیا۔ وہ اتنی آسانی سے اپنی چال میں کامیاب ہو گیا کہ اُسے شرم محسوس ہونے لگی۔
مدھوسودن کے دل سے بہت بڑا بوجھ اُتر گیا۔ وہ اپنے دل میں بار بار کہنے لگا۔" لکشمی میرے گھر میں ہے۔ یہ میری کتنی بڑی خوش نصیبی ہے۔ اس کی خواہش ہوئی کہ کمود سے التجا کرے کہ اگر کوئی غلطی ہو تو معاف کر دے۔ لیکن آج وقت

نہیں تھا کام کے لیئے فوراً آفس جانا ہوگا۔ گھر جاکر کھانا کھانے کا بھی وقت نہیں ملا۔

اِدھر کمود کا دل دن بھر بے قرار رہا۔ وہ جانتی ہے کہ بھیا کل آئیں گے ان کی صحت ٹھیک نہیں۔ اُن سے ملنا آسان ہوگا یا نہیں۔ نوین کہیں کام سے گیا ہے ابھی تک آیا نہیں۔

آج چھت پر بیٹھنے کا دن نہ تھا۔ آج دوپہر سے ٹپ ٹپ بادل برس رہا ہے۔ سردی کے بادلوں میں رنگ نہیں ہے، بارش میں آواز نہیں ہے۔ آج ہوا جیسے بجھے ہوئے دل کی طرح ہے۔ زینے سے چڑھ کر خواب گاہ میں جانے کے راستے میں جو چھت ہے وہیں کمودنی زمین پر بیٹھی ہے۔ رہ رہ کر بارش کے چھینٹے اُس کے جسم کو چھو رہے ہیں

اُس کے ہاتھ میں کرشن جی کا چتر تھا جسے وہ سینے سے لگائے ہوئے تھی۔ عین اُس وقت (نوکر) مرلی خواب گاہ میں بستر بچھانے آیا۔ جاڑے سے اُس کے ہاتھ کانپ رہے تھے۔ اُس کے جسم پر ایک پھٹی پُرانی چادر ہے۔ حال ہی میں ملیریا بخار سے چھٹکارہ پایا ہے۔ ڈاکٹر نے کہا تھا کہ کام چھوڑ کر گھر چلے جاؤ، لیکن کفیب بہت سخت ہے۔

"تمہارے پاس گرم کپڑا نہیں ہے مُرلی!"

"جب مہاراج کو خطاب ملا تھا تب انہوں نے گرم کپڑا دیا تھا۔ ناطی کو کھانسی کی بیماری ہوئی تب ڈاکٹر کے کہنے پر میں نے اُسے دے دیا۔"

کمود نے ایک پُرانی گرم چادر بغل کے کمرے کی الماری سے لاکر کہا۔ "یہ کپڑا تمہیں دے رہی ہوں۔"

مُرلی نے عاجزی سے کہا: "معاف کرنا ماں، مہاراج بگڑیں گے مدانی مال

تم لکشمی ہو، ناراض نہ ہونا۔ مجھے گرم کپڑے کی ضرورت نہیں پڑتی۔ میں حقہ بردار کے کمرے میں رہتا ہوں۔ وہاں ہمیشہ آگ رہتی ہے۔ بہت گرم رہتا ہے۔"

کمود نے کہا۔ "مُرلی اگر نوین گھر آگیا ہو تو بُلا لاؤ۔"

نوین کے آتے ہی کمود نے کہا۔ "دیور جی، تمہیں ایک کام کرنا ہی ہوگا، بولو! کروگے؟"

"جیسا تمہارا حکم ہوگا کروں گا۔"

کمود نے اپنے ہاتھ سے سونے کا کڑا نکال کر کہا۔ "میری یہ چوڑی بیچ کر بھیا کے لئے منگل پاٹھ کرانا ہوگا۔"

"بہو رانی اس کی ضرورت نہیں ہے۔ تم جو اُن کے لئے بھگتی رکھتی ہو اُسی سے اُن کے لئے منگل پاٹھ ہو رہا ہے۔"

"دیور جی، بھیا کے لئے میں کچھ بھی نہ کر سکوں گی، اگر کر سکتی تو دیوتا کے دوار پہ اُن کے لئے سیوا پہنچا دوں گی۔"

"بہو رانی تمہیں کچھ بھی نہ کرنا ہوگا۔ ہم لوگ کس لئے ہیں!"

"تم کیا کر سکتے ہو؟"

"ہم لوگ پاپی ایں پاپ کر سکتے ہیں۔ بھلائی کرنے کے مقابلے میں پاپ کرنا بڑا کٹھن کام ہے۔ اگر دیوتا اسے سمجھ پائیں گے تو انعام دیں گے۔"

کمود نے ذرا مسکرا کر کہا۔ "دیور جی، تم لوگ دُنیا میں اپنی طاقت سے کام کرتے ہو۔ مجھ میں اپنی طاقت لگانے کی توفیق نہیں ہے۔ جن سے پریم کرتی ہوں، اگر وہاں تک رسائی نہیں ہے تو اُن کا کام کیسے کر سکتی ہوں! دل نہیں کرتا ڈھونڈھنے پر کہیں مانگے نہیں ملتا۔ ہم پہ دیا کرنے والا کیا کہیں کوئی بھی نہیں

ہے ؟ "

نوین کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔

" دیور جی، بھیا کے لئے مجھے کچھ کرنا ہی ہوگا۔ کچھ دینا ہی ہوگا۔ یہ بوڑھی میری ماں کی ہے۔ میری ماں کا ہونے کی وجہ سے ہی میں اسے اپنے دیوتا کو دوں گی۔"

" بھورانی دیوتا کے ہاتھ میں نہیں دینا پڑتا، وہ یوں ہی لے لیتے ہیں۔ دو دن انتظار کرو، اگر وہ خوش نہ ہوں گے تو جو کچھ بھی کہو گی کروں گا۔ جو دیوتا تم پر دیا نہیں کرتے اُن پر میں بھوگ چڑھاؤں گا۔"

رات کی سیاہی پھیل چلی ہے۔ باہر زینے پر وہی جانی پہچانی جوتے کی آہٹ سنائی پڑی۔ نوین چونک پڑا۔ وہ سمجھ گیا کہ بھیا آرہے ہیں۔ وہ بھاگا نہیں، ہمت کر کے بھیا کے آنے کا انتظار کرتا رہا۔ اُدھر کمود کا دل لمحہ بھر کے لئے بہت خائف ہو اُٹھا۔

اچانک کمود نے کہا " دیور جی، کسی ایسے آدمی کو جانتے ہو جو گورو کی طرح مجھے اُپدیش دے سکتے ہوں ؟"

" کیا ہوگا بھورانی ؟"

" اپنے دل کو میں سمجھا نہیں پارہی، اس لئے۔"

" وہ تمہارے دل کا قصور نہیں ہے ؟"

" مصیبت بیرونی ہے لیکن قصور دل کا ہے، بھیلے سے یہ بات میں نے بار بار سنی ہے۔"

" ڈر نہیں، تمہارے بھیا ہی تمہیں اُپدیش دیں گے۔"

" اب مجھے ویسا دن پھر نہ مل سکے گا۔"

مدھوسودن کے لیے آج کا دن بڑا حیرت انگیز ہے۔ آکاش بادلوں سے گھرا ہے۔ ٹپ ٹپ پانی برسنے سے اُس کا دل مسرور ہو گیا ہے۔ آفس سے لوٹنے کے بعد مدھوسودن بھوجن سے پہلے کا وقت باہری کمرے میں گذارتا تھا۔ بیاہ کے بعد اس اصول کے خلاف انتاپور میں جاتے وقت اُس نے لوگوں سے نظر بچانے کی کوشش کی ہے آج کھُلے طور پر اس گھر میں جاتے ہوئے اُس نے یہ بتانا چاہا کہ یہ میری خوش قسمتی ہے کہ لوگ مجھ سے حسد کر سکتے ہیں۔

آنندہ بوڑھی ہاتھ میں دھوپ دانی لیے ہوئے گھوم رہی ہے۔ داہاں برآمدے میں پیر پھیلائے دیپک کے لیے بتی بنا رہی ہیں، وہ اُٹھ کر گھونگھٹ نکال کر کھڑی ہو گئیں۔ قدموں کی آہٹ سُن کر شیاما کمرے سے باہر نکل آئی، اُس کے ہاتھ میں پان کا ڈبہ تھا۔ آفس سے لوٹنے پر مدھوسودن کے لئے وہ یہ پان باقاعدگی سے باہر والے کمرے میں بھیج دیتی تھی۔ مدھوسودن کی پسند کے پان شیاما ہی لگا سکتی ہے۔ اُسی کے بھروسے شیاما نے راستے میں مدھوسودن کے سامنے پان کا ڈبہ کھول کر کہا۔ " دیور جی، آپ کا پان تیار ہے لیتے جائیے۔" پہلے اس کے متعلق دو ایک باتیں بھی ہو جاتی تھیں لیکن آج نہ جانے کیا ہوا کہ شیاما کے سایے سے بھی ڈر کر بنا پان لیے وہ چلا گیا۔ شیاما کی آنکھیں غصہ سے جل اُٹھیں، اس کے بعد اشکوں سے بھر گئیں۔ بھگوان جانتے ہیں کہ شیاما مدھوسودن سے پیار کرتی ہے۔

مدھوسودن کے کمرے میں داخل ہوتے ہی نوین گود کے پاؤں کی دھول لے کر اُٹھ کھڑا ہوا۔ بولا " گورو کی بات کا دھیان ہے۔ ڈھونڈ کر دیکھوں گا۔" بھیا سے کہا۔ " بھورانی گورو سے شاستر کا اپدیش سُننا چاہتی ہیں۔"

مدھوسودن نے تیز ہو کر کہا۔ " شاستر کا اپدیش! اچھا! میں اُسے

دیکھوں گا، تمہیں ابھی کچھ کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔"

نوین چلا گیا۔"

مدھوسودن راستے میں یہ سوچتا آیا ہے کہ بڑی بہو کے آنے سے ہمارے گھر میں روشنی ہوگئی ہے۔ گھر میں داخل ہوتے ہی پہلے یہی بات کہوں گا۔ لیکن نوین کو دیکھ کر بات رُک گئی۔ شاستر کی بات چلی تو اُس نے اُس کا مُنہ ایک دم بند کر دیا۔ کمود کے چہرے پر خوف کے آثار اور جسم و جاں میں جھجک محسوس ہوئی۔ مدھوسودن نے کچھ دیر خاموش رہ کر کہا۔ "بڑی بہو کیا جانے کا ارادہ ہو رہا ہے! کچھ دیر رُکو گی نہیں؟"

مدھوسودن کی بات اور اُس کی آواز سُن کر کمود حیران رہ گئی۔ بولی "نہیں جاؤں گی۔

کیوں؟

"تمہارے لیے ایک چیز لایا ہوں، کھول کر دیکھو" یہ کہہ کر اُس کے ہاتھ میں سونے کی ایک چھوٹی سی ڈبیہ رکھ دی۔ ڈبیہ کھول کر کمود نے دیکھا۔ بھیا کی دہی نیلم کی انگوٹھی ہے۔ چھاتی دھڑک اُٹھی۔ کیا کرنا چاہیے، کچھ سمجھ میں نہ آیا۔

"کیا یہ انگوٹھی پہنا دوں؟"

کمود نے ہاتھ بڑھا دیا۔ مدھوسودن کمود کا ہاتھ اپنی گود میں رکھ کر دھیرے دھیرے انگوٹھی پہنانے لگا۔ اس نے جان بوجھ کر کچھ زیادہ وقت لگایا۔ پھر ہاتھ اُٹھا کر چوم لیا اور کہا۔ تمہاری انگوٹھی نکال کر میں نے غلطی کی تھی۔ تمہارے ہاتھ میں کوئی بھی رتن رہنے میں کوئی دوش نہیں ہے۔"

اگر کوئی کمود کو مارتا تو اُسے اُس سے کم حیرت ہوتی۔ اس بات کا تاثر کمود کے چہرے سے صاف نمایاں تھا۔ مدھوسودن نے پھر اندر چھپا رکھا تھا۔ اُس نے

کہا۔" تمہارے گھر سے کالو مگرجی آیا ہے۔ اُسے ملنا چاہتی ہو؟"

کمود کا چہرہ کھِل اُٹھا بولی۔" کالو مگرجی۔"

"اُسے بلا دوں، تم لوگ بات چیت کرو تب تک میں بھوجن کرآؤں۔"

کمود کی آنکھوں میں ممونیت کے آنسو چھلک پڑے۔

کالو کے آتے ہی کمود نے اُسے پرنام کیا۔ دونوں نالیچے پر بیٹھ گئے۔ کالو نے کہا۔" بیٹیا، تمہیں آئے تو بہت دن نہیں ہوئے لیکن جان پڑتا ہے کہ صدیوں سے تمہیں دیکھا نہیں!

"پہلے بتاؤ بھیا کیسے ہیں؟"

"جس دن تم چلی آئیں اس کے دوسرے دن مرض بڑھ گیا تھا لیکن اُن کے جسم میں بڑی طاقت ہے۔ دیکھتے ہی دیکھتے سنبھل گئے۔ ڈاکٹر حیران رہ گئے۔"

"کیا بھیا کل کلکتے آ گئے؟"

"بات تو ایسی ہی تھی لیکن ابھی دو دِن اور لگیں گے، اور نا پڑ گئی ہے۔ سبھی نے روک لیا۔"

تم بتاؤ کیسی ہو؟"

"میں تو بہت اچھی ہوں۔"

"مجھے بابو نے تمہارے لئے ایک چیز بھیجی ہے۔"

"کیا بھیجا ہے؟ کہاں ہے؟"

"باہر رکھا ہوا ہے۔"

"لائے کیوں نہیں؟"

"گھبراؤ نہیں بہن۔ مہاراج نے کہا ہے خود لے آویں گے۔"

"کیا چیز ہے، مجھے بتاؤ؟"

"انہوں نے منع کیا ہے" "بہت حیرت سے دیکھا گیا ہے، بڑے بابو سے جا کر کہوں گا۔ وہ بہت خوش ہوں گے۔ پہلے دو دن تمہاری خبر ملنے میں دیر ہونے سے بہت فکر مند ہوئے تھے۔ ڈاک میں گول مال ہو گیا تھا، آخر میں تین خط ایک ساتھ ملے۔"

ڈاک کے گول مال کی کیا وجہ تھی اُسے کمو د سمجھ گئی۔

کمود کا نو بھیا سے کھلانے کے لئے کہنا چاہتی تھی لیکن اُسے ہمت نہیں ہوئی اسی وقت دروازے کی اوٹ سے موتی کی ماں نے کمود کو ہاتھ کے اشارے سے بلا کر کہا۔ "تمہارے گھر کے نکوجی پہلے آئے ہیں اُن کے لئے بھوجن تیار ہے! انہیں نیچے گھر میں لے جا کر کھلا دو۔"

کمود نے لوٹ کر کہا۔ "چلو بھوجن کر لو۔"

"آج رہنے دو، پھر کسی دن کھا جاؤں گا۔"

"نہیں یہ نہ ہوگا، چلو۔"

کا نو بھیا کھا چکے تو کمود اپنی خواب گاہ میں چلی گئی۔ وہ نور نگر کے گھر کی یاد میں کھو گئی۔

مدھو سودن نہ جانے کب پیچھے سے آ کر آئینے میں کمود کا عکس دیکھنے لگا۔ کچھ دیر بعد اس کی بغل میں آ کر بیٹھ گیا۔ بولا۔ "کیا سوچ رہی ہو بڑی بہو!"

کمود چونک اُٹھی۔ چہرہ پھیکا پڑ گیا۔ مدھو سودن نے اس کا ہاتھ پکڑ کر کہا۔ "کیا تم کسی طرح بھی میری پکڑ میں نہ آ سکو گی؟"

اس کا جواب کمود نہیں سمجھ نہ سکی کیوں پکڑ میں نہیں آ رہی ہے۔ اور یہی سوال خود اپنے آپ سے کرتی ہے۔ جب مدھو سودن نے بُرا برتاؤ کیا تھا۔ تو جواب دینا آسان تھا لیکن جب سے اُس نے ہار مان لی تھی۔ جواب دینا مشکل

ہو گیا ہے۔ کمود نے بیقرار ہو کر کہا۔ "تم میرے اُوپر دیا کرو"
"کس لئے دیا کرنی ہو گی؟"
"مجھے اپنا بنا لو، حکم دو، سزا دو! مجھے معلوم ہوتا ہے کہ میں تمہارے قابل نہیں ہوں۔"
یہ سُن کر دُکھی ہوتے ہوئے بھی مدھوسودن ہنس پڑا۔ کمود ستی کا فرض ادا کرنا چاہتی ہے۔ اگر کمود عام عورت ہوتی تو معمولی بات تھی۔ لیکن کمود اس کی سمجھ میں منتروں کے ذریعہ بیاہی ہوئی بیوی کے مقابلے میں بہت اُونچی عورت ہے۔ اس حقیقت کو پانے کے لئے وہ جتنی کوشش اب کر رہا ہے وہ سب بیکار ہو رہی ہے۔ اس کی پکڑ میں صرف اس کا دھیان آ رہا ہے۔ کمود کے لئے صرف اس کی بے قراری بڑھتی جا رہی ہے۔ مدھوسودن نے لمبی سانس کھینچ کر کہا۔ "اگر میں ایک چیز دوں تو تم کیا دو گی؟"
کمود نے سمجھا کہ یہ چیز بھیا کی دی ہوئی ہے وہ پُر اُمید نظروں سے مدھوسودن کا منہ دیکھنے لگی "وہ جیسی چیز ہے ویسے ہی دام لوں گا۔" یہ کہہ کر اس نے پلنگ کے نیچے سے ریشمی غلاف میں لپٹا ہوا ستار نکالا۔ کمود کا جانا پہچانا ستار تھا۔ مدھوسودن نے کہا۔ "اس کی قیمت دو۔"
کمود سمجھ نہ سکی کہ وہ کیا قیمت چاہتا ہے۔ مدھوسودن نے کہا۔ "مجھے بجا کر سناؤ۔"
کمود منہ نیچا کر کے ستار کو چھیڑنے لگی۔ مدھوسودن نے کہا۔ "مدھ بجاؤ، بڑی بہو! میرے سامنے شرم نہ کرو۔"
"ابھی اس کے سُر ملے نہیں۔"
مدھوسودن نے چادر کے اندر سے مالا نکال کر کہا۔ "میں تمہارے لئے موتی کی

مالا خرید کر لایا ہوں۔ اسے پاکر اور بھی خوش ہو گی نا؟"
ایسا کٹھن سوال کیوں پوچھا گیا؟ کمود خاموش رہ کر ستار سے چھیڑ چھاڑ کرنے لگی۔

"جان پڑتا ہے چیز قبول نہیں۔"
کمود ٹھیک طرح سمجھ نہ سکی۔ مدھوسودن نے کہا۔ "میری خواہش تھی کہ تمہارے سینے کے پاس اپنے دل کا یہ نذرانہ لٹکا دوں گا لیکن وہ سب بیکار ہو گیا۔"
کمود کے سامنے فرش پر مالا پڑی۔ کسی نے کچھ بات نہ کہی۔ کمود کھوسی گئی۔ کچھ دیر بعد ہوش میں آکر اُس نے موتی کی مالا اُٹھا گلے میں ڈال کر مدھوسودن کو پرنام کیا۔ بولی۔ "تم ستار سُننا چاہتے ہو؟" ابھی سناتی ہوں۔" کہہ کر اُس نے ستار کا سُر باندھا۔ کیدارا راگ شروع ہوا۔ مدھوسودن سنگیت کا رس نہیں سمجھتا لیکن کمود کے چہرے سے جو جلال ٹپک رہا تھا اور اس کی اُنگلیاں جس طرح ستار پہ تیز رہی تھیں اُسے دیکھ کر وہ بہت مسرور ہوا۔ کمود نی نے جب اُسے ٹکٹکی باندھے اپنی طرف دیکھتے ہوئے پایا تو شرم سے اُس کے ہاتھ رُک گئے مدھوسودن نے خوش ہو کر کہا۔ "بڑی بہو تم کیا چاہتی ہو، کہو۔" کمود خاموش بیٹھی رہی۔
مدھوسودن نے دل میں کہا۔ "ایسی باہنر عورت میرے گھر آئی ہے یہ میری خوش قسمتی ہے۔"

کمود نے کہا۔ "مُرلی نوکر کو جاڑے کا ایک کپڑا دینا چاہتی ہوں۔"
کمود اگر کچھ نہ کہتی تو اچھا ہوتا لیکن مُرلی کے لئے صرف کمبل! مدھوسودن حیران رہ گیا۔
مُرلی کو بلایا گیا تو مدھوسودن نے کہا۔ "تمہاری مالکن نے انعام دیا ہے" پھر اُس نے بٹوے سے ایک سو روپیہ کا نوٹ نکال کر کمود کے ہاتھ میں دیا۔ بنا مانگے

لیا دان مدھوسودن نے زندگی میں آج پہلی دفعہ دیا تھا۔ مُرلی نے خوف سے کانپتے ہوئے کہا۔ "حضور!"

"حضور کیا لے! پاگل! لے اپنی مالکن کے ہاتھ سے۔ ان روپوں سے گرم کپڑا خریدنا۔"

بات یہیں ختم ہو گئی۔ کچھ دیر خاموش رہ کر مدھوسودن نے ایک دم اُٹھتے ہوئے کہا۔ "کام سے جا رہا ہوں۔" کہہ کر وہ تیزی سے چلا گیا۔ راستے میں شیاما کے مکان کے سامنے کھڑے ہو کر بولا۔ "کیا تم اندر ہو؟" شیاما بنا کھائے پیئے چٹائی پر اُداس لیٹی تھی، دروازے کے پاس آکر بولی۔ "کیا ہے دیور جی؟"

"مجھے پان نہیں دیا۔"

~~~~~~~~~~
~~~~~~~~~~

۱۹

موتی کی ماں نوین کی چال کا نتیجہ دیکھنے کے لئے بے چین تھی۔ کمود کے پاس آکر بیٹھتے ہی اس کی نظر نیلم کی انگوٹھی پر پڑی وہ سمجھ گئی کہ کام ہو گیا۔ بولی "تمہیں یا جا کیسے ملا بہن؟"

"بھیا نے بھیجا ہے۔"

"جان پڑتا ہے کہ بڑے بابک نے تمہیں لاکر دیا ہے؟"

"ہاں۔" موتی کی ماں نے کمود کے چہرے کی طرف دیکھا۔ وہاں کسی خوشی یا حیرت کے آثار نہ دکھائی دیئے۔ "دیکھا انہوں نے تمہارے بھیا کی کوئی بات کہی ہے؟"

"نہیں۔"

"وہ تو پرسوں آئیں گے۔ تمہارے ساتھ کوئی بات نہیں ہوئی؟"

"نہیں کسی قسم کی کوئی بات نہیں ہوئی۔"

"تم نے خود کیوں نہیں پوچھا؟"

"میں اُن سے یہ بات نہیں پوچھنا چاہتی ۔"

"تمہیں پوچھنا نہ پڑے گا ، تم خود ہی ملنے چلی جانا ۔ بڑے مالک کچھ نہ کہیں گے ۔"

کمود خاموش رہی ۔ موتی کی ماں نے کچھ دیر ٹھہر کر کہا "آج بڑے مالک بہت خوش نظر آتے ہیں ۔"

"میں اس خوشی کا سبب نہیں سمجھ سکی ۔ اس لئے ڈر رہی ہوں ۔ کیا کروں سمجھ میں نہیں آ رہا ۔"

"کچھ بھی نہیں کرنا ہو گا اتنے دنوں سے صرف تجارت کرتے آ رہے ہیں تمہارے جیسی عورت کبھی دیکھی نہیں تھی ۔ دھیرے دھیرے تمہیں جتنا پہچان رہے ہیں اتنی ہی تمہاری عزت بڑھ رہی ہے ۔"

"زیادہ دیکھنے پر زیادہ پہچانیں گے ایسی تو کوئی بات ٹھیک نہیں ۔"

"بہن انہیں اپنی قدر و قیمت معلوم نہیں تمہارا احسان اس گھر کے لوگ کبھی نہیں اُتار سکتے ۔ میرے سوامی تو بہت ممنون ہیں ۔ اور تمہارے لئے سب کچھ کرنے کو تیار ہیں ۔"

کمود نے ہنس کر کہا ۔ "بڑے نصیب سے ایسے دیور ملتے ہیں ۔"

"اور تمہاری جو دیورانی ہے وہ رہا ہو یا گئی تو جان پڑتی ہے ۔"

"تم لوگوں میں سے ایک کا نام لینے سے دوسرے کا نام لینے کی ضرورت نہیں ہوتی ۔"

"اچھا اگر تم مجھے واقعی اپنی بہن سمجھتی ہو تو سچ سچ بتاؤ کیا تم نے کسی اور سے پریم کیا ہے ؟ پریم کسے کہتے ہیں کیا تم جانتی ہو ؟"

"اگر میں کہوں کہ جانتی ہوں تو تم ہنسوں گی جس طرح سورج طلوع ہونے

سے پہلے روشنی ہوتی ہے۔ اسی طرح میرے دل کے آسمان پر پریم کی روشنی ہوئی
تھی۔ مجھے جان پڑا کہ سورج طلوع ہونے ہی والا ہے۔ اسی خیال کو لئے امرت جل
اور پھول لئے میں یہاں آئی۔ میں نے اندھیری رات میں اندھیرے کو اندھیرا نہیں سمجھا
آج روشنی میں آنکھ کھلنے پر اندھیر کچھ اور باہر کچھ دوسرا ہی دکھائی دے رہا
ہے۔ اب یہ زندگی کیسے کٹے گی؟"

"کیا تم سمجھ رہی ہو کہ تم بڑے مالک سے پریم نہ کر سکو گی؟"

"میں پیار کر سکتی تھی۔ میں سمجھتی تھی کہ سب کچھ پسند کر لینے سے آسانی ہو
جاتی ہے لیکن تمہارے مالک نے میرا یقین توڑ دیا۔ شاید وقت گذرنے پر مجھے
برداشت کی طاقت آجائے لیکن زندگی میں مجھے لطف تو کبھی ملنے والا نہیں۔"

"ایسا تو نہیں کہا جا سکتا بہن۔؟"

"بڑی آسانی سے کہا جا سکتا ہے۔ آج میرے دل میں ذرا بھی پیار نہیں، میری
زندگی ایک دم سپاٹ ہو گئی ہے۔ میرا جی بہنے کا کہیں بھی مقام نہیں۔ کیا بھگوان
نے عورتوں کے لئے موت کے علاوہ کہیں بھی آرام کا مقام نہیں رکھا؟"

موتی کی ماں نے پہلے کبھی کمود کے منہ سے اتنی کڑی بات نہیں سنی تھی۔ خاص
طور پر جب کہ بڑے مالک کمود پر اس قدر خوش ہو گئے ہیں اس وقت کمود کا یہ حوصلہ
دیکھ کر موتی کی ماں ڈر گئی۔ کچھ دیر بعد کمود بول اٹھی۔ میں جانتی ہوں کہ دل و جان
سے اپنے آپ کو سوامی کے حوالے نہ کرنا پاپ ہے لیکن اس پاپ سے بھی مجھے اتنا
خوف نہیں محسوس ہوتا جتنا بے دلی سے اپنے آپ کو دینے سے ہوتا ہے۔" موتی
کی ماں کوئی بھی جواب نہ پا کر بُت بنی بیٹھی رہی۔

کمود نے کہا "بہن تم کتنی خوش نصیب ہو کہ دیور جی کو پیار کر رہی ہو۔ میں
پہلے یہ سمجھا کرتی تھی کہ پریم کرنا آسان کام ہے۔ سبھی عورتیں اپنے سوامی سے پیار کرتی

ہیں۔ آج میں دیکھ رہی ہوں کہ پریم کرنا سب سے کٹھن ہے۔ اچھا بہن یہ بتاؤ کیا سبھی عورتیں اپنے سوامی سے پریم کرتی ہیں۔"

موتی کی ماں نے قدرے ہنس کر کہا۔ "پیار نہ کرنے پر بھی اچھی بیوی بنی جا سکتی ہے۔ ایسا نہ ہو تو دنیا کا کاروبار کیسے چلے۔"

"مجھے اسی کا سبق دو جس سے اگر میں زیادہ نہیں تو ایک اچھی بیوی تو بن سکوں" آواز سنائی دی۔ "منجھلی بہو۔"

کمود نے کہا۔ "آؤ آؤ نوین۔"

"مجھے شام کے وقت روشنی کرنے والی نہیں دکھائی دی اسی لیے میں اسے ڈھونڈھ رہا ہوں۔"

"تم اپنی کھوئی ہوئی دولت کو لے جاؤ۔ میں اسے پکڑ نہ رکھوں گی۔"

"کھوئی ہوئی دولت کے لیے کوئی بے چین نہیں ہے بہن، وہ تو اس بہانے بہو رانی کے چرنوں کے درشن کرنے کے لیے آئے ہیں۔"

"کسی بہانے کی کیا ضرورت ہے۔ چرنوں کے درشن تو خود ہو ہی گئے۔ میرا تو جیون سپھل ہو گیا۔"

"نوین تم کیا کہہ ڈالو گے یہ پتہ نہیں۔"

عین اسی وقت مرلی نے آ کر نوین کو خبر دی "بڑے مالک نے باہر آفس میں آپ کو بلایا ہے۔"

یہ سُن کر نوین گھبرا سا گیا۔ اس کا خیال تھا کہ مدھوسودن آفس سے سیدھا خواب گاہ میں جائے گا۔ جان پڑتا ہے کہ کشتی پھر چڑھائی میں رک گئی ہے۔

آفس جا کر مدھوسودن کو پتہ چلا کہ مدراس کا ایک بڑا بنک جس کے ساتھ اُس کا کاروبار تھا، فیل ہو گیا۔ پھر پتہ چلا کہ ڈائریکٹر اور کچھ ملازم اُس سے چھپا کر

بھی گھاتے اُلٹ پلٹ رہے ہیں۔ مجھے شک کی نظروں سے دیکھا جا رہا ہے وہ ڈٹ کر مقابلہ کرنا چاہتا ہے۔"

کمود نے مدھوسودن کو کچھ دنوں سے بہت مائل کر لیا تھا۔ مدھوسودن نے اپنی اس بڑھتی ہوئی عمر میں پریم کی شدید ضرورت محسوس کی تھی لیکن وقت بے وقت اس خواہش سے وہ ڈر سا گیا۔

نوین جیسے ہی کمرے میں پہنچا مدھوسودن نے کہا "کیا میرے ذاتی حساب کتاب کی بہی کسی باہر کے آدمی کے ہاتھ پڑی تھی، جانتے ہو؟ تم اس بات کی کھوج لگاؤ کہ خزانچی کے پاس کوئی آتا جاتا ہے یا نہیں۔"

"رتی کانت بھروسے کا آدمی ہے۔ وہ کیا کبھی ۔۔۔"

"میرے علم کے بغیر نوین کمر ر لوگوں سے بات چیت کر رہا ہے۔ نہایت ہوشیاری سے یہ پتہ لگانا ہوگا کہ اس میں کون کون شامل ہے۔"

نوکر نے آ کر اطلاع دی کہ بھوجن تیار ہے مدھوسودن نے اُس طرف کوئی دھیان نہ دے کر نوین سے کہا۔ "جلدی گاڑی لانے کے لئے کہہ دو۔ اور یہ خط کمود کو دے آؤ۔"

رات کے وقت مدھوسودن سے باتیں کر کے لوٹنے پر نوین نے دیکھا کہ کمود اور موتی کی ماں ابھی باتیں کر رہی ہیں۔ اس نے کہا۔ "بھابی جی آپ کے بھائی صاحب کا خط آیا ہے۔" کمود نے چونک کر خط لے لیا۔ لفافہ کھول کر خط پڑھا۔ کچھ دیر خاموش رہی۔ پھر بولی "بھیا آج دن میں تین بجے کلکتے آ گئے ہیں۔ دو دن بعد آنے کی بات تھی مگر کسی خاص کام کی وجہ سے آج ہی آ گئے ہیں۔" کمود نے کچھ اور نہیں کہا۔ خط کے آخر میں لکھا تھا کہ طبیعت کچھ اور سنبھل جانے پر کمود کو دیکھنے آئیں گے۔ گھبرانا نہیں چاہیے۔ "یہی بات پہلے خط

میں بھی لکھی تھی۔ اس کا مطلب تو صاف طور سے یہی ہوا کہ میرے گھر نہ آنا۔ میں کا جی رونے کو چاہ رہا تھا لیکن وہ ضبط کر بُت بنی بیٹھی رہی۔ کمود کا منہ دیکھ کر نوین کا دل بھر آیا۔ بولا "بھابی ان کے پاس تمہیں کل ہی جانا چاہئے"

"نہیں، میں نہ جاؤں گی"۔ یہ کہہ کر دونوں ہاتھوں میں منہ چھپا کر رو پڑی۔ موتی کی ماں نے اُسے سینے سے لگا لیا۔ کمود بول اُٹھی "بھیا نے مجھے آنے سے منع کیا ہے۔"

نوین نے کہا "تم نے غلط سمجھا ہے بھابی، دیپر داس بابو یہ سمجھتے ہیں کر میرے بھیا تمہیں بھیجنا نہ چاہیں گے۔ اگر تم جانے کی کوشش کرو گی تو تمہاری ہتک ہو گی۔ اسی سے بچنے کے لئے انہوں نے تمہارا راستہ سیدھا کر دیا ہے"۔ کمود نے کو پھر بھر کے لئے کچھ تسلی ہو گئی۔ وہ آنسو بھری آنکھوں سے ٹکٹکی لگائے نوین کی طرف دیکھنے لگی۔ موتی کی ماں نے کمود کی ٹھوڑی اُوپر اُٹھا کر کہا۔ "واہ بھیا کا ذکر آتے ہی بے قرار ہو گئی۔"

نوین نے کہا "بھابی کل میں تمہارے جانے کا بندوبست کر دوں گا"

"نہیں اس کی ضرورت نہیں۔"

"واہ! میرے بھیا کو تمہارے بھیا چاہے جو کچھ سمجھیں میں اُسے کیسے سمجھ لینے دوں گا۔ میں بھیا کی طرفداری کر کے لڑوں گا۔ میں تم سے ہار نہ مانوں گا۔ کل تمہیں اُن کے پاس جانا ہی ہو گا۔ کمود ہنسنے لگی۔

مدھو سودن بہت رات گئے گھر لوٹے۔ اُن کے ساتھ کاغذوں کا ایک بڑا پلندہ تھا۔ نوین نے جھانک کر دیکھا کہ وہ باہر آفس میں چشمہ لگا کر ہاتھ میں نیلی پنسل لے کر کاغذوں پر نشان لگا رہے ہیں۔ نوین نے کمرے میں داخل ہو کر کہا "بھیا، کیا میں کچھ کام کر سکتا ہوں"

" نہیں، میں بیوپار کی اس مشکل کو خود ہی پار کرنا چاہتا ہوں۔ اس میں دوسرے کی مدد لینا اپنے کو کمزور بنانا ہے۔" نوین کوئی بات کرنے کا موقع نہ پا کر باہر چلا گیا۔ کچھ دیر بعد نوین نے ایک لیمپ بھیا کی میز پر لا کر رکھا اور کہا۔" آپ کی روشنی مدھم ہو رہی ہے۔" مدھوسودن نے محسوس کیا کہ دوسرے لیمپ سے کام میں آسانی ہوگی لیکن اس پر بھی نوین کو بات کرنے کا موقع نہیں ملا۔ وہ لوٹ آیا۔

کچھ دیر بعد نوین نے چلم میں تمباکو سلگا کر مدھوسودن کے بائیں طرف میز پر حقّے کی نلی رکھ دی۔ اس بار مدھوسودن نے محسوس کیا کہ اس کی بھی ضرورت تھی۔ وہ پنسل چھوڑ حقّہ پینے لگا۔

اس وقت نوین نے بات چھیڑی۔" بھیا رات بہت ہو گئی ہے، سونے کے لئے نہ جایئے گا۔ بھابی آپ کے لئے ابھی تک جاگ رہی ہوں گی۔"

" جاگ رہی ہوں گی۔" یہ بات مدھوسودن کے دل میں جا کر لگی لیکن اس وقت فرصت نہ تھی۔

مدھوسودن نے کہا۔" بڑی بہو کو سو جانے کے لئے کہہ دو۔ آج میں باہر ہی سوؤں گا۔"

" کہئے تو اُن کو یہاں بلوا دوں۔"

مدھوسودن نے جھنجھلا کر بول اُٹھا۔" نہیں، رہنے دو۔"

" وہ آپ سے بات چیت کرنے کے لئے بیٹھی ہیں۔"

مدھوسودن نے روکھے پن سے کہا۔" مجھے اس وقت بات کرنے کا وقت نہیں۔"

" بھیا آپ کے پاس وقت نہیں لیکن اُن کے پاس بھی وقت کم ہے۔"

"کیوں کیا ہوا؟"

"آج خبر ملی ہے کہ دیپہ داس بابو کلکتے میں آئے ہیں۔ اسی لئے بھابی جی کل سویرے......!"

"سو مجھے جانا چاہتی ہیں؟"

"زیادہ دیر کے لئے نہیں، صرف ایک بار....!"

"تو جائیں، چلی جائیں۔ بس اب تم چلے جاؤ۔"

حکم ملتے ہی نوین وہاں سے چل پڑا۔ مدھوسودن نے آواز دی۔ "نوین" نوین کے کمرے میں داخل ہوتے ہی مدھوسودن نے کہا۔ "بڑی بہو اس دفعہ اپنے بھیا کے ہاں ہی کچھ دن رہیں گی۔ تم اُن کا بندوبست کر دینا۔"

نوین خوش ہو کر چلا گیا۔ مدھوسودن اپنے کام میں لگ گیا۔ مدھوسودن نے طے کر رکھا تھا کہ خاص کام آج رات میں ہی ختم کر دے گا۔ اُسے کل سویرے ختم کرنے میں کوئی مشکل درپیش آئے گی۔ ایسی کوئی بات نہ تھی۔ آجکل دن والے مدھوسودن اور رات والے مدھوسودن میں کچھ فرق آگیا تھا۔ رات جب زیادہ ہو گئی تو اُس کے ذہن میں یہ خیال اُبھرنے لگا۔ شاید بہو رانی جاگ رہی ہو۔

وہ اُٹھ کھڑا ہوا۔ بنا لیمپ بجھائے اور کاغذوں کو ویسے ہی میز پر چھوڑ کر خواب گاہ کی طرف چلا۔ انتاپور کے برآمدے میں تین منزلے کے راستے میں شیاما فرش پر بیٹھی تھی۔ مدھوسودن ایک بار اُس کی طرف نظر ڈال کر اوپر چلا گیا۔

خواب گاہ میں جا کر مدھوسودن نے دیکھا کہ کمود آرام سے بستر پر سو رہی ہے غسل خانے کے کھلے دروازے سے ہلکی سی روشنی آ رہی ہے اس نے گیس جلا دیا لیکن کمود کی نیند نہیں کھلی۔ اُسے اس طرح سوتی ہوئی کمود پر غصہ آگیا۔ مسہری کھول کر وہ دھم سے بستر پر بیٹھ گیا۔ کمود چونک کر اُٹھ بیٹھی۔ اُسے یقین تھا کہ مدھوسودن

آج نہیں آئے گا۔ اچانک اُسے دیکھو اس کے چہرے پر کچھ ایسے تاثرات پیدا ہوئے جنہیں دیکھ کر مدھوسودن کے سینے میں تیر سا لگا۔ وہ بول اُٹھا "تم مجھے کسی بھی طرح برداشت نہیں کر سکتی نا؟"

کمود کو کوئی جواب نہ سوجھ سکا جس جذبے کو وہ ہمیشہ اپنے اندر ہی دبا رکھنا چاہتی ہے جس کی قوت کا پورا علم خود کمود کو بھی نہیں وہ اچانک نمایاں ہو گیا۔

مدھوسودن دانت پیس کر بول اُٹھا "کیوں بھیا کے جانے کے لئے تم بیقرار ہو رہی ہو!"

کمود ابھی لمحے اس کے قدموں میں گرنے جا رہی تھی لیکن اس کے منہ سے بھیا کا نام سن کر رُک گئی۔ بولی۔

"نہیں۔"

"تم جانا نہیں چاہتی۔"

"نہیں، میں نہیں جانا چاہتی۔"

"کیا تم نے نوین کو میرے پاس اجازت لینے کے لئے نہیں بھیجا؟"

"نہیں، میں نے نہیں بھیجا۔"

"کیا تم نے اس سے بھیا کے پاس جانے کی خواہش نہیں ظاہر کی!"

"میں نے اس سے کہا تھا کہ میں بھیا سے ملنے نہیں جاؤں گی۔"

"کیوں!"

"یہ میں نہیں کہہ سکتی۔"

"نہیں کہہ سکتی، پھر تمہاری وہ نور نگر کی چال!"

"میں تو نور نگر کی ہی لڑکی ہوں۔"

"جاؤ انہیں کے پاس جاؤ۔ تم یہاں کے قابل نہیں ہو۔ میں نے مہربانی کی تھی لیکن تم نہ سمجھ سکی۔ اب پچھتانا پڑے گا۔"

کمود بُت بنی بیٹھی رہی۔ مدھوسودن نے کمود کا ہاتھ پکڑ کر جھٹکا دے کر کہا۔ "معافی مانگنا بھی نہیں جانتی۔"

"کس لئے ؟"

"تم جو میرے بستر پر سو گئی ہو، اس لئے۔"

کمود فوراً بستر سے اٹھ کر بغل والے کمرے میں چلی گئی۔

مدھوسودن نے باہر جانے کے راستے میں دیکھا کہ برآمدے میں شیاما اوندھی پڑی ہے۔ اس نے قریب جا کر جھک کر اس کا ہاتھ پکڑ کر اٹھانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا "کیا کر رہی ہو شیاما ؟"

شیاما نے فوراً اٹھ کر مدھوسودن کے پیر پکڑ لئے۔ وہ بول اٹھی "مجھے مار ڈالو۔"

مدھوسودن نے اس کے ہاتھ پکڑ کر اٹھاتے ہوئے کہا "اوہ۔ تمہارا جسم ایک دم برف جیسا ہو رہا ہے۔ چلو تمہیں پہنچا آؤں۔" کہہ کر اس نے اپنا دوشالہ اوڑھا کر اُسے سونے کے کمرے میں پہنچا دیا۔

شیاما دھیرے سے بولی "ذرا بیٹھو گے نہیں ؟"

"مجھے کام ہے۔"

رات کے وقت کہیں سے بھوت نے سوار ہو کر اتنا وقت ضائع کیا، اب ایسا نہ ہوگا۔

شیاما تن من سے اس کا انتظار کر رہی ہے یہ محسوس کر کے مدھوسودن کو رات کا کام ختم کرنے کی طاقت چلی گئی۔ اس کی تمنی تندرے کم ہو گئی ہے۔

ادھر جو کمودنی کے دل دھکا لگا اس میں کچھ کچھ کا عنصر بھی تھا مدھوسودن نے جتنی بار اس سے پریم جتلایا اتنی بار اس کے دل میں کھنچاتانی ہوئی۔ پریم کا بدلہ پریم سے ہی چکایا جا سکتا ہے۔ اس لڑائی میں کمود کو جیت کی کوئی امید نہ تھی۔ لیکن اب بات صاف ہو گئی ہے۔ کمود کو یقین ہے کہ مدھوسودن اپنے دل میں جو چاہے سوچے کمود کے ذریعے اس کا دل کبھی خوش نہیں ہو سکتا۔ مدھوسودن اُسے جتنی جلدی سمجھ جائے اتنا ہی دونوں کو فائدہ ہے۔

نوین کل رات بھیّا سے رائے لے کر جتنی خوشی سے سونے گیا۔ آج سویرے کچھ بھی باقی نہیں رہا۔ کل رات ڈھائی بجے اپنا کام ختم کر کے مدھوسودن نے نوین کو بلا بھیجا۔ اور حکم دیا کہ کمودنی کو دیر داس کے پاس بھیج دیا جائے اور جب تک میں خود نہ بلاؤں اُسے یہاں آنے کی ضرورت نہیں۔ نوین نے سمجھ لیا کہ سزا دی جا رہی ہے۔

آنگن کے برآمدے میں جہاں کل رات مدھوسودن کے ساتھ شیاما کی ملاقات ہوئی تھی اُس کے ٹھیک سامنے نوین کی خواب گاہ ہے۔ اس وقت میاں بیوی کمود کے متعلق باتیں کر رہے تھے۔ آواز سُن کر جوں ہی موتی کی ماں نے دروازہ کھولا تو مدھوسودن اور شیاما کے ملن کا نظارہ دکھائی دیا۔ وہ سمجھ گئے کہ کمود کے نصیب کے جال میں ایک اور کڑی کا گانٹھ پڑ گئی۔

موتی کی ماں نے نوین سے کہا "کیا اس مشکل کے وقت بہن کا جانا مناسب ہوگا۔؟"

نوین نے کہا "جب تک بھابی نہیں تھیں تب تک تو ایسی کوئی بات نہیں ہوئی یہ سب تو بھابی کے رہنے پر ہو رہا ہے۔"

"کیا کہہ رہے ہو تم؟"

بھابی نے بھیا کی سوئی ہوئی بھوک کو جگایا ہے اس کے لئے وہ خوراک نہیں مہیا کر سکتی، اسی لئے یہ ظلم ہونے جا رہا ہے۔ میں تو کہتا ہوں کہ اس وقت اُن کا یہاں سے دور رہنا ہی ٹھیک ہے۔ اس سے اور چاہے کچھ ہو نہ ہو کم از کم وہ چین سے تو رہ سکیں گی۔"

"تو کیا یہ اسی طرح چلے گا؟"

"جس آگ کے بجھانے کا کوئی طریقہ نہیں اُسے جل کر راکھ بن جانے تک دیکھنا ہی ہوگا۔"

دوسرے دن بابلو دن بھر کمود کے ساتھ ہی ساتھ گھومتا رہا۔ کمود وہ آج میکے جا رہی ہے، اُس دھن میں اُسے تیاری کا زیادہ موقع نہیں ملا جیسے پنچھی کو پنجرے میں بند کیا گیا تھا وہ آج ذرا سا دروازہ کھلتے ہی اُڑ گیا، جیسے اب وہ پھر اُس میں داخل نہیں ہوگا۔

نوین نے کہا۔" بھابی جی، لوٹنے کو دیر مت کرنا، اگر یہ بات میں دل سے کہہ سکتا تو مجھے سکون ملتا لیکن اس حالت میں میں کہنے کے قابل نہیں ہوں۔ جہاں پر تمہیں عزت کا مقام ملے وہیں پر رہنا۔ اگر کسی وقت نوین کی ضرورت ہو تو بلا لینا"

موتی کی ماں کمود سے خوش نہ تھی۔ جس بحر سوامی خوش ہوں اس بھی بیوی کو اپنے آپ کو خوش نصیب سمجھنا چاہیئے۔ موتی کی ماں اسے ہی مناسب سمجھتی تھی اس کے برعکس ہونے کو وہ زیادتی سمجھتی تھی۔

۲۰

پالکی کے ساتھ مہاراج صاحب کے چپراسی اور دربان دیکھ کر وپرداس
کے ہاں کے دربان گھبرا سے گئے۔ چونکتے ہو کر سمجھ گئے کہ بہن جی آئی ہیں۔
کمود پالکی سے اتر کر تیزی سے سیڑھیاں چڑھ کر اوپر چلی گئی۔ وپرداس
نیم خوابی کی حالت میں بستر پر پڑے گھٹنوں تک کپڑا اوڑھے ہوئے ہیں۔ داہنے
ہاتھ میں ایک کتاب ہے اور ہاتھ بستر پر بے جان سا پڑا ہے۔ یوں دکھائی دیتا
ہے کہ ابھی تھک کر پڑھنا بند کیا ہے۔ بغل میں زمین پر چائے کی پیالی پڑی ہے
اور ایک پلیٹ پڑی جس میں تھوڑی سی بچی ہوئی روٹی ہے۔ سرہانے دیوار
سے لگی الماری میں بے ترتیبی سے کتابیں پڑی ہیں۔ رات کا جلا ہوا لیمپ
دھوئیں سے کالا ہو کر ابھی تک ایک کونے میں پڑا ہے۔ وپرداس کے چہرے کو
دیکھ کر کمود چونک اٹھی۔ وہ بھیا کے پیروں پر سر رکھ کر رونے لگی۔

"اری کمود! تو آگئی۔ آ یہاں تو آ۔" کہتے ہوئے وپرداس نے اسے قریب
کھینچ لیا۔ اگرچہ خط میں انہوں نے کمود کو آنے سے منع کیا تھا لیکن انہیں یقین تھا

کہ وہ ضرور آئے گی۔ انہوں نے جب دیکھا کہ وہ آگئی ہے تو سمجھ گئے کہ اب سب مشکلیں آسان ہو جائیں گی۔ کمود کو بلانے کے لئے پالکی اور آدمی بھیجنے چاہیے تھے لیکن وہ ایسا نہ ہونے پر بھی چلی آئی۔ مدھوسودن کے گھر میں کمود کو ایسی آزادی پانے کی اُمید قطعی نہ تھی

دیپرداس کے بکھرے ہوئے بالوں کو سنوارتے ہوئے کمود بولی "بھیا تمہارا چہرہ کیسا ہو گیا ہے؟"

"اِدھر تو حالات ہی کچھ ایسے تھے، مگر تمہاری یہ کیسی حالت ہے؟ تو بالکل نق ہو گئی ہے۔"

خبر پاکر کھیما بوا آ گئی۔ دروازے پر نوکر نوکرانیوں کی بھیڑ لگ گئی۔ کھیما بوا کو پرنام کرتے ہی بوا نے اُسے گلے لگا کر اس کا ماتھا چوما۔ نوکر نوکرانیوں نے آکر پاؤں چھوئے۔ سب سے خیر خیریت پوچھنے کے بعد کمود بولی۔ "بوا! بھیا کا چہرہ خراب ہو گیا ہے۔"

بوا نے کہا "یونہی تھوڑا خراب ہو گیا ہے۔ تمہارے ہاتھ کی سیوا نہ ملنے سے ان کی حالت سدھرنا ہی نہیں چاہتی۔ کتنے دن کا پروگرام ہے؟"

دیپرداس نے کہا۔ "بوا کمود کو کھانے پینے کے لئے نہ کہو گی؟"

"اس کو بھی کہنا پڑے گا؟ میں پالکی والوں کو باہر بٹھا آئی ہوں، ذرا جا کر انہیں کھلا آؤں۔"

کھیما بوا کو دیپرداس نے اشارے سے بلا کر اُس کے کان میں کچھ کہا۔ کمود سمجھ گئی کہ سُسرال سے آئے ہوئے آدمیوں کو رخصت کرنے کے متعلق ہدایت دی گئی ہے۔ اس وقت اُس کی کوئی رائے نہیں ہے۔ اُسے یہ بات پسند نہ آئی۔ وہ بھی اس کا بدلہ لے گی۔ اس گھر پر جو کمود کا اتنی دیر سے حق چلا آیا ہے اُسے دوبارہ دکھا

کرنے کے لئے اُس نے کام شروع کر دیا۔

کمود نے پہلے تو بھیا کے خانسامہ گوکل کے کان میں کچھ کہہ دیا۔ اس کے بعد اپنی خواہش کے مطابق گھر سجانے لگی۔ کچھ دیر بعد پیتل کے ایک جگ میں گرم پانی اپیتل کی ایک چلمچی اور ایک صاف تولیہ لئے گوکل کمرے میں آیا۔ اس نے میز پر سب چیزیں رکھ دیں۔ کمود نے تولیہ بھگو کر بھیا کے ہاتھ منہ پونچھ کر بال سنوار دیئے۔ بچے کی طرح دیپ داس سب برداشت کرتے رہے۔ وہ دل میں سوچنے لگے۔ میں نے سوچا تھا کہ وہ ملنے آئی ہے پھر چلی جائے گی لیکن اس کے آثار تو دکھائی نہیں دے رہے۔ اس کا مطلب کیا ہے۔ دیپ داس اس کے سسرال کے متعلق یہ جاننا چاہتے ہیں کہ اس کے ساتھ کیا بیت رہی ہے ؟ لیکن شرم محسوس ہو رہی ہے۔ وہ اس امید میں ہے کہ کمود خود ہی بتائے گی۔

صرف دھیرے سے بولے۔ ”آج تجھے کب جانا ہوگا ؟“

”مجھے کہیں جانا نہیں ہوگا۔“

دیپ داس نے حیرت سے کہا ”اس میں تمہارے سسرال والوں کو کوئی تکلیف تو نہیں ہے ؟“

”نہیں، اس میں تو میرے پتی کی رضامندی ہے۔“

دیپ داس خاموش بیٹھے رہے۔ صوفے کے نیچے ٹام کتا بیٹھا تھا۔ کمود نے پیار سے اس کے جسم کو سہلایا۔ کتے نے اُچھل کر اپنے دونوں اگلے پاؤں اس کی گود میں رکھ دیئے اور اپنی زبان میں راگ الاپنے لگا۔

دیپ داس کو یہ سمجھتے دیر نہ لگی۔

کتے کے ساتھ کھیلنا بند کر کے کمود بولی ”بھیا تمہارا بالسے پینے کا وقت ہو گیا، کیا لے آؤں ؟“

" نہیں، ابھی وقت نہیں ہوا۔" اتنا کہہ کر کمود کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر بولے :" کمود، تیرے ہاں کیا چل رہا ہے۔ مجھے صاف صاف بتا دو۔"

کمود کو جواب نہ سوجھا۔ سر جھکائے بیٹھی رہی۔ دیکھتے ہی دیکھتے اس کا چہرہ لال ہو گیا۔ بچپن کی طرح بھیا کے شانے پر اپنا سر رکھ کر رو پڑی۔ بولی :" بھیا میں نے سب غلط ہی سمجھا۔ مجھے معلوم نہ تھا۔ میں شروع سے تم لوگوں کو جانتی ہوں دوسری جگہ جا کر اتنا فرق دیکھوں گی۔ ایسا میں نے کبھی سوچا نہ تھا۔ میں نے سوچا تھا کہ وہاں بھی تم جیسے لوگ ہوں گے۔ میں جانتی ہوں کہ بابو جی نے ماں کو کئی بار تکلیف پہنچائی لیکن وہ چوٹ باہر کی تھی اندر کی نہیں لیکن یہاں تو مکمل طور پر میرا اندرونی اپمان ہے۔"

دیر داس لمبی سانس لے کر خاموش بیٹھے سوچتے رہے۔ انہیں اس شادی سے پہلے ہی معلوم ہو گیا تھا کہ مدھوسودن اور ہی دنیا کا آدمی ہے۔ شاید اسی وجہ سے وہ صحت یاب نہیں ہو رہے تھے۔ وہ مدھوسودن کے قرض دار ہیں۔ یہ بات کمود کے لئے باعث تکلیف ہے۔ وہ مدھوسودن کا قرضہ جلد از جلد اتار دینا چاہتے ہیں اور یہی خواہش انہیں کلکتے کھینچ لائی ہے۔ کچھ دیر بعد کمود نے دوسری طرف گردن پھیر کر کہا۔" اچھا بھیا، میں پتی سے کسی طرح بھی پیار نہیں کر پاتی ہوں، کیا یہ میرا پاپ ہے ؟"

" کمود تمہیں تو معلوم ہی ہے کہ گناہ اور ثواب کے بارے میں میری رائے شاستروں سے متفق نہیں۔" الگ الگ آدمیوں کی زندگی مختلف حالات میں ایک دوسرے سے اتنی مختلف ہوتی ہے کہ اچھے بڑے معمولی اصولوں سے باندھ دینے سے اکثر وہ اصول بن کر رہ جاتے ہیں، دھرم نہیں رہ جاتے۔"

کمود نے نیچی نگاہ کئے ہوئے کہا۔" جیسے میرا بائی کی زندگی۔"

دیپر داس نے کہا۔ "تم نے تو اپنے بھگوان کو دل میں پوری طرح حاصل کر لیا ہے۔"

"میں کسی وقت ایسا ہی سمجھتی تھی لیکن مشکل کے وقت میں نے محسوس کیا کہ میری جان سوکھ گئی ہے۔ سینکڑوں کوشش کرنے کے باوجود میں انہیں اپنی لو دیپ میں نہ پا سکی۔ مجھے سب سے زیادہ غم تو اسی بات کا ہے۔"

"کمود! رات ہو جانے پر صبح کے ناش ہو جانے کا شک تو نہیں ہونا۔ جو کچھ ملا ہے وہ تیرے سانسوں کے ساتھ مل کر ایک ہو گیا۔"

"بھیا مجھے آشیرواد دو جس میں انہیں نہ بھول سکوں۔ وہ بے رحم ہیں دکھ پہنچاتے ہیں۔ وہ چاہتے ہیں اسی لئے۔" کمود نے دیپر داس کے پیروں پر ماتھا ٹیک کر کہا۔ "بھیا تم میرے لئے فکر نہ کیا کرو۔ میری حفاظت کرنے والا میرے اندر موجود ہے۔ اس طرح بھلا میرے اوپر مصیبت کیسے آ سکتی ہے۔"

"تم یہاں کب تک رہ سکتی ہو؟ مجھے ٹھیک ٹھیک بتا دو۔"

"جب تک بلاوا نہ آئے۔"

"کیا تو یہاں آنا چاہتی تھی۔؟"

"نہیں! میں نہیں آنا چاہتی تھی۔"

"اس کا مطلب؟"

"بھیا اس کا مطلب ڈھونڈھنے سے فائدہ نہیں! تم شائد کوشش کرنے پر بھی نہ سمجھ سکو۔ میں تمہارے پاس پہنچ سکی ہوں یہی بہت ہے۔ جتنے دن رہ سکوں گی وہی بہت اچھا ہے۔"

نوکر نے آکر خبر دی۔ "دو مکرجی صاحب آئے ہیں۔"

"یہیں بلا لو۔" دیپر داس نے کہا۔

کالو مکھ جی کے گھر میں داخل ہوتے ہی کمود نے اُسے پرنام کیا۔ کالو بولا۔ "بیٹا! تو آگئی! اب تو بھائی صاحب کو جلد آرام آ جائے گا۔"

آنکھوں میں آئے ہوئے اشکوں کو سنبھال کر کمود بولی۔ "بھیّا! بارے میں کچھ نہیں بتاؤ گے؟"

"کوئی ضرورت نہیں۔" کمود نے جانتی تھی کہ بھیّا کو بابے اچھا نہیں لگتا۔ لیکن وہ سامنے آئی ہوئی چیز کو کسی نہ کسی طرح کھا ہی لیتے تھے۔ کمود بابے ٹھیک بنانے کے لیے باہر آ گئی۔ دیر داس نے کالو سے پوچھا۔ "کہو بھائی کیا خبر ہے؟"

"تمہارے اکیلے کے دستخط سے کوئی بھی قرضہ دینے کو تیار نہیں۔ سبودھ کے دستخط بھی لازمی چاہئیں۔"

"کالو بھیّا اب دیر کرنا مناسب نہیں۔ سبودھ کو آنے کے لیے تار دینا ہی ہو گا۔"

"مجھے بھی آثار اچھے نہیں دکھائی دیتے۔ نہ جانے کب مدھوسودن مصیبت کھڑی کر دے۔" دیر داس سوچنے لگے۔ کالو نے کہا۔ "بھائی صاحب! چھوٹی بیٹیا چانک سویرے ہی آ پہنچی ہے، کہیں اُسے ناراض تو کر کے نہیں آئی۔ مدھوسودن کو ابھی ہم لوگ ناراض نہیں کر سکتے۔"

"نہیں، کمود تو کہہ رہی ہے کہ اس کے یہاں آنے میں اس کے پتی کی رضامندی ہے۔"

"وہ کیسی رضامندی ہے یہ نہیں پتہ چلتا۔ غصے سے جلتے ہوئے جسم کو میں نے شانتی سے ٹھنڈا کیا ہے۔ ایک تو مہاجن ہونا اور دوسرے بہنوئی بھی۔ بڑی بیڑھی کھڑی ہے۔" اتنے میں کمود بابے لے کر آ گئی۔ دیر داس کے منہ کے قریب

پیالہ لے جاکر بولی ۔" بھیا لو اسے پی تو لو ۔"

دیہرا اس فکر میں ڈوبے تھے چونک پڑے۔ کالو کے کمرے کے باہر نکلنے پر کمود بھی اس کے ساتھ گئی ، اور برآمدے میں پہنچ کر بولی ۔" کالو بھیا کیا بات ہے؟ مجھے سب باتیں کہنی ہی پڑیں گی۔"

" کیا کہنی پڑیں گی بہن ! زمین جائداد ہوتے ہوئے کسی کو فکر نہ ہو، دنیا میں ایسا بھی ہوتا ہے ؟ یہ تو خاردار درخت کا پھل ہے۔ بھوک لگنے پر اسے توڑ کر کھانا ہی پڑتا ہے ، اور توڑتے وقت پورا جسم چھلنی بھی ہو جاتا ہے۔"

" اچھا مجھے بتاؤ تو ہوا کیا ہے ؟ یہ باتیں بعد میں ہوں گی ۔"

" لڑکیوں کو زمینداری کے متعلق باتیں بتانا منع ہے ۔"

" اچھا بتاؤ مت ، مجھے معلوم ہے کہ تم لوگوں میں کس مسئلے پر بات چیت ہو رہی تھی ؟"

" اچھا بتاؤ ۔"

" بھیا کے اوپر میرے پتی کا قرضہ ہے ، اسی کے متعلق ۔"

کالو بنا کچھ جواب دیئے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر کمودنی کے چہرے کی طرف دیکھنے لگا۔

" نہیں مجھے سب باتیں بتانا ہی پڑیں گی ، ٹھیک کہا ہے یا غلط ؟"

" آخر تو بھیا کی بہن ٹھہری نا۔ بات کہنے سے پہلے ہی تو سمجھ جاتی ہے ۔"

" کالو بھیا تم مجھ سے بالکل نہ چھپاؤ۔ بھیا یہاں کسی سے قرض لینے ہی آئے ہیں ۔"

" ہاں روپے آسمان سے تو گرتے نہیں۔ یہاں سے قرض لے کر ہی وہ قرض چکانا پڑے گا۔ رشتہ داری میں قرض دار بننا مناسب نہیں ۔"

"ہاں یہ بات تو ٹھیک لیکن روپے کا انتظام ہوا کیا؟"

"اب ڈر کی کیا بات ہے، وہ تو ہو ہی جائے گا۔ میں اسی فراق میں گھوم رہا ہوں۔"

"نہیں، کوئی انتظام نہیں ہوا، میں جانتی ہوں۔"

"اچھا تو اگر تم جانتی ہو تو مجھ سے کیوں پوچھ رہی ہو؟ دنیا کی سب باتیں جاننے کی تمہیں کیا ضرورت ہے؟"

"کانو بھیا بات کو ٹالو نہیں۔ بتاؤ کیا روپے قرض نہیں مل سکے؟"

"نہیں، مجھے نہیں ملے۔"

"آسانی سے ملنا کیا ممکن نہیں؟"

"ملیں گے ضرور لیکن کچھ دقت اٹھانی پڑے گی بہن اگر میں تیرے جھمیلے میں نہ پڑوں اور روپوں کی تلاش میں نکلوں تو ممکن ہے کام ٹھیک ہو جائے اچھا اب میں چلا"

کانو تھوڑی دور جا کر لوٹ کر بولا ۔ "وہم سے ٹھیک ٹھیک کہنا۔ تم جو آج یہاں آ گئی ہو، اس میں کوئی گڑبڑ تو نہیں؟"

"میں پوری طرح نہیں جانتی گڑبڑ ہے یا نہیں۔"

"پتی کی اجازت مل گئی تھی نا؟"

"بنا مانگے ہی انہوں نے اجازت دے دی۔"

"غصہ میں دی ہو گی؟"

"یہ تو میں نہیں جانتی، لیکن انہوں نے کہا تھا کہ بنا بلائے واپس آنے کی ضرورت نہیں۔"

"اس میں کوئی بات نہیں، بلانے سے پہلے ہی چلی جانا۔"

"ایسے جانے میں حکم عدولی ہوتی ہے۔"

"خیر، اسے میں دیکھ لوں گا۔"

کمود جب کمرے میں داخل ہوئی تو اس کی نظر بھیا پر پڑی جو کسی فکر میں ڈوبے ہوئے چھت کی طرف دیکھ رہے تھے۔ ایسے ان کی صحت کیسے ٹھیک ہو سکتی ہے۔ اکیلے بھیا پر سب بوجھ آن پڑا ہے۔ بھیا کے سرہانے بیٹھ کر ان کے ماتھے پر ہاتھ رکھ کر کمود بولی۔ "منجھلے بھیا کب تک آئیں گے؟"

"کہہ نہیں سکتا۔ کب تک آئیں گے۔"

"انہیں آنے کے لیے خط کیوں نہیں لکھتے؟"

"کیوں؟"

"سارا کام تمہارے اوپر آن پڑا ہے۔ تم اس طرح نبھا پاؤ گے؟"

"وعدہ داری اور ذمہ داری ہی سے دنیا کا کاروبار چلتا ہے۔ میں نے وعدہ داری چھوڑ کر ذمہ داری لے لی ہے۔ میں اسے دوسرے کے لیے کیوں چھوڑوں؟"

"اگر میں مرد ہوتی تو تم سے زبردستی چھین لیتی۔"

"ذمہ داری اپنے اوپر لے کر میں نے کون سا قصور کیا ہے؟"

"بھیا تم یہاں قرض لینے آئے ہو؟"

"یہ تو نے کیسے سمجھا؟"

"میں تمہارے چہرے کو دیکھ کر سمجھ گئی۔ اچھا کیا میں کچھ بھی نہیں کر سکتی"

"کس طرح؟"

"یوں ہی، مان لو کہ کسی دستاویز پر دستخط کر کے۔ کیا میرے دستخط کی کچھ قیمت نہیں؟"

"بہت زیادہ۔ لیکن وہ میرے لئے کسی مہاجن کے لئے نہیں۔"

"بھیا میں تمہارے پاؤں پڑتی ہوں۔ بتاؤ میں کیا کر سکتی ہوں؟"

"تو لکشمی سی لڑکی چین سے بیٹھی رہ اور انتظار کر۔ یاد رکھ ڈوبنا کا یہ بھی ایک بڑا کام ہے۔ جس طرح طوفان آنے پر ناؤ سنبھالنا ایک کام ہے اسی طرح میرے باجے کو اٹھالا اور بجا تو"

"بھیا میری دلی خواہش ہے کہ میں کچھ کر دوں۔"

"باجے کو بجانا دستاویز پر دستخط کرنے سے کٹھن کام ہے۔ باجے کو اٹھا تو لا۔"

۲۱

ایک دن ایسا تھا کہ جب مدھوسودن سے سبھی ڈرتے تھے۔ شیاما بھی ڈرتی تھی۔ شیاما کو اس بات کا اندازہ تو تھا کہ مدھوسودن اس کی طرف مائل تو ہیں لیکن یہ بات بھی تھی کہ وہ اُن تک کیسے پہنچے۔ روپیہ پیسے کے آگے وہ عورتوں کو ہیچ سمجھتا تھا۔ جب شیاما نے دیکھا کہ شادی کے بعد وہ ایک عورت کے لئے تڑپ رہا ہے تو اُس کا ڈر دُور ہوگیا وہ ہمّت ان دنوں آگے بڑھ رہی تھی اور دیکھ رہی تھی کہ آگے بڑھا جا سکتا ہے۔

صُبح سے ہی نکلا ہوا مدھوسودن دوپہر کے ایک بجے گھر لوٹا ہے آتے ہی اُسے کمودنی کی یاد آ ئی۔ کمودنی خوش ہوکر اپنے بھیّا کے گھر چلی گئی ہے اُس کے چلے جانے پر اُس کے دل میں کسی حسینہ سے پیار کرنے کی خواہش جاگ اُٹھی۔ بھوجن کے وقت آج جان بوجھ کر شیاما اُس کے پاس آ کر نہیں بیٹھی بھوجن کے بعد مدھوسودن اپنی خواب گاہ میں آکر بیٹھا رہا۔ پھر خود ہی اُس

نے شیاما کو بلوایا، شیاما لال رنگ کا ایک ولایتی دوشالہ پہنے شرماتی ہوئی کمرے میں داخل ہوئی اور نظریں جھکائے کھڑی ہو گئی — مدھوسودن نے اُسے بلایا۔

"آؤ یہاں آکر بیٹھو۔"

سرہانے کے پاس شیاما نے بیٹھ کر کہا۔ "تم تو آج بڑے دُبلے دکھائی دے رہے ہو" اور جھک کر اس کے ماتھے پر ہاتھ پھیرنے لگی۔

مدھوسودن بولا "اوہو، تمہارے ہاتھ تو بڑے ٹھنڈے ہیں"

رات کو سوتے وقت بنا بلائے ہی شیاما آکر کہنے لگی۔ "اوہو کیا تم اکیلے ہی ہو؟"

شیاما نے قدرے پیار کے ساتھ سب کچھ نچھاور کر دیا جیسے کہ وہ اپنا حق جمانا چاہتی ہے۔ اب وقت بھی زیادہ نہیں ہے، نہ جانے کب کمود آ جائے۔ دل کی خواہش کو مدھوسودن نے اتنے دنوں جو دبا رکھا تھا وہ اتنے زور سے بے روک ٹوک اُمڈ پڑی کہ اُسے گھر میں کسی کی پرواہ نہ رہی، اور کھلے عام ظاہر ہو گئی۔

نوین اور موتی کی ماں دونوں سمجھ گئے کہ اب اس بات کو روکنا کٹھن ہے۔

موتی کی ماں نے کہا "اب دیدی کو نہ بلانے میں برائی ہے۔"

"اب انہیں بلانے میں دیر نہ کرنی چاہیئے۔"

"یہ تو میں بھی سوچتا ہوں لیکن بغیر بھائی صاحب کے حکم کے کیسے ہو گا پھر بھی کوشش کر کے دیکھوں گا۔"

بھائی صاحب سے بات کرنے کے لئے جس دن نوین پہنچا تو دیکھا

کہ گاڑی تیار ہے۔ نوین نے کہا "بھیا، کہیں جا رہے ہو گیا؟"

"ہاں، اسی دینکٹ سوامی کے پاس۔"

وہ نوین کے سامنے اپنی کمزوری کو بنائے رکھنا چاہتا تھا۔ اُسے خیال آیا کہ اُسے ساتھ لے چلنے میں سہولیت ہی ہو گی۔ "وہ میرے ساتھ چلو۔"

یہ تو بڑی طرح پھنسے۔ نوین نے سوچ کر کہا "پہلے اُسے گھر پہ جا کر دیکھ آؤں کہ وہ ہے یا نہیں۔ اُس کے جانے کی بات تھی۔ میرا خیال ہے وہ دیش چلا گیا ہو گا۔"

"اچھی بات ہے، چلو دیکھ آویں۔"

لاجواب ہو کر نوین ساتھ چل پڑا لیکن دل خوف سے گھبرا رہا تھا۔

گاڑی جیسے ہی جیوتشی کے مکان کے پاس رُکی، نوین نے اُتر ذرا اُچک کر کہا "معلوم ہوتا ہے کہ مکان میں کوئی نہیں ہے۔"

عین اسی وقت دینکٹ سوامی مُنھ میں داتن چباتے دروازے پر آ کھڑے ہوئے۔ نوین نے تیزی سے آگے بڑھ کر اُنہیں پرنام کیا اور بولا "بڑے مہربانی ہوشیاری سے بات کیجئے گا۔"

وہ اُس پُرانے اندھیرے کمرے میں بیٹھ گئے۔ نوین مدھوسودن کے پیچھے ہی بیٹھا بنا مدھوسودن کے بولنے سے پہلے ہی نوین نے کہا "آج کل مہاراج صاحب کے دن بڑی بُری طرح بیت رہے ہیں۔ شاستری جی بتایئے گرہ دشا کب ٹھیک ہو گی؟"

مدھوسودن نے نوین کی ران کو انگوٹھے سے دبا دیا کیونکہ اُسے یہ ہلکا سا سوال اچھا نہیں لگا۔ دینکٹ سوامی نے ڈانٹی چکر دیکھ کر کہا کہ مدھوسودن کی دھن راشی پر شنی کی نظر لگی ہے۔

مدھوسودن کو یہ بات جان کر کوئی فائدہ نہیں۔ وہ تو صاف صاف اپنے دشمن کا نام جاننا چاہتا ہے۔ نام نکالنا ہی ہوگا۔ مدھوسودن کے آفس کا حال نوین بالکل نہیں جانتا تھا۔ اسی لئے دقت تھی۔ اشارے سے کچھ مدد نہیں کر سکا۔ شاستری نے پھر حساب لگا کر کہا۔ "ایک عورت دشمنی کر رہی ہے نوین کی جان میں جان آئی کسی طرح کہلا دیا جائے کہ وہ عورت شیاما ہے تو سارا فکر دُور ہو جائے۔ مدھوسودن نام چاہتا ہے۔ جیوتشی نے ورن مالا سے لفظ گننے شروع کئے۔ "کورگ" کہہ کر ما نو پھر گومتی کی طرف کان لگائے رہے۔ ترچھی نظر سے مدھوسودن کی طرف دیکھتے رہے۔ مدھوسودن کے چہرے پر لمحہ بھر کے لئے چمک آ گئی۔ نوین "نہیں" کا اشارہ کرنے کے لئے پیچھے سے اِدھر اُدھر دائیں بائیں سر ہلانے لگا۔ بے چارے نوین کو کیا خبر تھی کہ مدراس میں اسی اشارے کو "ہاں" سمجھتے ہیں۔ دینکٹ سوامی کو شک نہیں رہا۔ وہ زور سے بولے۔ "کورگ" مدھوسودن کے چہرے کے تاثر سے دیکھ لیا کہ "کورگ" کا پہلا ہی لفظ ہے۔ اسی لئے اور کھول کر کہا "کا" میں سے مدھوسودن کا سارا "کو" (نقصان) ہے۔"

مدھوسودن نے پورا نام جانے بنا بیقراری سے کہا "اس کا علاج بتائیے۔"

دینکٹ سوامی نے سنجیدگی سے کہا "اس کا علاج بھی کسی عورت کے ذریعے ہوگا۔" دینکٹ سوامی نے انسان کے کیریکٹر کا تجزیہ کیا ہے، یہ سوچ کر مدھوسودن حیران ہو گیا۔ نوین نے تیز ہو کر کہا "سوامی جی کیا مہاراج کا گھوڑا ریس میں جیت گیا!"

دینکٹ۔ "نقصان ہی دکھائی دیتا ہے۔"

مدھوسودن کا گھوڑا! ابھی حال ہی میں زبردست بازی جیتا ہے۔
مدھوسودن کو بات کرنے کا موقع نہ دے کر نوین نے کہا: "سوامی جی میری لڑکی کیسے پار اترے گی!" اسے کہنے کی ضرورت نہیں کہ نوین کی کوئی لڑکی نہیں ہے۔

دیکھنٹ سوامی نے اندازے سمجھ لیا کہ لڑکے کی تلاش ہے۔ "لڑکا ملنے میں دیر لگے گی اور بہت خرچ کرنا پڑے گا۔"

نوین نے مدھوسودن کو بولنے کا کوئی موقع نہ دیا اور اسی طرح اُلٹے پُلٹے دس بارہ سوال کر دیئے جن کا عجیب جواب ملا۔ نوین بول اُٹھا۔ "بھائی صاحب کیا سوچتے ہو، اب چلو نا۔"

نوین نے گاڑی میں بیٹھ کر مدھوسودن سے کہا۔ "ڈھونگی کہیں کا! بھائی صاحب اس کی چالاکی دیکھی یا نہیں!"

"لیکن اُس دن تو ۔ ۔ ۔"

"ہوں ہوں اُس نے پہلے ہی سے پتہ لگا لیا تھا۔"

"وہ کیسے جان گیا کہ میں آؤں گا۔"

"میری بیوقوفی ہے۔ میری غلطی تھی کہ تمہیں اس کے پاس لے آیا۔"

جیوتش کی سب باتیں ڈھکوسلہ ہو لیکن ہوں لیکن کورگ کا "دکا" مدھوسودن کے دل میں چھپا ہی رہا۔ نوین نے دھیرے سے کہا: "بھائی صاحب، بہورانی کو گئے پندرہ دن بیت گئے۔ اب اُنہیں بلانا چاہیئے۔"

"جلدی کس بات کی ہے؟ نوین دیکھو! میں تمہیں صاف کہے دیتا ہوں، ہمارے سامنے اب یہ بات تم کبھی نہ چھیڑنا۔ جس دن ہماری خوشی

ہو گی۔ اس دن بُلا لیں گے۔"

نوین سمجھ گیا اب بات ختم ہو گئی ہے۔ پھر بھی ہمّت کر کے بولا۔
اگر منجھلی بہورانی اسے ملنے کے لئے جائیں تو اس میں کوئی ہرج ہے؟"
لاپرواہی سے مدھوسودن نے کہا۔ "ہاں، چلی جا بیٹی۔"

۲۲

دیپ داس نے آرام کرسی کی طرف اشارہ کر کے کہا "آئیے نوین بابو یہاں بیٹھیے۔"

نوین نے کہا "آپ شاید مجھ سے متعارف نہیں۔ مجھے راج گھرانے کا آدمی سمجھتے ہوں گے۔ لیکن یہ غلط ہے۔ میں آپ کی چھوٹی بہن کا خادم ہوں۔ آپ کا اتنا خوبصورت جسم ہڈیوں کا ڈھانچہ بن گیا ہے۔"

"جسم کوچین نہیں؟ یہ تو ہڈیاں ہی ہیں۔"

اتنے ہی میں کمودنی آ گئی۔ بولی "دیور جی کچھ کھا پی لو۔"

"کھاؤں گا، پر ایک شرط پہ۔ جب تک پوری نہ ہو جائے گی یہ براہمن تمہارے دوار پہ بھوکا ہی پڑا رہے گا۔"

"کیا شرط ہے؟ سناؤ تو۔"

"اپنے بھگت کو اپنی ایک تصویر دینی ہوگی۔ وہ تصویر تمہارے بھیا کے کمرے میں دیوار پہ ٹنگی ہے۔" تصویر پورے قد کی ہے۔ ایسی تصویر بکم

ہی ملتی ہیں۔ کمودنی کے بیاہ سے پہلے دیپ داس نے کلکتے سے ایک مصوّر بلا کر یہ تصویر تیار کروائی تھی۔

تصویر پر نظر ڈال کر کمودنی پانی پانی ہو گئی۔ بھیّا کی طرف مُنہ کر دیکھا۔ نوین نے کہا۔ "سمجھ گئے دیپ داس بابو، بہو رانی کی عنایت ہونے والی ہے۔ دیکھو تو سہی! میرے نا قابل ہونے پر بھی اتنی عنایت کرتی ہیں۔"

دیپ داس نے کہا۔ "کمو میرے چمڑے کے بیگ میں کچھ اور بھی تصویریں پڑی ہیں، اگر تم دینا چاہو تو کوئی ہرج نہیں۔"

کمو جب نوین کو بھوجن کے لئے اندر لے گئی تو اُس وقت کالو گھر میں آیا، اور بولا "میں نے چھوٹے بابو کو جلد گھر آنے کے لئے تار دے دیا ہے۔"

"میرے نام سے؟"

"ہاں آپ کے نام سے ہی!"

سبودھ کو زبردستی بُلانا ٹھیک ہے یا نہیں، اسے وہ چُپ چاپ سوچنے لگے۔

"بڑے بابو آپ خواہ مخواہ فکر کرتے ہیں۔ زمینداری کے متعلق کچھ فیصلہ اسی وقت ہو جانا چاہیئے۔ بارہ فیصدی سُود تو سر نہیں اُٹھانے دے گا۔ دو لاکھ روپیہ تو مہاجن پہلے ہی سُود میں جوڑ لے گا۔ اس کے علاوہ کمیشن بھی دینا ہو گا۔"

دیپ داس نے کہا۔ "اچھا، آنے دو سبودھ کو۔ کیا وہ آ جائے گا؟"

"کتنا ہی بڑا صاحب کیوں نہ ہو، آپ کا تار ملتے ہی وہ نہیں رُک سکے گا۔ اب دیر کرنا ٹھیک نہیں۔ بیٹا کو سُسرال بھیج دیجئے۔"

ویپر داس خاموش رہے پھر بولے ۔ ” مدھوسودن کے بُلائے بنا بھیجنا ٹھیک نہیں ۔“

” کیوں کیا وہ مدھوسودن کی غلام ہے ؟ اپنے گھر جانے میں حکم کی کیا بات ہے ۔“

بھوجن کرنے کے بعد نوین اکیلا ویپر داس کے کمرے میں آیا۔ ویپر داس نے کہا ۔ ” کمو تم سے بڑا پریم کرتی ہے ۔“

” ہاں ، شاید میں اس قابل نہیں ، اسی لئے زیادہ پریم کرتی ہے ۔“

” اس کے بارے میں تم سے کچھ کہنا چاہتا ہوں ، تم کوئی بات نہ چھپانا ۔“

” میری یہ عادت نہیں ، آپ سے صاف کہوں گا ۔“

” کمو اپنی مرضی سے آئی ہے ۔ مجھے لگتا ہے کہ اس میں کچھ گڑبڑ ہے ۔“

” آپ نے ٹھیک سمجھا ۔ جس کے اپمان کا تصور تک نہیں ہو سکتا دُنیا میں اسی کا بھی اپمان ہو جاتا ہے ۔“

” کیا اپمان ہوا ؟ “

” اسی لئے میں آیا ہوں ۔ اور تو کچھ کر نہیں سکتا ۔ دل ہی دل میں معافی مانگ لوں گا ۔“

” کمو دنی اگر آج سسرال چلی جائے تو کوئی حرج ہے ؟ “

” سچ کہوں ؟ وہاں کی بات کرنے کی تو مجھ میں ہمت نہیں ۔“ اصل معاملہ کیا ہے اس کے بارے میں تو نوین سے ویپر داس نے کوئی بات نہیں کی ۔ انہوں نے سوچا کہ کچھ پوچھنا مناسب نہ ہوگا ۔ کمو سے بھی اس کا ذکر کرنے سے بچتے رہے ۔ کالو کو بلا کر کہا ۔ ” تم تو اُن کے پاس آتے جاتے ہو ، مدھوسودن کے بارے میں شاید کچھ جانتے ہو ؟ “

دیپر داس کا دل سب سُن کر ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔ بدلہ لینے کا طریقہ اُس کے پاس نہیں تھا۔

کمود نی کی بہت دنوں سے خواہش تھی کہ اپنے بھیّا کے گھر آئے۔ لیکن یہاں آکر بھی اُسے سکون نہ ملا۔ بھیّا کے پیار میں تو کوئی کمی نہ تھی لیکن گھر کے دوسرے لوگ باتیں کرنے لگے کہ اُسے ہوا کیا؟ وہ اُن کے لئے تماشہ سا بن کر رہ گئی۔ دوپہر کو کمود بھیّا کو سُلا کر چلی آئی تھی۔ اب دوا دینے کا وقت ہو گیا تھا۔ کمرے میں جا کر دیکھا تو دیپر داس بیٹھے سبودھ کو انگریزی میں خط لکھ رہے ہیں۔ کمود نے کہا۔ "بھیّا آج تم اچھی طرح سوئے بھی نہیں!"

"تم نے سمجھ رکھا ہے کہ سونے سے ہی آرام ملتا ہے۔ نہیں، دل اگر خط لکھنے کو چاہے تو خط لکھنے سے آرام ملتا ہے۔"

"کافی دن ہو گئے بھیّا، اب گھر جانا ٹھیک ہو گا۔"

دیپر داس نے کمود کا منہ دیکھ کر یہ سمجھنے کی کوشش کی کہ اس بات کی ضرورت کیوں پڑی۔ کمود نے سوچا کہ ان کے پیار پہ بوجھ نہیں ڈالوں گی اس نے پھر دیپر داس سے کہا۔ "بھیّا میں نے جانے کا فیصلہ کر لیا ہے۔"

دیپر داس کیا جواب دیں کچھ سوچ نہ سکے۔ ممکن ہے کمود کے جانے میں بھلائی ہو۔ فرض تو کہہ رہے۔ خاموش بیٹھے رہے۔ نوکر نے آکر خبر دی کہ کاتو بھیّا آئے ہیں۔ کمود نے کہا۔ "نہیں آرام کی ضرورت ہے۔ زیادہ باتیں کرنا تمہارے لئے ٹھیک نہیں ہے۔ میں پندرہ منٹ میں آ جاؤں گی۔ اگر اس وقت تمہاری باتیں ختم نہ ہوئیں تو باجا بجانا شروع کر دوں گی۔"

"اچھا منظور ہے۔"

آدھے گھنٹے بعد باجا لئے کمود نی کمرے میں داخل ہوئی۔ دیپر داس

کے چہرے کو دیکھ کر اُس نے باجا دیوار کے ساتھ رکھ دیا اور اُن کے پاس آکر بیٹھ گئی۔ کہا "کیا ہوا بھیا؟"

"تکلیف سے بچنے کی کوشش مصیبت کا سبب ہوتی ہے۔ اسی لئے دانشوروں نے کہا ہے کہ اسے بخوشی قبول کرنا چاہیئے۔"

"تم حکم کرو، میں بجالاؤں گی۔"

"میں دیکھتا ہوں کہ عورتوں کو کس طرح بے عزت کیا جاتا ہے۔ کسی ایک آدمی کے ذریعے نہیں تمام سماج کے ذریعے۔"

کمود بھیا کی بات اچھی طرح نہ سمجھ سکی۔

دیبرداس نے کہا "جس درد کو اپنا سمجھ رہا تھا۔ آج سمجھ میں آیا کہ اُس کے ساتھ لڑائی بھی کرنی ہوگی۔" دیبرداس کے چہرے پر سُرخی کی ایک لہر دوڑ گئی۔ انہوں نے بستر سے اُٹھ کر کرسی پر بیٹھنے کی کوشش کی۔ کمود نے ان کا ہاتھ تھام کر کہا "حوصلہ کرو، اُٹھو نہیں۔ طبیعت اور خراب ہو جائیگی" اُس نے انہیں اُونچے تکیئے کے سہارے لٹا دیا۔

دیبرداس نے کہا۔ "برداشت کرنے کے علاوہ عورتوں کے پاس اور کوئی راستہ نہیں۔ اسی لیئے انہیں بار بار تکلیف برداشت کرنی پڑتی ہے۔ کمود تُو یہاں اب اپنا گھر سمجھ کر رہ۔ اب تو سُسرال نہیں جائے گی۔" کالو سے آج دیبرداس نے باتیں سُنی ہیں۔ شیاما کے ساتھ مدھوسودن کا تعلق اب کسی سے پوشیدہ نہیں۔ لوگ انہیں پاپی سمجھتے ہیں۔ اسی لیئے وہ دونوں بھاگے ہوئے تھے۔ سننے میں آیا کہ مدھوسودن نے شیاما کو پیٹا ہے۔ شیاما نے جب شور مچایا تو مدھوسودن نے سب کے سامنے کہا "جا دور ہو جا یہاں سے کلنکنی، نکل جا ہمارے گھر سے۔" لیکن اس سے بھی کچھ فرق نہ پڑا۔ شیاما

کے بارے میں مدھوسودن نے اپنا فرض سمجھ رکھا ہے شیاما موتی کی ماں کی جگہ گرہستی کا کام سنبھالنا چاہتی ہے لیکن مدھوسودن کو موتی کی ماں پر اعتماد ہے۔ شیاما جاڑے میں کام آنے والی رضائی ہے، اُس پر بیل بوٹے نہیں بنے اور وہ کوئی ایسی چیز نہیں جس کی حفاظت بہت ضروری ہے۔ چارپائی کے نیچے مٹی پر گر جانے سے بھی اُس میں کوئی خرابی نہیں آتی۔ ویسے ہی آرام پہنچانے والی چیز بنی رہتی ہے۔ شیاما اُسے دل سے چاہتی ہے۔ اُس کے لئے سب کچھ کرنے کو تیار ہے۔ مدھوسودن کو اس بات پر بھروسہ ہونے کی وجہ سے پورا یقین ہو گیا ہے کہ کمود کی موجودگی میں نہ جانے کیوں اس کی خود اعتمادی کو قدم قدم پر ٹھوکریں کھانی پڑتی تھیں۔

دِپر داس نے کہا "کمود، اپمان برداشت کرنا غیر مناسب ہے لیکن ظلم برداشت کرنا غیر مناسب ہے۔ اپنی ذات سے ناانصافی ہے۔ عورت ذات کی طرف سے تمہیں اپنی عزت بنائے رکھنے کا دعویٰ کرنا ہوگا۔ اگر اس کے بدلے سماج تمہیں زیادہ سے زیادہ دکھ دینا چاہے تو کوئی پرواہ نہیں۔"

"بھیا تم کس اپمان کی بات کر رہے ہو۔ میں سمجھ نہیں سکی۔"

"تو کیا ساری باتیں نہیں سُنی۔"

"نہیں تو۔"

دِپر داس خاموش رہے۔ ایک لحہ بعد بولے "عورت ذات کے اپمان کا دُکھ میرے سینے میں کھٹک رہا ہے۔ کیا تجھے پتہ نہیں۔"

کمود بھیا کے مُنہ کی طرف دیکھتی رہی۔ تھوڑی دیر بعد دِپر داس نے کہا "عورتیں زندگی بھر جو مصیبت جھیلتی ہیں میں اُسے بھول نہیں سکتا۔ بیوقوف سماج ہی اس کے لئے ذمہ دار ہے۔"

یہاں پر بھائی بہن میں تکرار ہو گئی ہے۔ کمود کو اپنے پتا سے کافی پریم تھا۔ وہ جانتی تھی کہ اُن کا دل کتنا جذباتی تھا۔ سبھی طرح کی کمی ہوتے ہوئے بھی بابو جی بڑے آدمی تھے ماں کے پتا جی کی زندگی میں جو حادثہ ہوا تھا اس میں بھی وہ بیٹے کو زیادہ قصوروار سمجھتی تھی۔

دیپرداس نے پتا کے ساتھ بہت پیار کیا تھا لیکن ماں کو بھی ہیچ نہیں سمجھا تھا۔ اسی لئے دیپرداس اُن حادثوں کو نہیں بھول سکتا جو اُن کے گھر میں ہوئے۔

"بھیا تم نے کوئی بات سُنی ہے؟"

"ہاں سُنی ہے۔ سب کچھ میں دھیرے دھیرے بتاؤں گا۔"

"مجھے ڈر لگتا ہے کہ آج کی بات چیت سے کہیں تمہاری صحت پر بُرا اثر نہ پڑے۔"

"نہیں کمود اس کا اثر بُرا نہ ہوگا۔ اتنے دنوں سے جسم بے جان سا پڑا رہا۔ اب تو جی چاہ رہا ہے کہ آخری دم تک لڑائی کرنی ہوگی۔"

"کیسی لڑائی بھیا۔"

"جس سماج نے عورت کے حقوق کا محافظ ہوتے ہوئے دھوکا دیا ہے اُس سے لڑائی کرنی ہوگی۔" اتنے میں خبر آئی کہ موتی کی ماں آئی ہے۔

موتی کی ماں کو لے کر کمودنی سونے کے کمرے میں جا بیٹھی۔ باتیں کرتے اندھیرا ہو گیا۔ چراغ جلانے کا وقت ہو گیا لیکن کمودنی نے نوکر کو چراغ جلانے سے منع کر دیا۔

کمود نے سب باتیں سُنی اور خاموش بیٹھی رہی۔

موتی کی ماں نے کہا ہائے ہمارے گھر میں بھوت آگیا ہے۔ بہو رانی تمہارا

وہاں جانا ضروری ہے کیا تم واپس جاؤ گی؟"

"کیا مجھے بلایا گیا ہے۔؟"

"نہیں، شاید بلانے تک کی یاد نہیں رہی لیکن تمہارے گئے بغیر کام نہیں بنے گا۔"

"کچھ سمجھ نہیں آرہا۔ کچھ دن پہلے بھگوان سے پرارتھنا کرتی تھی لیکن اب میرا وشواس جا تا رہا ہے۔ شروع میں تو آثار اچھے تھے لیکن انجام ٹھیک نہ رہا۔"

"تمہاری باتوں سے مجھے ڈر لگتا ہے! کیا گھر جاؤ گی ہی نہیں؟"

"یہ سوچنا مشکل ہے کہیں کبھی جاؤں گی ہی نہیں لیکن جانا بھی آسان نہیں ہے۔"

"اچھا تمہارے بھیا سے ایک بات پوچھ لوں۔ اُن کے درشن بھی ہو جائیں گے۔"

"چلو، ابھی لے چلتی ہوں۔"

موتی کی ماں دیپرداس کے کمرے میں داخل ہو کر اُن کی صورت دیکھ حیران رہ گئی۔ جیسے کہ وہ قیامت دیکھ رہی ہے۔ موتی کی ماں بیردل کو بچھو کر زمین پر بیٹھ گئی۔

دیپرداس نے جلدی سے کہا۔ "اس چوکی پر بیٹھو۔"

"نہیں، نہیں ٹھیک ہوں۔" موتی کی ماں کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ سمجھ گئی کہ بھیا کی اس حالت نے کمود نی کو دکھی بنا رکھا ہے۔

کمود نے بات شروع کرنے کے لئے کہا۔ "بھیا یہ پوچھنے آئی ہیں کہ میرے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟"

موتی کی ماں نے کہا۔ "نہیں نہیں" ہائے تو بعد میں لی جائے گی۔ میں تو درشن کرنے آئی ہوں۔"

کمود نے کہا "یہ جاننا چاہتی ہیں کہ ان کے گھر مجھے جانا چاہیئے یا نہیں؟"

دیپر داس نے کہا "وہ تو پرایا گھر ہے، وہاں کمود کیسے رہے گی؟"

"اپنے گرہستی جیون کے بغیر عورتیں نہیں رہ سکتیں۔ مردوں کا جیون طوفان کی طرح ہوتا ہے۔ لیکن عورتوں کو تو سہارا ہی چاہیئے۔"

"ایسان میں سہارا کہاں ہے؟"

"آخر کبھی نہ کبھی دن تو وہاں جانا ہی پڑے گا۔ اس کے علاوہ دوسرا راستہ بھی تو نہیں۔"

"جانا ہی پڑے گا" اس لفظ کا استعمال تو زرخرید غلام کے علاوہ اور کسی پر نہیں کیا جا سکتا۔"

"بیاہ کے ذریعے عورت کو خرید ہی لیا جاتا ہے اس کی آزادی کے راستے بند ہو جاتے ہیں۔ موت کے علاوہ کوئی طاقت اس راہ کو پار کرنے میں مدد نہیں دے سکتی۔"

دیپر داس نے کمود کے ماتھے پر ہاتھ پھیر کر کہا "ایک بات تم سے کہتا ہوں کمود۔ سمجھنے کی کوشش کرنا۔ قابلیت جس کے ظاہر کرنے کے لئے کوئی ثبوت نہیں دینا پڑتا حق حاصل کرنے میں کافی مددگار ثابت ہوتی ہے۔ یہ بات میں نے تم سے کئی بار کہی ہے۔ تو اچھی طرح جانتی ہے کہ تمہیں یہاں کوئی تکلیف نہیں۔ بنا سوچے سمجھے کسی کو بڑا سمجھ لینے میں کوئی فائدہ نہیں۔"

کمود نے سر جھکائے ہوئے کہا۔ "بھیا آپ کا مطلب ہے کہ عورت سوامی

سے بڑھ جائے!"

"میں ظلم کو برا مانتا ہوں لیکن یہ ضروری ہے کہ پتی پتنی پر ظلم نہ کرے۔
میرے کہنے کا یہ مطلب ہے۔"

"اگر ظلم کرے تو پتنی کو......!"

کمود کی بات ختم ہونے سے پہلے ہی دیپرداس نے کہا "عورت اگر ظلم
کے سامنے سر جھکا دے تو تمام عورت ذات پر ظلم ہوگا۔ اس طرح ہر عورت کی مصیبت
بڑھتی جائے گی اور ظلم کا راستہ کھلتا چلا جائے گا۔"

موتی کی ماں سے برداشت نہ ہو سکا۔ بولی "ہماری بھولانی ستی لکشمی
مائیں۔ ان کا اپمان کرنے سے ان کا اپمان نہیں ہوتا۔"

دیپرداس نے جوش میں آکر کہا "تم تو ستی لکشمی کی باتیں سوچتی ہو اور
خراب لوگ اسی بات کا بہانہ کر کے بُرے راستے پر چلتے ہیں۔ تم بُرے آدمیوں کے
بُرے انجام پر کیوں نہیں غور کرتیں!"

کمود اسی وقت اُٹھ کھڑی ہوئی اور دیپرداس کے بالوں میں انگلی پھیرتے
ہوئے بولی۔ "تم جس کو نجات اور بھلائی کہتے ہو اُس کے لئے ہم خود ہی رکاوٹ
ہیں۔ ہم مرد پر وشواس کرتی ہیں اور کسی طرح بھی اس مسئلے کو سلجھا نہیں سکتیں۔ چوٹ
سہتی ہیں اور سکھ کا احساس کرتی ہیں۔ تم جب سمجھاتے ہو تب سمجھ جاتی ہیں
لیکن غلط سمجھ لینا اور غلطی چھوڑ دینا ایک نہیں۔ ہماری ممتا لتا کی طرح
سب کو جکڑ لیتی ہے چاہے اُس میں بھلائی ہو یا بُرائی۔"

دیپرداس نے کہا "اسی لئے تو مردوں کی پوجا کرنے والی عورتوں کی کمی
نہیں۔"

کمود نے کہا "کیا کریں بھیا اگر ہتی کو دونوں ہاتھوں سے چلائے کے

لیئے ہی ہمارا جنم ہوا ہے۔ جتنی دیر ہمیں گورو کی باتیں ماننے میں لگتی ہے اتنی ہی دیر بُرائی کے سامنے سر جھکانے میں۔ جال تو ہمارے دل میں بچھا ہوا ہے پھر آزاد کون کر دے؟ اسی لیئے سوچتی ہوں کہ اگر مصیبت ہی جھیلنی ہے تو اُسے قبول کر لینا چاہیئے۔"

دینداس خاموش رہے۔ ان کی خاموشی سے کمود کو دُکھ ہونے لگا کمود جانتی ہے کہ رو لینے سے زیادہ چُپ رہنے میں تکلیف ہوتی ہے۔

گھر میں چکر لگا آنے کے بعد موتی کی ماں نے کمود سے کہا "بہورانی کیا پیر ٹھیک ہے؟"

"میں نہیں جا سکتی جب کہ انھوں نے میرے آنے کے لیئے کوئی حکم نہیں دیا۔"

موتی کی ماں کھسیا گئی۔ سسرال سے اُسے زیادہ پریم ہو ایسی تو بات نہیں پھر بھی وہاں کی کوئی بہو چھوڑ کر چلی جائے اُسے یہ بات اچھی نہ لگی۔ پتی کیسا ہی ہو گھر گرہستی کو تو اپنانا ہی ہوگا۔ یہ بات بالکل ہی ناممکن ہو تو مرنے کے سوا کوئی چارہ نہیں۔"

کمود نے ہنس کر کہا۔ "اور نہیں تو یہی سہی۔ اس میں موت کا کیا قصور؟"

موتی کی ماں نے بے چین ہو کر۔ "ایسی بات نہ کہو۔"

اتنے میں نوبن آ گیا۔ کمود کھِل اُٹھی۔ بولی "میں جانتی تھی کہ دیور جی کے آنے میں دیر تو ہو گی۔ "ان کے لیئے جل پان بھیج دوں۔" یہ کہہ کر کمود چلی گئی۔"

موتی کی ماں نے کہا "معلوم ہوتا ہے کہ کوئی خاص خبر ہے۔"

"ہاں، ہے، اسی لیئے میں نے دیر نہیں کی۔ تمہارے آنے کے بعد اچانک بھیا میرے کمرے میں آ پہنچے۔ ان کا مزاج بڑا خراب تھا۔ آج سویرے وہ آفس

جانے کے وقت مجھے شیاما کو دلیش بھیجنے کے لئے کہہ گئے۔ میں خوشی خوشی اس کام میں لگ گیا تھا۔ میں نے فیصلہ کیا تھا کہ اُن کے آفس سے آنے سے پہلے ہی یہ کام پورا کر دوں گا۔ اتنے میں بھیّا ڈیڑھ بجے اچانک میرے کمرے میں آ گئے بولے۔ "ابھی رہنے دو۔" وہ کمرے سے نکل ہی رہے تھے کہ ان کی نظر میرے میز پر رکھی بھابی کی تصویر پر پڑی۔ ٹھٹھک گئے۔ میں تاڑ گیا۔ میں نے کہا۔ "بھائی صاحب اس تصویر سے اگر ایک آئیل پینٹنگ سے تصویر بنا کر اپنی خوابگاہ میں لگا لیں تو کیا ہو گا؟"

بھیّا نے اُداس ہو کر کہا۔ "اچھا، دیکھا جائے گا۔" یہ کہہ کر وہ تصویر لے کر اُوپر کے کمرے میں چلے گئے۔ اس کے بعد کیا ہوا میں نہیں جانتا۔ جان پڑتا ہے آفس نہیں گئے۔"

"اس وقت کیا کہنے جا رہے تھے۔ کہو۔"

"میرا مقصد یہ ہے کہ بھیّا آج یا کل میں ہی بہورانی کو بلا لیں گے۔ بہورانی اتنے شوق سے اپنے بھیّا کے گھر چلی آئی ہیں اور واپس جانے کا نام ہی نہیں لیا۔ اس سے بھیّا بہت غصہ میں ہیں۔ بھیّا کی سمجھ میں یہ نہیں آ رہا ہے کہ سونے کے پنجرے سے پرندے کو لاریب نہیں ہوتا۔"

"اچھا تو ہے۔ بڑے مالک بلوا لیں۔ یہی تو ہونا چاہیے۔"

"میں چاہتا ہوں کہ بہورانی اگر بلانے سے پہلے ہی چلی جائیں تو اچھا ہو بڑے بھیّا کے عزت کی ہی فتح ہو جائے۔ اس کے علاوہ دیپرداس بھی تو چاہتے ہیں کہ بہورانی گھر لوٹ جائیں میں نے ہی منع کر دیا تھا۔"

موتی کی ماں نے نہیں بتایا کہ دیپرداس سے اُس کی کیا بات ہوئی ہے۔ اس نے کہا "دیپرداس بابو سے جا کر کہو نا۔"

"میں جا رہا ہوں، وہ سُن کر خوش ہونگے۔"

اتنے میں کمود کمرے میں داخل ہوئی۔ کہا۔ "چلو بھوجن کر لو۔"

نوین نے کہا۔ "بھوجن سے پہلے میں تمہارے بھیّا سے کچھ باتیں کرنا چاہتا ہوں۔"

"نہیں پہلے بھوجن کر لو بعد میں باتیں کر لینا۔"

بھوجن کے بعد کمود نوین کو بھیّا کے کمرے میں لے گئی۔ وہ نیم خوابی کی حالت میں پڑے تھے۔ نوین نے آکر دیپر داس کے چرنوں کو چھو کر کہا۔ "میں آپ کے آرام میں مخل نہیں ہونا چاہتا۔ میں صرف ایک بات کہنا چاہتا ہوں۔ وقت ہو گیا ہے۔ اب ہم بہو رانی کی آمد کے منتظر ہیں۔"

دیپر داس نے کچھ بھی جواب نہیں دیا۔

کچھ دیر بعد نوین بولا۔ "آپ کی اجازت ملنے پر اُن کو لے جانے کا بندوبست کر دوں گا۔"

کمود بھیّا کے قدموں کے پاس آکر بیٹھ گئی۔ دیپر داس نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "کمود اگر تو سمجھتی ہے کہ تیرے جانے کا وقت ہو گیا ہے تو تو جا۔"

کمود نے کہا۔ "نہیں بھیّا، میں نہ جاؤں گی۔" کہہ کر دیپر داس کے قدموں سے لپٹ گئی۔ کمرے میں سکوت طاری ہو گیا۔ کچھ دیر بعد کمود اُٹھ کر بولی۔ "چلو اب دیر نہ کرو، بھیّا آپ سو جایئے۔"

موتی کی ماں نے گھر لوٹ کر کہا۔ "اتنا بگڑ جانا تو اچھا نہیں۔"

"ماں، آپس میں چاہے کتنا جھگڑا بھی ہو جائے لیکن دل میں جگہ دینا تو اچھا نہیں ہے۔"

۲۳

شیاما مدھوسودن کے ساتھ تعلق ہو جانے سے معزز ہو گئی ہے۔ اس سے پہلے اس گھر میں اس کی کوئی حیثیت نہ تھی۔ اب وہ ڈانٹ ڈپٹ دے کر اپنی حیثیت جتانا چاہتی ہے۔ اسی وجہ سے نوکر چاکر اس کا مذاق اڑاتے ہیں۔ مدھوسودن اُسے چھوٹی موٹی چیزیں دے کر راضی کرتا ہے لیکن وہ بات بات پر اُچھل پڑتی ہے۔ اُس نے اپنے پھوٹے نصیب کو قبول کر لیا تھا اور تھوڑے میں بھی گزارہ کر لیتی تھی آج کچھ رُتبہ ملنے پر اُسے چین نصیب نہیں ہے۔

ایک دن شام کے وقت خواب گاہ میں آ کر اُس نے دیکھا کہ میز کے اُوپر دیوار پر کمود کی فوٹو لگی ہے۔ جو بجلی اُس پر ٹوٹنے والی ہے اُس کا یہ پیش خیمہ ہے۔ وہ تڑپ اُٹھی۔ اِس کمرے میں رہنے پر ضرور کچھ نقصان کرے گی۔ اسی ڈر سے وہ وہاں سے بھاگ گئی۔ وہ اپنے کمرے میں جا کر بستر پر لیٹ گئی۔ اور اُس نے چادر کے ٹکڑے کر دیئے۔

رات ہو گئی۔ نوکر نے باہر سے خبر دی کہ مہاراج خواب گاہ میں بُلا رہے ہیں۔ انکار کی ہمت نہ ہوئی وہ جلدی سے اُٹھ کر ہاتھ منہ دھو کر بُوٹے دار

ڈھاکے کی ساڑھی پہن کر عطر لگا کر خواب گاہ میں گئی۔ وہ اس کوشش میں تھی کہ اس کی نظر فوٹو پر نہ پڑے۔ اسی فوٹو کے ٹھیک سامنے لیمپ تھا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ساری روشنی اُس فوٹو کو روشن کر رہی ہے۔ مدھوسودن کسی ڈلائی دکان سے ایک سنہری فریم خرید لایا تھا۔ اُس نے شیاما سے کہا "اسے لو۔"

شیاما نے دھیرے سے کاغذ کھول کر پوچھا۔ "کیا ہوگا؟"

مدھوسودن نے کہا "جانتی نہیں ہو اس میں فوٹو رکھی جاتی ہے۔"

شیاما کے سینے میں جیسے کسی نے چھرا گھونپ دیا۔ بولی "کس کی فوٹو رکھیں گے؟"

"تمہاری اور اپنی۔ اُس دن جو فوٹو کھینچی گئی تھی۔"

"مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے۔" کہہ کر اس نے فریم کو میز پر ٹپک دیا۔

مدھوسودن نے حیرت سے کہا "اس کا کیا مطلب ہے؟"

"اس کا کچھ مطلب نہیں ہے۔" کہہ کر وہ منہ پہ ہاتھ رکھ کر رو پڑی۔ اس کے بعد وہ بستر سے زمین پر اُتر کر سر پٹخنے لگی۔ مدھوسودن نے سمجھا کہ شیاما کو کم قیمت کی چیز پسند نہیں آئی۔ وہ کوئی قیمتی گہنا چاہتی ہے۔ دن بھر آفس میں کام کرنے کے بعد اسے یہ فساد اچھا نہیں لگا۔ اس نے ڈانٹ کر کہا "ایسا کبھی نہیں ہو سکتا۔"

مدھوسودن شیاما کو پوری طرح جانتا ہے۔ اُسے یقین تھا کہ کچھ ہی دیر بعد وہ لوٹ کر قدموں میں گر کر معافی مانگے گی۔ اس وقت کچھ سخت باتیں سُنا دوں گا۔

دس بج گئے۔ شیاما نہیں آئی۔ اُس کے کمرے کے دروازے پہ ایک پالہ اندر آواز دی گئی۔

"بھابی جی نے بلایا ہے۔"

شیاما نے کہا۔ "بھابی جی سے کہو، میں بیمار ہوں۔"

مدھوسودن نے سوچا۔ بخار تو کم نہیں۔ حکم دینے پر بھی نہیں آئی۔ اس نے سمجھا کچھ دیر میں آئے گی۔ لیکن نہیں آئی۔ گیارہ بجنے میں پندرہ منٹ باقی تھے مدھوسودن خود شیاما کے کمرے میں گیا۔ وہاں اندھیرا تھا۔ دیکھا شیاما زمین پر پڑی ہے۔ مدھوسودن سمجھا کہ خوشامد کرانا چاہتی ہے۔ اس نے گرج کر کہا "میں کہتا ہوں اٹھ کر چلی آؤ۔ اٹھو جلدی آؤ۔"

شیاما بنا کچھ کہے اٹھ کر چلی آئی۔

دوسرے دن آفس جانے سے پہلے خواب گاہ میں آکر مدھوسودن نے دیکھا کہ فوٹو غائب ہے۔ دوسرے دنوں کی طرح شیاما پان لے کر موجود نہیں ہے۔ اُسے بلایا گیا۔ صاف نظر آتا تھا کہ وہ کچھ ہچکچا رہی ہے۔ مدھوسودن نے پوچھا۔ "میز پر فوٹو تھی، کہاں گئی؟"

شیاما نے حیرت کا اظہار کرتے ہوئے کہا "فوٹو! کس کا فوٹو؟"

مدھوسودن نے غصے میں کہا۔ "فوٹو دیکھی نہیں؟"

شیاما نے بھولپن سے کہا "نہیں میں نے تو نہیں دیکھا۔"

مدھوسودن گرج اٹھا "جھوٹ بول رہی ہو"

"جھوٹ کیوں بولوں گی۔ فوٹو لے کر میں کیا کروں گی؟"

مدھوسودن نے نوکر کو پکارا۔ کہا۔ "منجھلے بابو کو بلا لاؤ۔"

نوبین آیا۔ مدھوسودن نے کہا "بڑی بہو کو بلا لاؤ۔"

شیاما منہ پھیر کر مورت بنی بیٹھی رہی۔

نوبین نے سر کھجلاتے ہوئے کہا "بھیا کیا آپ کا ایک بار خود وہاں جانا

مناسب نہ ہوگا۔ اگر آپ ایک بار خود جاکر کہیں تو بہُو رانی خوش ہوں گی۔"
مدھوسودن نے حقّہ کا کش لے کر کہا۔" اچھا، کل اتوار ہے۔ میں کل جاؤں گا۔"

نوین نے موتی کی ماں کو آکر بتایا۔ موتی کی ماں نے کہا۔" اچھا نہ ہوگا۔ میں نے دپرداس بابو کا جیسے ارادہ دیکھا ہے اس سے جان پڑتا ہے۔ کہ وہ نامعلوم کیا جواب دیں گے۔ آخر جھگڑا ہو جائے گا۔ ایسا کام کیوں کیا؟"

" پہلی وجہ ہے کہ عقل کا نقدان تھا، تم وہاں پر نہیں تھیں۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ بہورانی نے اُس دن جب کہا کہ میں نہ جاؤں گی تب میں نے اس کے دل کی بات سمجھ لی تھی۔ اُس کے بھیا بیمار ہو کر کلکتے آئے تب بھی مہاراج کبھی دن انہیں دیکھنے نہیں گئے۔ یہ اپمان اُن کے دل میں سب سے زیادہ کھٹک رہا تھا۔

یہ سُن کر موتی کی ماں چونک اُٹھی۔ یہ بات پہلے ہی کیوں نہیں سوجھی۔

اس دن سویرے کمود اپنے بھیا کے پاس بیٹھ کر بہت دیر تک گاتی بجاتی رہی۔ اُسی وقت خبر ملی۔ مہاراج مدھوسودن آئے ہیں۔

پل بھر میں کمود کا چہرہ پھیکا پڑ گیا، یہ دیکھ کر دپرداس کو گہری چوٹ لگی۔ وہ بولے۔" کمود تو گھر کے اندر چلی جا! شاید تیری ضرورت نہ پڑیگی"

کمود جلدی سے چلی گئی۔ مدھوسودن بنا اطلاع دیئے اپنی مرضی سے آیا ہے۔

مدھوسودن کا عجیب لباس دیکھ کر نوکر چاکر ڈر گئے۔ دھاری دار ولایتی قمیض کے اُوپر ایک رنگین بوٹی دار واسکٹ ہے۔ کندھے پر ٹسّے کی ہوئی چادر ہے۔ بڑی محنت سے چُنی ہوئی کالے کنارے والی شانتی پوری دھوتی ہے۔ پالش کئے ہوئے جُوتے ہیں، انگوٹھیاں بڑے بڑے ہیرے والی، دریچے سے

جھل مل کر رہی ہیں۔ گھڑی کی سونے کی موٹی زنجیر پیٹ تک لٹک رہی ہے ہاتھ میں ایک خوبصورت چھڑی ہے جس کی ہتھی ہاتھی کے سر کی طرح ہے۔ اور اس میں کئی جواہرات جگمگا رہے ہیں۔ نمسکار لفظ کا ہلکا سا استعمال کر کے وہ پلنگ کے نزدیک والی کرسی پر بیٹھ کر بولا "کیسے ہیں دیپ داس بابو، صحت تو اتنی اچھی دکھائی نہیں دیتی۔"

دیپ داس نے اس کا کچھ بھی جواب نہ دے کر کہا "میں دیکھ رہا ہوں کہ تمہاری صحت اچھی ہے۔"

"یہ تو نہیں کہا جا سکتا کہ بہت اچھی ہے۔ شام کے وقت سر بھاری ہو جاتا ہے اور بھوک بھی نہیں لگتی۔ کھانے پینے میں ذرا بھی بے قاعدگی برداشت نہیں ہوتی کبھی کبھی نیند بھی نہیں آتی۔" اس تمہید کے یہ معنی تھے کہ ان کی خدمت کے لئے ہمیشہ ایک شخص کی ضرورت ہے۔

دیپ داس نے کہا "جان پڑتا ہے کہ آفس کے کام میں زیادہ محنت کرنی پڑتی ہے۔"

"ایسی بات تو نہیں ہیملٹن صاحب کے اوپر ہی آفس کی ذمہ داری ہے مسٹر آرتھر میرڈ بھی میری بہت مدد کرتے ہیں۔"

حقہ آ گیا۔ پان کی طشتری میں پان اور مسالہ لئے نوکر آ کر کھڑا ہو گیا۔ اس نے اس میں سے ایک الائچی لے کر منہ میں رکھ لی اور کچھ بھی نہیں لیا۔ حقہ کے دو تین کش لئے اور اس کی نلی کو بھی گود میں رکھ لیا۔ اس کے بعد وہ نلی گود میں ہی پڑی رہی اس کا استعمال نہیں ہوا۔ اندر سے خبر آئی کہ جل پان تیار ہے۔ مدھوسودن نے کہا "میں تو جل پان نہ کر سکوں گا۔ میں نے تو پہلے ہی کہا ہے کہ کھانے پینے کے معاملے میں بڑی احتیاط کرتا ہوں۔"

ڈیپرداس نے دوبارہ زور نہیں دیا۔ انہوں نے نوکر سے کہا " بہوجی سے کہہ دو کہ طبیعت ٹھیک نہیں ہے اس لئے نہیں کھا سکیں گے۔"

ڈیپرداس خاموش ہو گئے۔ مدھوسودن کو امید تھی کہ وہ پھر کمود کی بات چلا بیٹھیں گے۔ لیکن انہوں نے کمود کا نام بھی نہیں لیا۔ مدھوسودن کے دل میں دھیرے دھیرے غصے کی آگ سی جلنے لگی۔ اس نے سوچا کہ میں نے آکر بڑی غلطی کی۔ یہ سب نوین کی چال لگتی ہے۔ ذرا سا بہانہ کر نوین کو ڈانٹنے کے لئے ان کا دل چھٹپٹانے لگا۔ اسی وقت پتلے کالے کنارے کی معمولی ساڑھی پہنے گھونگھٹ نکالے کمود کمرے میں آئی۔

ڈیپرداس کو اس کی امید نہ تھی۔ وہ حیران ہو گیا جیسے سوالی اور جلدی میں بھیا کے چہرے کو چھپ کر کمود نے مدھوسودن کو کہا " بھیا کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔ ان سے زیادہ باتیں کرنے کے لئے ڈاکٹر نے منع کیا ہے۔ آپ بغل کے کمرے میں آ جائیے۔"

مدھوسودن کا چہرہ لال ہو گیا۔ وہ جلدی سے کرسی پر سے اٹھ بیٹھا جیسے کمنی کی چوٹ سے زمین پر گر پڑی۔ ڈیپرداس کی طرف دیکھ کر اس نے کہا " اچھا آ رہا ہوں۔"

پہلے ان کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ گاڑی پر بیٹھ کر گھر چلا جائے لیکن اس کے قدم رک سے گئے۔ اس نے کمودنی کو بہت دنوں کے بعد دیکھا ہے اس سادے لباس میں وہ بہت حسین نظر آ رہی تھی۔ مدھوسودن کے محل میں وہ سجی دھجی ہوئی تھی جیسے کہ باہر کی عورت ہو۔ یہاں وہ ایک دم گھر کی حقیقی عورت سی ہے۔ مدھوسودن کی خواہش ہوئی کہ ایک پل کی بھی دیر کئے بغیر اسے ساتھ لے چلے۔ بغل والے کمرے میں جب کمود نے اسے کرسی پر بیٹھنے کے لئے کہا تب اسے بیٹھنا ہی پڑا۔ کمود اس کی کرسی کے پیچھے اس کی پشت پہ ہاتھ رکھ کر کھڑی ہو گئی۔ وہ بولی " آپ مجھ سے کچھ کہنا چاہتے ہیں؟"

مدھوسودن کو سوال کرنے کا انداز اچھا نہیں لگا۔ اُس نے پوچھا ــ "
گھر نہ چلوگی ــ ؟ "

" نہیں "

مدھوسودن چونک اُٹھا۔ بولا ــ " یہ کیسی بات کہہ رہی ہو ؟ "

" نہیں تو میری ضرورت نہیں ہے ــ "

مدھوسودن سمجھ گیا کہ شیاما کی خبر یہاں تک پہنچ گئی ہے۔ اسی لئے نخرہ کر رہی ہے۔ وہ نخرہ اُسے اچھا نہیں لگا۔ بولا ــ " تم کیسی باتیں کرتی ہو، ضرورت کیوں نہیں ، کیا سُونا گھر اچھا لگتا ہے ؟ "

کمو نے مختصر سا جواب دیا۔ " میں نہیں جاؤں گی ــ "

" اس کا کیا مطلب ہے ؟ بہو اپنے گھر جائے گی ہی نہیں ؟ "

" نہیں ــ "

مدھوسودن کرسی سے اُٹھ کر بولا ــ " کیوں نہ جائے گی ؟ جانا ہی پڑیگا "

کمو نے کچھ جواب نہیں دیا۔ مدھوسودن نے کہا ــ " جانتی نہیں ، تمہیں پولیس کے ذریعے میں اُٹھا کر لے جا سکتا ہوں ــ "

کمو خاموش رہی۔ مدھوسودن گرج کر بولا ــ " بھیّا کے اسکول میں تو سرگری تعلیم بھر لینے لگی ہے ؟ "

کمو نے بھیّا کے کمرے کی طرف دیکھ کر کہا ــ " چُپ رہو ، اتنا چلّا کر مت بولو ــ "

" کیا تمہارے بھیّا سے ڈر کر بولنا پڑے گا ؟ جانتی ہو میں پل بھر میں انہیں گھر سے نکال کر راستے میں کھڑا کر سکتا ہوں ــ "

کمو نے دیکھا کہ بھیّا دروازے کے پاس آکر کھڑے ہو گئے ہیں۔ دونوں

آنکھوں سے شعلے نکل رہے ہیں۔ ایک موٹی چادر جسم کو ڈھکے ہوئے زمین پر
ٹھک رہی ہے۔ کمود کو پکار کر کہا "کمود آ، میرے کمرے میں چلی آ۔"

مدھوسودن چلا اُٹھا "تمہارا یہ غرور میں دیکھ لوں گا۔ تمہارے نور نگر
کے نور کو بھسم نہیں کیا تو میرا نام مدھوسودن نہیں۔"

کمرے میں جا کر وپرداس لیٹ گئے۔ کمود سرہانے بیٹھ کر پنکھا کرنے لگی۔"

وپرداس نے کچھ دیر بعد کہا "کمود جاؤ کھانا کھا لو۔"

تھوڑی دیر بعد کالو وپرداس کے پاس آیا۔ وپرداس تکیے کے سہارے
بیٹھ گئے۔ کالو نے کہا۔ "داماد آئے اور تھوڑی دیر میں ہی چلے گئے۔ کیا کمود
کی رخصتی کے بارے میں کوئی بات ہوئی!"

"ہاں کہا تھا۔ کمود نے جواب دیا کہ وہ نہیں جائے گی۔"

کالو بہت ڈر کر بولا۔ " بھیا کیسی بات کہتے ہو! یہ تو بربادی کی بات
ہے۔"

"ہم لوگ بربادی سے نہیں ڈرتے بے عزتی سے ڈرتے ہیں۔"

"تب تو تیار ہو جائیے اب دیر نہیں ہے۔ جو تمہارے خون میں ہے جائے کیسے۔"

وپرداس کچھ دیر سوچنے کے بعد بولے۔ "معاہدے کے مطابق مدھوسودن
پھر مہینے کا نوٹس دیے بغیر کچھ بھی نہیں کر سکتا۔ اسی دوران میں سبودھ اساڑھ کے
ماہ میں آجائے گا۔ تب سبیل نکل آئے گی۔"

"سبیل تو نکل آئے گی۔ سبھی بتیاں ایک ساتھ بجھ جائیں لیکن اب تو وہ دھیرے
دھیرے ایک ایک کر کے بجھیں گی۔"

"اب بتیاں ایکا دم پنکھے کے خانے میں آکر جل رہی ہیں۔ فراش آکر انہیں
پھونک مار کر بجھا دے گا۔ اب کسے زیادہ پریشانی اُٹھانے کی ضرورت نہیں۔"

کاؤ کے دل کو بہت تکلیف پہنچی۔ اس نے سوچا کہ مرض نے دیپرداس کو مایوس کر دیا ہے۔ کاؤ نے دیپرداس کی طرف دیکھ کر کہا۔ "بھیا تم فکر نہ کرو۔ جو کچھ کرنا ہے میں کر لوں گا۔ میں ایک دلال کے ہاں ہو آؤں۔"

دوسرے دن دیپرداس کے پاس مدھوسودن کا ایک انگریزی زبان میں لکھا خط آیا۔ اس کی عبارت عدالتی تھی۔ صاف طور سے لکھا ہوا تھا کہ وہ جاننا چاہتا ہے کہ کمود اس کے ہاں لوٹ کر آئے گی۔ یا نہیں۔ یہ تپہ لگنے پر ضروری کارروائی کی جائے گی۔

دیپرداس نے کمود سے پوچھا۔ "کمود اچھی طرح سوچ لیا نا؟"

"میں نے سب فکر دُور کر دیئے ہیں۔ اسی لیے آج میرے دل کو چین نصیب ہو گیا ہے۔ میں جیسے پہلے یہاں رہتی تھی ویسے ہی اب رہوں گی بیچ کے عرصے میں جو ہوا ہے وہ سب خواب تھا۔"

"اگر تجھے زبردستی لے جانے کی کوشش کی جائے تو کیا اس کا سامنا کر سکے گی؟"

"اگر آپ کو نقصان نہ پہنچ سکا تو میں اچھی طرح سامنا کر سکوں گی۔"

"سماج اور قانون کے زور پر وہ نقصان پہنچانے کی کوشش کریں گے ان کا مقابلہ کرنے میں شرم اور خوف کا تیاگ کرنا ہوگا۔ بدنامی کے طوفان میں بھی تمہیں سر اٹھا کر کھڑا ہونا ہوگا۔"

"بھیا جس میں آپ کو نقصان ہو میں ایسا نہ ہونے دوں گی۔"

"میں نے شروع سے خود تمہیں تعلیم دی ہے۔ اگر تم دوسری عورتوں کی طرح ہوتی تو تمہیں کہیں رکاوٹ نہ ہوتی۔ آج جس جگہ پہ تیری آزادی کی کوئی قیمت نہیں۔ عزت نہیں ہے، وہاں پہ تو تیرے لیے دوزخ ہے۔ میں تجھے وہاں

کیسے جانے دوں۔ اگر تو میرا چھوٹا بھائی ہوتی تو جیسے بھی ہوتا زندگی بھر یہیں رہنا ہوتا۔"

بھیا کی چھاتی کے پاس سر رکھ کر کمود نے منہ پھیر کر کہا "یہ ٹھیک ہے لیکن میں آپ لوگوں پہ بوجھ بن کر تو نہ رہوں گی۔"

کمود کے سر پہ ہاتھ پھیرتے ہوئے ڈپردا س نے کہا۔ "بوجھ کیوں ہو گی بہن! میں تجھے سب کچھ سونپ دوں گا۔ اپنا سب کام تیرے حوالے کر دوں گا۔ میری باگ تیرے ہاتھ میں رہے گی۔ اس کے علاوہ تو جانتی ہے کہ مجھے تعلیم دینے کا شوق ہے۔ تجھ جیسا طالب علم مجھے کہاں ملے گا؟"

کمود کا دل کھل اٹھا۔ کچھ دیر بعد ڈپردا س نے کہا "بہت جلد ہمارا وقت بدلے گا اور ہمارا رہن سہن بھی بدل جائے گا۔ ہم لوگوں کو غریب بن رہنا پڑے گا۔ اس وقت تم غریبوں کا فخر بن کر رہو گی۔"

کمود کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ وہ بولی۔ "اگر میرا نصیب ایسا ہوا تو مجھے خوشی ہو گی۔"

ڈپردا س نے مدھوسودن کا خط رکھ دیا، اس کا کچھ بھی جواب نہیں دیا۔

~~~
~~~

۲۴

دو دن بعد ہی نوین موتی کی ماں اور بابلو کے ساتھ آ پہنچا۔ بابلو رونے لگا کمود نے بابلو کو سینے سے لگا کر کہا "گوپال یہ دُنیا بڑی بے رحم ہے۔ یہاں رونے کی اچھا نہیں ہے میں رونے کے ساتھ رونا سِٹانا چاہوں تو اس کے لئے میرے پاس طاقت نہیں ہے۔ بیٹا جو اپنے کو پریم دیتا ہے وہ اس سے زیادہ کچھ بھی نہیں دے سکتا وہی پریم تمہیں ملتا ہے۔ بڑی ماں بہت دن تک نہیں رہیں گی۔ لیکن یہ بات یاد رکھنا " یہ کہہ کر کمود نے اُسے چوم لیا۔

نوین نے کہا "بھوُرانی! ہم لوگ رجیب پور جا رہے ہیں۔ یہاں کا کام ختم ہو گیا۔"

کمود نے بے قرار ہو کر کہا "میں بدنصیب آکر تمہاری مصیبت کا سبب بنی۔"

"بات اس کے بالکل برعکس ہے۔ بہت دنوں سے جانے کی خواہش تھی تمہارے آنے سے ارادہ بدل گیا لیکن بھگوان سے یہ دیکھا نہیں گیا مجھے پتہ چلا ہے کہ مدھو سودن نے اس دن گھر آکر بڑا شور مچایا۔" نوین چاہے کچھ کہے لیکن موتی کی ماں کو یقین ہے کہ اُن کی مصیبت کا سبب کمود نی ہی ہے۔ موتی کی ماں نے کہا "کیا تم نے فیصلہ کیا ہے کہ سسرال کبھی نہیں جاؤ گی؟"

"ہاں میں نہیں جاؤں گی۔"

"تب تمہاری مُکتی کہاں ہے؟"

"یہ دنیا بہت بڑی ہے۔ جیون میں بہت کچھ بگڑ تا ہے پھر بھی کچھ باقی رہ جاتا ہے"
کمود سمجھ گئی کہ موتی کی ماں کا دل اس کی طرف سے بہت کچھ بدل گیا ہے۔ اس
نے نوین سے پوچھا "دیور جی! اب کیا کریں گے؟"

"ندی کنارے کچھ زمین ہے۔ اس سے روکھا سوکھا کچھ مل ہی جائے گا۔"

موتی کی ماں بول اٹھی "ابھی اس کے لئے ہمیں فکر نہ کرنا ہوگا۔ مرزا پور
کے مکان پر ہمارا ابھی حق ہے۔ بیٹے مالک کچھ دن بعد خود ہی بلائیں گے۔ تو ہم
لوگ واپس آ جائیں گے۔ تب تک صبر کرنا ہوگا۔"

نوین قدرے اداس ہو کر بولا "میں یہ جانتا ہوں مگر ہم اس بات
پر فخر نہیں کر سکتے۔ اگر دوسرے جنم میں عزت کی جگہ ملے تو فاقہ مستی کو بھی قبول کرنا
مجھے منظور ہے۔"

خبر آئی ڈاکٹر آئے ہیں۔ کمود نے کہا "ذرا ٹھہریئے میں دیکھ آؤں کہ ڈاکٹر کیا
کہتے ہیں۔"

ڈاکٹر نے کمود سے کہا کہ نبض اور خراب ہو گئی ہے معلوم ہوتا ہے انہیں آرام
نہیں ملا۔"

کمود نئی مہمانوں کے پاس آ رہی تھی کہ کالو نے آ کر کہا "معاملہ بہت الجھ رہا ہے
اگر تم ابھی سسرال نہ چلی گئیں تو معاملہ اور بھی بگڑ جائے گا مجھے تو کوئی راستہ دکھائی
نہیں دیتا۔"

کمود خاموش کھڑی رہی۔ کالو نے کہا "تمہارے سوامی کا تقاضہ آیا ہے اسے
منع کرنے کی طاقت ہم لوگوں میں نہیں۔ ہم اس کے قبضے میں ہیں۔"

کمود برآمدے کی ریلنگ پکڑ کر بولی "میں کچھ سمجھ نہیں رہی ہوں کالو بھیا!
جان پڑتا ہے کہ موت کے سوا میرے لئے اور کوئی راستہ نہیں رہ گیا۔" یہ کہہ کر کمودنی

تیزی سے چلی گئی۔

جس وقت کمودنی مجیلا کے کمرے میں تھی اس وقت کیما بُوا کے ساتھ موتی کی ماں کی کچھ باتیں ہوئیں۔ دونوں ایک نتیجے پر پہنچیں کہ کمودنی گربھ وتی ہے۔ موتی کی ماں کھِل اُٹھی۔ اس نے سوچا کہ اگر بات سچی ہو گئی تو رسّی میں گانٹھ پڑ جائے گی۔ اب بھاگنے کا راستہ نہیں۔"

موتی کی ماں کمود کو تنکلے میں لے گئی اور اس کے کان میں اپنا شبہ بتا دیا کمود کا چہرہ اُداس ہو گیا۔ وہ ہاتھ کی مٹھی بھینچ کر بولی۔ "نہیں نہیں ایسا کبھی نہیں ہو سکتا۔"

موتی کی ماں نے تیز ہو کر کہا "کیوں نہیں ہو سکتا بہن، ! تم چاہے کتنے بڑے گھر کی ہو لیکن تمہارے لئے دُنیا کا اصول اُلٹا تو نہیں ہو سکتا۔"

کمود نے بیقرار ہو کر کہا۔ "تم نے کس طرح یقین سے سمجھ لیا ہے!"

موتی کی ماں کو بہت غصہ آیا۔ وہ سنبھل کر بولی "میں لڑکوں کی ماں ہوں، میں نہ سمجھوں گی تو دُوسرا کون سمجھے گا! تو بھی ایک دم یقین سے کہنے کا وقت نہیں کسی دائی سے معائنہ کرا لینا بہتر ہے۔"

نوین، موتی کی ماں اور بہو کے جانے کا وقت ہو گیا لیکن آج اس طرف دھیان دینے کی بجائے وہ کسی اور خیال میں مگن تھی۔ اسی لئے اُس نے سُسرال کے رشتہ داروں کو معمولی طریقے سے رُخصت کر دیا۔ جاتے وقت نوین نے کہا "بہو رانی دُنیا میں سب باتوں کی انتہا ہوتی ہے لیکن تمہاری خدمت کا حق جو مجھے حاصل ہوا تھا وہ کسی دن اس طرح ختم ہو جائے اس کا مجھے خواب میں بھی خیال نہیں تھا۔ پھر ملوں گا۔" نوین نے پرنام کیا۔ ماں کو دھیرے دھیرے سسکنے لگا۔ موتی کی ماں کا رویہ سخت ہو گیا۔ اُس نے ایک لفظ بھی نہ کہا۔

خبر دیپرداس کے کان میں پہنچی۔ خانی بلائی گئی۔ اب شک نہیں رہا کہ کمود گربھوتی ہے۔ مدھوسودن کے کان میں بھی یہ بات پہنچی۔ مدھوسودن نے دولت کی خواہش کی تھی دولت بہت ملی۔ دولت کے ساتھ خطاب بھی مل گیا۔ اب اپنی اولاد سے ہی اپنے خاندان کا نام قائم رکھ سکتے ہے۔ اس کا دل جتنا خوش ہوا غصے اتنا ہی قصور دیپرداس کے سر پر ڈال دیا۔ اس نے ایک دوسرا خط لکھا جس میں دیپرداس کو دھمکی دی گئی۔ دیپرداس نے خط کمو کو دکھایا۔ اس کا منہ لال ہو اٹھا۔ اس نے کہا۔ "ایسے خطوط دیکھ کر ہلتے بھیا عام آدمی کا بھی خون گرم ہو سکتا ہے۔ اور خواہش ہوتی ہے کہ کوتوال کو بلا کر حکم دیں کہ سر اتار دو۔"

دن میں پڑھنے لکھنے کے کاموں سے فارغ ہو کر دیپرداس نے شام کے وقت کمودنی کو بلا بھیجا۔ آج کمودنی دن بھر دیپرداس کے قریب نہیں آئی۔

دیپرداس بستر سے اٹھ کر کرسی پہ بیٹھ گئے۔ مریضوں کی طرح لیٹے لیٹے سے دل کمزور رہتا ہے۔ کمود دیپرداس کے قریب کرسی پہ بیٹھ کر بولی "بھیا مجھے ذرا بھی اچھا نہیں لگ رہا ہے۔ میری کہیں جانے کی خواہش ہو رہی ہے"

دیپرداس نے کہا۔ "کمود، تو بھول رہی ہے تجھے اچھا لگے گا اور کچھ دنوں میں دل ٹھہر جائے گا۔"

"لیکن تب تو —" کہہ کر کمود رک گئی۔

"اسے میں جانتا ہوں — اس وقت تیرا بندھن کون کاٹے گا؟"

"تو کیا جانا ہوگا بھیا؟"

"میں تمہیں منع کر سکوں ایسا حق اب مجھے نہیں ہے۔ تیری سنتان سے اس کا اپنا گھر کیسے چھڑا سکتا ہوں۔"

کمود دیر تک خاموش بیٹھی رہی۔ دیپرداس بھی کچھ نہیں بولے۔

آخر کمود نے نہائیت میٹھی آواز میں کہا "تو کب جانا ہوگا بھیا؟"

"کل ہی، زیادہ دیر کی ضرورت نہیں ہے۔"

"بھیا! شاید آپ یہ سمجھ گئے ہوں گے کہ اس بار جانے پر وہ لوگ مجھے پھر یہاں نہ آنے دیں گے۔"

"میں اچھی طرح سمجھتا ہوں۔"

"اچھا، ایسا ہی ہوگا۔ لیکن میری آپ سے ایک درخواست ہے کہ کبھی بھی دھوکے سے اُن کے گھر نہ جائیے گا۔ میں سمجھتی ہوں کہ آپ کو دیکھنے کے لئے میرا دل بیقرار ہوگا۔ لیکن اُن کے گھر میں آپ کو کبھی نہیں دیکھنا چاہتی۔"

"نہیں کمود، اس کے لئے تمہیں فکر نہ کرنا پڑے گی۔"

"وہ لوگ تمہیں مصیبت میں ڈالنے کی کوشش کریں گے۔"

"اُن کے سپرد کر دینے پر ہمارے اوپر اُن کا زور بھی ختم ہو جائے گا۔ تب میں آزاد ہو جاؤں گا۔ لیے کو مصیبت سمجھتی ہے۔"

"تب آپ مجھے بھی آزاد کرا لیجئے گا۔ تب تک میں اُن کے لڑکے کو انہیں سونپ دوں گی۔ وہ لیتی بھی کوئی چیز ہے جو لڑکے کے لئے بھی کھوئی نہیں جا سکتی بھیا۔"

"اچھا پہلے لڑکا ہونے دو۔ اس کے بعد دیکھا جائے گا۔"

"تم یقین نہیں کرو گے لیکن ماں کی بات آپ کو یاد ہے؟ اُن کی تو خواہش موت تھی۔ اس وقت انہیں دنیا میں جگہ نہیں مل رہی تھی۔ اس لئے وہ لڑکے لڑکیوں کو چھوڑ کر چلی گئیں۔ جب انسان آزادی چاہتا ہے تو اُسے دنیا میں کوئی بھی طاقت نہیں روک سکتی۔ میں آپ کی بہن ہوں۔ میں آزادی چاہتی ہوں۔ اس دن یہ بندھن ٹوٹے گا تب ماں مجھے ایشور دان دیں گی۔"

دونوں پھر کچھ دیر تک خاموش رہے۔ اچانک آندھی سی اُٹھی، دیپ داس
کی میز پر پڑی کتابوں کے اوراق پھڑپھڑانے لگے۔

کمود نے کہا۔ "ان لوگوں نے مجھے جان بوجھ کر دُکھ نہیں دیا۔ میرا
وجود ہی ایسے ہوا ہے کہ وہ لوگ مجھے سُکھی نہیں بنا سکتے اور میں بھی اُنہیں
سُکھی نہیں بنا سکتی۔ تب یہ فساد کیوں۔ سارا قصور میں اپنے سر ہی پہ لے
لوں گی، ان لوگوں پر کوئی کلنک نہ لگے گا۔ میں اُن کی بڑی بہو ہوں۔ اگر
میں کمود نہیں ہی تو اس کا مطلب ہی کیا ہے۔ بھیّا آپ دیوتا پر وشواس
نہیں کرتے لیکن میں تو کرتی ہوں۔ میں آج دن بھر یہی سوچتی رہی کہ چاروں
طرف اتنی گڑبڑ ہے تو بھی اس چکر نے دنیا کو ڈھک کیوں نہیں لیا۔ ان
سب کو چھوڑ کر بھی چاند اور سورج کے ذریعے دنیا کا سارا کام چل رہا ہے
وہی جس جگہ کو چھوڑ گیا ہے وہی پر جنت ہے، وہیں پر میرے دیوتا، آپ
سے یہ کہتے ہوئے شرم محسوس ہوتی ہے۔ لیکن اب تو کبھی کہنے کا موقع نہیں ملے گا
۔ اسی لیے میں آج کہہ ہی رہی ہوں نہیں تو آپ میرے لئے بیکار فکرمند ہوں گے۔
وہ ہی میرے دیوتا ہیں۔ اگر میں ایسا سمجھتی تو ہمیں تمہارے قدموں میں ابھی
جان دیتی۔ اس قید خانے میں گھٹنے کے لئے تیار نہ ہوتی۔" یہ کہہ کر کمود
بھیّا کے قدموں پہ سر رکھ کر پڑی رہی۔

۲۵

دوسرے دن ویپرداس نے کمود کو بلوایا۔ کمود نے آکر دیکھا کہ ویپرداس بستر پر بیٹھے ہیں۔ ایک ستار ان کی گود میں تھی اور ایک ان کی بغل میں۔ اُنھوں نے کمود سے کہا، ستار لے لو، ہم دونوں مل کر بجائیں۔ دونوں نے مل کر بھیردی راگ چھیڑ دیا آخر اس راگ کو ختم کرتے ہوئے ویپرداس نے کہا۔ "کمود تو کیا سمجھتی ہے کہ میرا کوئی دھرم نہیں۔ میں اپنے دھرم کو الفاظ میں بیان نہیں کر سکتا۔ سنگیت میں کرتا ہوں۔ کمود تو آج جا رہی ہے شاید اب ملاقات نہ ہو سکے۔ آج میں تمہیں صبح سویرے ہی انجانوں کے پاس پہنچانے کے لئے چلا آیا ہوں۔

کہا تو نے ناٹک شکنتلا پڑھا ہے۔ جب شکنتلا دشینت کے گھر جانے کے لئے نکلی تھی تو کنور نے اُسے کچھ دور تک پہنچانے کے لئے جانا تھا۔ وہ جس دنیا میں اُسے پہنچانے جا رہے تھے وہاں دکھ سے تھے مگر شکنتلا دکھی نہیں تھی۔

میں تجھے لے جا تو رہا ہوں لیکن میرا آشیرواد دیتا ہوں، کہ جس طرح بھیروی راگ نے ہمیں سکون بخشا وہ سکوں ہمیشہ تیری تقدیر بنا رہے۔ کمود خاموش رہی۔ اس نے دیپرداس کے قدموں پر سر رکھ دیا اور پرنام کیا اور بولی۔ "میں آپ کے لئے چائے لاتی ہوں۔"

مدھوسودن نے آج جیوتشی کو بلا کر سفر کی نیک ساعت نکلوالی تھی۔ دس بجے کا وقت مقرر ہوا تھا۔ مقررہ وقت پر پالکی دروازے پر آ کھڑی ہوئی۔ کمود کو دھوم دھام سے مرزاپور لے جایا گیا۔

نوکر بادے کا پیالہ لے کر دیپرداس کے کمرے میں آیا۔ وہ بستر پر نہیں تھا۔ وہ کھڑکی کے سامنے کرسی پر بیٹھے تھے انہوں نے بادے کے پیالے کی طرف توجہ نہیں کی۔ نوکر واپس چلا گیا۔ اتنے میں کھیما بوا اندر آئی اور بولی۔ "دیپرداس وقت ہو گیا۔"

کھیما دیپرداس کو کمود کی رخصتی کے متعلق بتانا چاہتی تھی مگر اس نے دیکھا کہ دیپرداس کی نگاہوں میں ویرانی چھائی ہوئی ہے۔ دیپرداس نے کہا۔ "بوا کالو کو بھیج دو۔" اس کے لہجے کی

افسردگی محسوس کر کے بوا کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔

دیپرداس نے کالو کے آنے پر اُسے سبودھ کا خط دے دیا۔ جس میں لکھا تھا کہ وہ بیرسٹری کی تعلیم مکمل کر ایک دو ماہ میں لوٹ آئے گا۔ اُسے یقین ہے کہ تب تک قرضے کی بات ٹلی رہیگی۔

آج کالو قرضے کی کوئی بات کر کے دیپرداس کو تکلیف نہیں پہنچانا چاہتا تھا۔

کالو نے کہا۔ "آپ کوئی فکر نہ کریں۔"

دیپرداس نے کہا۔ "مجھے کوئی فکر نہیں ہے کالو۔"

دیپرداس اخبار پڑھنے میں مصروف ہو گئے۔ آج خلافِ معمول کالو وہیں کھڑا رہا۔

اُس نے کہا۔ "کیا کھڑکی بند کر دوں۔ دھوپ آ رہی ہے۔"

دیپرداس نے ہاتھ ہلا کر منع کر دیا۔

کالو اس پر بھی وہیں بیٹھا رہا۔ وہ سوچ رہا تھا۔ آج کمود گھر میں نہیں ہے۔ اسی لئے بھیّا کے دل میں یاس اور افسردگی چھائی ہوئی ہے۔ اچانک پلنگ کے نیچے کئی ٹام کے پھوٹ پھوٹ کر رونے کی آواز آئی۔ اُس نے کمود کو جاتے ہوئے دیکھا تھا۔ وہ نہ جانے کیا محسوس کر رہا تھا۔ اُس کے احساس کو سمجھنا دشوار تھا۔

———— ⁘ ————